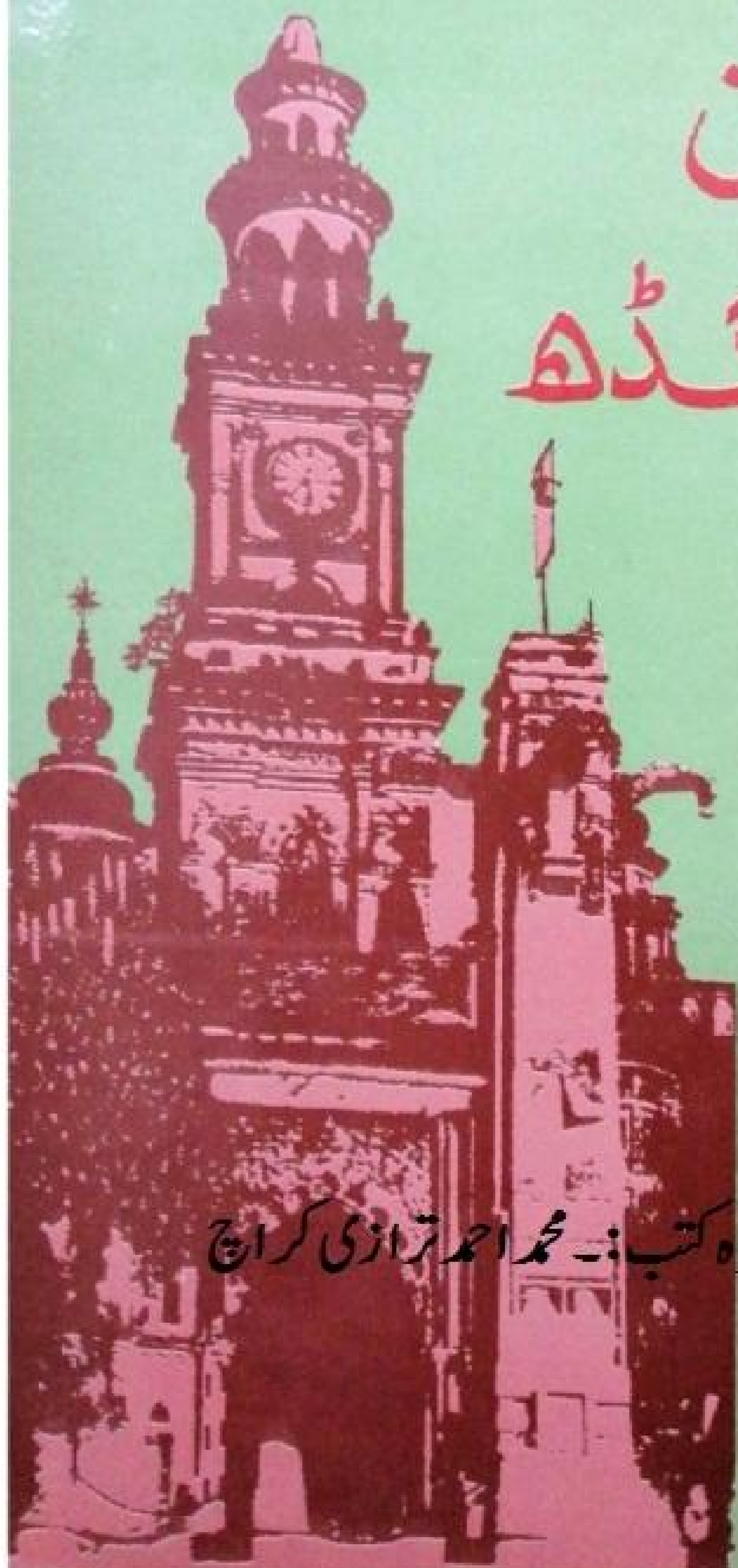
تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

اِلحاقِ جُوناگڈھ

حبیبؔ لاکھانی



تاریخِ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

مصنّف

حبیبؔ لاکھانی

مترجم

شہناز لاکھانی

لاکھانی پبلی کیشنز

۸۲/۱، لاکھانی منزل مسجد روڈ، بہار کالونی - کراچی

الحاق جوناگڑھ

تحقیق و تصنیف ———— حبیب لاکھانی

اردو ترجمہ ———— شہناز لاکھانی

سرورق ———— پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

ریاست جوناگڑھ کا نقشہ ———— منشی دھوراجوی

طابع ———— پرنٹ کیئر سسٹمز، کراچی

صفحات ———— ۲۰۰ + ۳۲ + ۱۲ = ۲۴۴ مع دو نقشہ جات

اشاعتِ اول ———— مئی ۱۹۸۹ء

تعداد ———— ایک ہزار

ناشر:-

لاکھانی پبلیکیشنز ۸۳/۱ لاکھانی منزل

مسجد روڈ بہار کالونی، کراچی۔

قیمت ۴۵ روپے

کتاب ملنے کا پتہ:

ھرنات پرنٹنگ پریس

کاغذی بازار کراچی

انتساب

نواب مہابت خانجی کے نام

جن کے ایک اہم تاریخی فیصلے نے کاٹھیاواڑ
گجرات کے اُن لاکھوں مسلمانوں کو عزم و ہمت
اور اعتماد کے ساتھ مملکت خداداد پاکستان ہجرت
کے لئے آمادہ کیا جن کی آمد ملکی معیشت کے
استحکام اور ترقی و خوشحالی کا باعث بنی۔

پیش لفظ

میں ریاست جوناگڑھ کا باشندہ نہیں ہوں اور دس بارہ سال پہلے تک مجھے جوناگڑھ کے معاملے سے کوئی گہری دلچسپی بھی نہیں تھی لیکن [illegible] میں جب میں نے "پاکستان کی تخلیق اور ترقی" میں میمن برادری کے کردار کی تفصیلات پر مشتمل گجراتی تصنیف "پاکستان اور میمن برادری" کے لئے جب تحقیق شروع کی اس وقت مجھے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کی میمن برادری اور دیگر گجراتی مسلم اقوام کی پاکستان کی جانب ہجرت کا سب سے بڑا سبب پاکستان کی تخلیق نہیں بلکہ ریاست جوناگڑھ کا پاکستان سے الحاق اور اس سے مرتب ہونے والے ایسے نتائج تھے جو کسی کے خیال و خواب میں بھی نہ تھے۔

اس کے بعد میں نے میمن برادری سے متعلق دیگر معاملات کے علاوہ مسئلہ جوناگڑھ کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ میں نے اپنی مذکورہ پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب میں سے ستر صفحات میں پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کا الحاق، اس پر بھارتی قبضہ، کتیانہ، بانٹوا کی لوٹ مار اور کاٹھیاواڑ - گجرات سے میمن برادریوں اور دیگر مسلمانوں کی ہجرت کی تفصیلات بیان کی تھیں۔ میمنوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں پر الحاق جوناگڑھ کے کس قسم کے اثرات مرتب ہوئے تھے، انہوں نے کس طرح ہجرت کی اور اس کے بعد پاکستان کی معیشت کے استحکام اور ترقی میں میمن برادری اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تفصیلات مذکورہ کتاب کے

دیگر متعدد صفحات پر دی گئی تھی۔

اپنی اس کارکردگی کے بعد میں نے ایک مصنف کی حیثیت سے گجراتی مسلمانوں کے لیے اپنے فرض کی کم و بیش ادائیگی پر کچھ اطمینان محسوس کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی مسئلہ جوناگڑھ کا مکمل پس منظر، کاٹھیاواڑ اور دیگر مقامات پر پیش آنے والے واقعات ان کے رد عمل اور نتائج کی حقیقت پسندانہ اور مکمل تفصیلات پر مبنی کسی کتاب کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

ورلڈ میمن فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی جناب عمر فاضل فاروق، کتیانہ کی میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کتیانہ کی لوٹ مار اور بعض دیگر واقعات کے چشم دید گواہ رہے ہیں۔ وہ ہر سال ۹ نومبر کے دن گجراتی اخبارات میں الحاق جوناگڑھ اور اس کے نتائج کے بارے میں مختلف موضوعات پر مضامین قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ تین سال قبل اسی قسم کے ایک مضمون کے آخر میں انہوں نے لکھا تھا کہ مسئلہ جوناگڑھ کی تاریخ پر وقت کی گرد جمع ہو رہی ہے اور اس سے پیشتر کہ آئندہ دس پندرہ سالوں میں وہ مکمل طور پر اوجھل ہو جائے، کسی کو اس کی تفصیلات قلمبند کر لینی چاہیئے۔ اس وقت تک راقم الحروف میمن تاریخ کے موضوع پر چار کتابیں اور متعدد مضامین شائع ہو چکے تھے۔ جس میں سے "پاکستان اور میمن برادری" میں میں نے اس مسئلہ کا کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے مجھے مذکورہ بالا مضمون کے ذریعے یہ اہم فرض انجام دینے پر پُرزور اصرار کیا تھا۔ مجھے ان کا یہ مشورہ بڑی حد تک مناسب محسوس ہوا، اور میں نے اس پر عمل کرنے کا تہیہ کیا۔ ابتداء میں میرا ارادہ "پاکستان اور میمن برادری" کے ۰۰ صفحات کے علاوہ ابتداء میں پس منظر کا ایک باب اور آخر میں نتائج کے ایک باب کا اضافہ کر کے تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل ایک علیحدہ کتاب مرتب کرنے کا تھا۔ مذکورہ کتاب کے ذریعے مسئلہ جوناگڑھ کی کافی تفصیلات گجراتی قارئین کے سامنے پیش ہو چکی تھیں اس لئے میں نے اس نئی کتاب کو اردو میں ترتیب دینے کا فیصلہ کیا تاکہ گجراتی نہ جاننے

والے قارئین بھی اس سے مستفیض ہو سکیں ان میں سے بہت سے افراد کو تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان سے الحاق کرنے والی سب سے پہلی دیسی ریاست تھی اور اس وقت معلومات عامہ کی کتابوں اور ذہنی آزمائش کے پروگراموں میں اس ضمن میں ریاست بہاولپور کا نام لیا جاتا ہے جس نے چند مہینے کے منفی رویہ کے بعد پاکستان سے الحاق کیا تھا۔

۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو سقوط جوناگڑھ کو چالیس سال پورے ہونے کو تھے میں نے اس روز کتاب "الحاق جوناگڑھ" شائع کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے ۱۲ اگست سے کام شروع کر کے اس کو مکمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو تین ماہ کی مہلت دی لیکن دیگر کاموں کی طرح میرا یہ کام بھی مقررہ مدت میں پایۂ تکمیل نہ پہنچ سکا۔

اس دوران میں نے اپنا ابتدائی مسودے کا باب جس میں ۲ جون ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تک کے واقعات شامل کئے تھے، اردو کے معروف مصنف جناب راشد سعید کو دکھائے جن کی کہ اب تک چھیالیس تصانیف شائع ہو چکی ہیں انہوں نے اس باب کو پڑھنے کے بعد مجھے کہا کہ میرا مطالعہ اگرچہ بہت وسیع ہے لیکن ریاست جوناگڑھ اور اس کے نواب کے بارے میں ایک دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس باب میں آپ نے بتایا ہے کہ ریاست جوناگڑھ کے آخری وزیر اعظم سر شاہنواز تھے اور ریاست نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کیساتھ الحاق کا اعلان کر دیا تھا یہ اور ایسی بہت سی باتیں میرے لئے بالکل نئی ہیں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ سو صفحات پر مشتمل کوئی کتاب لکھنے کی بجائے اس قسم کی ایک جامع کتاب لکھیں جس میں کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہو۔ اور اس کتاب کو مکمل اور مستند بنانے کے لئے جوناگڑھ کے بارے میں مزید تحقیق کر کے اس کی از سر نو تصنیف کریں۔

میں نے ان کے مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ "پاکستان اور میمن برادری" کی تصنیف کے وقت میں نے اس موضوع پر جو وسیع تحقیق کی تھی۔ اس کی بہت سی تفصیلات کو میں نے مذکورہ کتاب میں شامل نہیں کیا تھا۔ ان تفصیلات کے علاوہ

میں نے اس موضوع پر مزید تصانیف اور مضامین کا مطالعہ کیا۔ مزید افراد سے ملاقاتیں کیں اور نئے سرے سے کتاب لکھنے کی ابتداء کی۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسئلہ جوناگڑھ کے بارے میں آخری چالیس سالوں میں دو چار چھوٹے کتابچوں کے علاوہ ایک اردو کتاب اور ایک گجراتی سیریل شائع ہو چکی ہیں۔ جوناگڑھ کے باشندے ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ نے ۱۹۹۳ء میں حیدرآباد سندھ سے "جوناگڑھ" نامی ایک اردو کتاب شائع کی تھی جو چار سو صفحات پر مشتمل تھی۔ جوناگڑھ کے ہی ایک باشندے جناب محمد علی "قمار" ترمذی نے کراچی کے روزنامہ "ڈان گجراتی" میں ۱۹۸۷ء سے ۱۹۸۸ء میں "الحاق جوناگڑھ" کے نام سے چھبیس اقساط پر مشتمل ایک سیریل شائع کی تھی۔ ان دونوں مصنفین نے ریاست جوناگڑھ اور نواب صاحب کے لئے گہری وفاداری اور وابستگی کے جذبہ کے ساتھ اپنی تصانیف تیار کی تھیں۔

تاریخ کے کسی ایک ہی موضوع پر کتابیں لکھنے والے مصنفین کے پاس تحقیقاتی مواد کم و بیش ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ، جناب "قمار" ترمذی اور راقم الحروف کے پاس بھی حوالہ جات کے لئے کم و بیش یکساں کتابیں ہیں۔ پھر بھی مسئلہ جوناگڑھ کی اقوام متحدہ میں بحث کے بارے میں جو انگریزی دستاویز انہوں نے حاصل کئے تھے وہ میں بیس سال کے عرصہ کے بعد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بیگ نے ان دستاویز کو تقریباً مکمل طور پر اپنی کتاب کے آخری ڈیڑھ سو صفحات میں شائع کیا ہے۔ میں نے انہی کے حوالے سے اپنی اس کتاب کا گیارھواں باب "اقوام متحدہ میں" مرتب کیا ہے۔ جس کے لئے کہ میں ان کا مشکور ہوں۔

مذکورہ کتابوں کی کم و بیش یکسانیت کے باوجود میں نے مزید نئے ذرائع استعمال کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

جوناگڑھ کی عارضی حکومت کے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے ہوگٹ لال پاریکھ

اور رتو بھائی کوٹھاری کی "سقوطِ جوناگڑھ" کے فوراً بعد شائع ہونے والی تصانیف "جوناگڑھ: تیرا آئل کا سفر" (گجراتی)، اور "جوناگڑھ کا عوامی انقلاب" (گجراتی)، ان دونوں کتابوں میں عارضی حکومت کی تشکیل، اس کی جنگی تیاریاں، ریاست جوناگڑھ کے مختلف گاؤں پر اس کا قبضہ، سردار پٹیل اور شامل داس گاندھی کی مکمل تقاریر وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ یہ دونوں تصانیف مجھے جناب عمر فاضل فاروقی سے دستیاب ہوگئیں۔

(۲) اس وقت کے مسلم لیگ کے گجراتی اخبارات اور جرائد کی فائلیں جو میمن ویلفیئر سوسائٹی کی "ایچی قبر" کے نزدیک واقع میمن ریفرنس لائبریری میں دستیاب ہیں۔

(۳) اس کتاب میں بیان کئے گئے واقعات کے رونما ہونے کے وقت ان مقامات پر موجود افراد کی ملاقاتیں۔

"پاکستان اور میمن برادری" کی تصنیف میں بھی میں نے ان تمام ذرائع کا استعمال کیا تھا۔ اس کتاب میں کاٹھیاواڑ میں رونما ہونے والے واقعات اور کراچی میں مہاجرین کے لئے امدادی کارروائی تفصیل سے بیان کی تھی۔ میری اس وقت کی تحقیق اتنی جامع ثابت ہوئی کہ اس کتاب کے ستر میں سے پچیس صفحات اس نئی کتاب میں تقریباً جوں کے توں شامل کر دئے گئے ہیں جبکہ باقی بیشتر صفحات زیادہ تفصیل اور نئے انداز کے ساتھ ترتیب دئے گئے ہیں۔

ہر مؤرخ اپنے منفرد طرزِ تحریر، اندازِ بیان اور مخصوص رجحان کا حامل ہوتا ہے۔ میں اپنی طرزِ تحریر اور اندازِ بیان کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کتاب کا ہر واقعہ غیر جانبداری اور بغیر کسی تعصب کے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر واقعہ کو جس طرح وہ رونما ہوا تھا، حقیقت پسندانہ طرز اور بغیر کسی تعریف و تنقید کے پیش کیا ہے۔ اس موضوع پر میرے اپنے خیالات علیحدہ ہیں جنہیں میں نے اس کتاب کے صرف آخری باب میں پیش کئے ہیں۔

مسئلہ جوناگڈھ کے بارے میں اردو میں ایک معلوماتی اور تفصیلی کتاب لکھنے کے لیے میری حوصلہ افزائی کرنے پر میں جناب راشد سعید کا مشکور ہوں انہوں نے اس کتاب کے مسودے کی بھی کچھ اصلاح کی ہے اس کتاب کی تحقیق و تصنیف کے ابتدائی دور میں جناب عصمت پٹیل اور جناب گھائل کتیانوی نے تعاون کیا تھا میری بعض دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب کے اصل گجراتی مسودے کو پڑھنے کے بعد مفید مشورے دینے کے لئے میں اپنے دوست جناب اسحٰق امریلیا کا بھی ممنون ہوں اس کتاب سے منسلک بہت سے امور میں میرے خاندان کے افراد نے عملی تعاون کیا ہے۔ اس کتاب کی کتابت، چھپائی اور اشاعت کی تمام تر ذمہ داری سے مجھ کو بری کرنے کے لئے میں جناب عثمان عمر ہاشمی والا کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔ میمن نیوز کے مدیر جناب محمد صدیق پولانی کی رہنمائی بھی مجھے ہر موقع پر حاصل رہی ہے۔

اردو میں اشاعت کی یہ میری پہلی کاوش ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں کچھ خامیوں کا رہ جانا فطری طور پر لازم ہے جس کے لئے میں قارئین اور ناقدین سے معافی کا طلبگار ہوں۔

گجراتی مسلمانوں نے مسلم لیگ کے لئے اور پاکستان کی تخلیق و ترقی میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اس کی تاریخ کا کچھ حصہ گجراتی میں مرتب ہو چکا ہے لیکن اردو میں اس سلسلے میں شاید ہی کچھ لکھا گیا ہو۔ "الحاق جوناگڈھ" کو گر کامیابی حاصل ہوئی تو پھر پاکستان کی تاریخ کے ساتھ منسلک بعض فراموش شدہ ابواب کو انشاءاللہ، ہم وطنوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

حبیب لاکھانی

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء
۸۴/۱ بہار کالونی
کراچی

فہرست

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

باب ششم

دو محاذوں کی کہانی

باب ہفتم

سقوط جوناگڑھ

باب ہشتم

کتیانہ اور بانٹوا کی تباہی ۱۲۴

باب نہم

دیگر واقعات ۱۴۳ تا ۱۵۶

باب دہم

کاٹھیاواڑ سے ہجرت ۱۵۷ تا ۱۶۸

باب گیارھواں

اقوام متحدہ میں

باب بارھواں

۴۰ سال کے دوران

باب تیرھواں

کیا کھویا۔ کیا پایا

حرفِ آخر

تاریخِ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

الحاقِ جوناگڑھ

آغاز داستان

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی

بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامل داس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جوناگڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

اس کے نتیجے میں ریاست جوناگڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند میمنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جوناگڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔

جوناگڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔

باب اول:-

تاریخ کے آئینے میں

ریاست جوناگڑھ

ریاست جوناگڑھ برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ میں ۲۰.۵۳ سے ۲۱.۴۴ تک شمالی طول البلد اور ۷۰ تا ۷۲ مشرقی عرض البلد کے درمیان تھی، برطانوی دور میں اس کا شمار اوّل درجہ کی ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے نواب کو گیارہ توپوں کی سلامی کا اعزاز حاصل تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کا رقبہ تین ہزار تین سو سینتیس (۳۳۳۷) مربع میل تھا اس کی آبادی سات لاکھ نفوس پر مشتمل تھی جس میں اسی فیصد (۸۰٪) ہندو تھے۔ ریاست میں چھوٹے بڑے تقریباً آٹھ سو چھیاسٹھ (۸۶۶) شہر اور گاؤں واقع تھے۔ جوناگڑھ کئی صدیوں سے کاٹھیاواڑ کی تاریخ کا اہم ترین مرکز رہا تھا۔ اس کا شمار ترقی یافتہ اور خوشحال ریاستوں میں ہوتا تھا۔ اس کے مغرب اور جنوب میں بحر عرب واقع تھا۔ ریاست کا سمندری ساحل چوراسی (۸۴) میل طویل تھا جو ہندوستان کی کسی بھی ریاست کے سمندری ساحل کے مقابلے میں طویل ترین تھا۔ اس پر چھوٹی بڑی سولہ (۱۶) بندرگاہیں واقع تھیں۔ جن میں ہر موسم میں کارآمد رہنے والی ویراول (VERAVAL) کی بندرگاہ بھی شامل تھی ریاست میں اس کی اپنی ملکیت کی دو سو تیس (۲۳۰) میل طویل ریلوے لائن تھی۔ اس کے علاوہ ریاست میں بڑی تعداد میں پکی سڑکیں موجود تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بذریعہ کار بآسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ ریاست میں ۱۸۶۴ء سے اس کا اپنا اندرونی پوسٹل نظام موجود تھا۔ جو انڈین پوسٹل یونین (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھا

ریاست میں ہر مذہب کے مقدس مقامات کو مستقل آمدنی کے لئے زمین اور غیر منقولہ جائیدادیں بطور عطیات دے دی گئی تھیں۔

ریاست میں کاٹھیاواڑ کا وسیع ترین جنگل، بلند ترین پہاڑ اور مشہور ترین مذہبی مقامات تھے۔ کاٹھیاواڑ کے پانچ مشہور ترین مذہبی میلے ریاست جوناگڑھ میں منعقد ہوتے تھے۔

پورے کاٹھیاواڑ میں ریاست جوناگڑھ کا علاقہ زرخیز کھیت اور مستقل بہتے ہوئے ندی نالے، چھوٹے بڑے پہاڑ، گھنے جنگلات اور خوبصورت سمندری ساحل کی وجہ سے فطری حسن و خوبصورتی اور حسین مناظر فطرت کے لئے مشہور تھا۔ ۱۹۴۷ء میں ریاست کی محصولی آمدنی ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد تھی۔ جس میں سے نصف آمدنی کا ذریعہ ویراول کی بندرگاہ تھی۔ آمدنی کے دیگر اہم ذرائع لگان اور جائیداد ٹیکس تھے ریاست کی اہم برآمدات عمارتی لکڑی، کھال، نمک اور گھی وغیرہ تھیں۔

ریاست میں گیر (GIR) کا جنگل چار سو پچانوے (۴۹۵) مربع میل پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں ہر طرح کے جانور اور مختلف اقسام کی نباتات اور جڑی بوٹیاں پائی جاتی تھیں۔ سوائے افریقہ کے پوری دنیا میں ببر شیر (YARNED LION) صرف گیر کے جنگل میں پائے جاتے تھے۔ ان جانوروں کا شکار کرنے کے لئے ہند کے وائسرائے سے لے کر بڑے بڑے حکام اور مہاراجہ جوناگڑھ کے نواب کے اکثر مہمان بنا کرتے تھے۔

جزیرہ نما کاٹھیاواڑ:۔

جزیرہ نما کاٹھیاواڑ بحیرۂ عرب کے ساحل پر ایک عمرود کے کی مانند واقع ہے اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) میل اور چوڑائی دو سو بیس میل (۲۲۰) میل ہے اس کا کل رقبہ بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) مربع میل ہے ۱۹۴۷ء میں اس میں تقریباً دو سو چھوٹی بڑی ریاستیں موجود تھیں۔ اس وقت اس کی آبادی چالیس (۴۰) لاکھ افراد پر

مشتمل تھی جس میں چودہ (۱۴) لاکھ مسلمان شامل تھے۔

کاٹھیاواڑ کے لغوی معنی "کاٹھی قوم کی رہائش گاہ" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کاٹھی قوم وسطی ایشیا سے سندھ اور کچھ (CUTCH) ہوتی ہوئی کاٹھیاواڑ میں آکر رہائش پذیر ہوئی تھی۔ اور ایک جنگجو اور بہادر قوم کی حیثیت سے مشہور ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے پورے جزیرہ نما کا نام اس قوم سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اٹھارہویں صدی میں کاٹھیاواڑ میں لوٹ مار کے لئے آنے والے مرہٹوں سے یہ قوم ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی تھی اور اسی وجہ سے مرہٹوں نے جزیرہ نما کے لئے یہ نام رائج کیا تھا۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ "سوراشٹر" (SAURASHTRA) کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی اچھا اور خوبصورت ملک کے ہیں۔ قدیم کتابوں میں اس کا ذکر اسی نام سے ملتا ہے۔ "سورٹھ" (SORATH) لفظ بھی "سوراشٹر" کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مغلیہ دور میں کاٹھیاواڑ کو چار انتظامی حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ اور اس میں ریاست جوناگڑھ والے حصے کو "سورٹھ" یا "سورٹھ سرکار" کا نام دیا گیا تھا۔ اس دور میں جوناگڑھ مغلیہ سلطنت کا کاٹھیاواڑ میں اہم ترین مرکز تھا اور اسی وجہ سے پورے کاٹھیاواڑ کے لئے یہی لفظ "سورٹھ" رائج ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی گجراتی زبان میں "سورٹھ" اور "کاٹھیاواڑ" ہم معنی الفاظ سمجھے جاتے ہیں۔

جوناگڑھ کی قدیم تاریخ:-

گرنار پہاڑ کے دامن میں بسا ہوا جوناگڑھ شہر "ریتسا پور" (موجودہ دھولکا) یا "پاٹلی پتر" (موجودہ پٹنہ) جتنا ہی قدیم اور پرانا ہے۔ قدیم کتابوں میں جوناگڑھ کا ذکر منی پور، چندر کیتو پور، ریوت، پور اتی پور وغیرہ کے ناموں سے کیا گیا ہے۔ عہد وسطیٰ میں وہ "گیری نگر" اور "گیری درگ" کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس وقت سے یعنی تقریباً ڈھائی ہزار سال سے اس کا مسلسل تاریخی پتا ملتا ہے۔ گیری نگر نام تقریباً ایک ہزار سال تک رائج رہا تھا۔ چند صدیوں کے بعد یہ

یونانی نسل کے سرداروں کی حکومت رہی تھی۔ ہندوستان میں یونانی "یَوَن" (YAVAN) کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے دور میں اس شہر کا نام "یَوَن گڑھ" رائج ہوا تھا۔ یہ تمام شہر موجودہ جوناگڑھ کی جائے وقوع یا اس کے ارد گرد بسے ہوئے تھے۔ کافی عرصے کے بعد "چوڑاسما" (CHUDASAMA) راجپوتوں کے دورِ حکومت میں اس شہر کو اس کے نزدیک واقع ایک بوسیدہ قلعے کی مناسبت سے "جِرَن دُورگ" (JIRNDURG) یعنی بوسیدہ قلعے کا نام دے دیا گیا تھا۔ جو بعد میں آسان گجراتی میں "جوناگڑھ" یعنی پرانا قلعہ ہو گیا تھا۔ گجرات کے سلطانوں کے دورِ حکومت میں اس کو مصطفیٰ آباد کا نام دیا گیا تھا جو زیادہ عرصہ رائج نہ رہ سکا تھا۔

مذکورہ قلعہ جوناگڑھ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس وجہ سے یہ "اُوپر کوٹ" یعنی اوپر والا قلعہ کے نام سے مشہور ہے یہ قلعہ موجودہ صدی کی ابتداء کے بعد غیر سرحدی ہو گیا تھا۔ اس قلعہ میں تقریباً چار سو سال سے زائد پرانی تین (۳) توپوں کے علاوہ بدھ راہبوں کی خانقاہیں اور فوجی بیرکوں کے کچھ کھنڈرات آج بھی موجود ہیں جوناگڑھ کا واٹر ورکس بھی اس قلعہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

سومناتھ کا مندر:۔

تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے پرانی روایتوں کے مطابق راجا اُدگرسین نے مذکورہ قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بہت پہلے ہی سے جوناگڑھ کا علاقہ ہندوؤں کا ایک مقدس ترین مذہبی مقام بن گیا تھا۔ ویراول کے نزدیک واقع پربھاس پاٹن (PRABHAS PATAN) میں وہ جگہ موجود ہے جہاں شری کرشن مہاراج ایک شکاری کے اتفاقیہ تیر لگنے سے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ مقدس مقام سومناتھ (SOMNATH) کا مندر بھی اسی علاقہ میں موجود ہے۔ ہندو عقیدے کے

مطابق چندر دیوتا نے بھگوان شنکر کو خوش کرنے کے لئے ہزاروں سال پہلے یہ مندر تعمیر کرایا تھا اور اس کو سومناتھ یعنی چندر کے مالک کا نام دیا تھا۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ اس مندر کی متعدد جگہ از سر نو تعمیر اور مرمت کی گئی تھی اور چند بار اس کی مورتی کو بھی توڑا گیا تھا۔

دور وسطیٰ میں اس مندر کی بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلالی تھی۔ ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہر روز اَن گنت عقیدت مند اس کی یاترا کے لئے آتے تھے اور بیش بہا نذرانے اس کی نذر کرتے تھے۔ سومناتھ کے بت کو اشنان (غسل) کرانے کے لئے روزانہ گنگا ندی سے پانی منگوایا جاتا تھا۔ جس کے لئے گنگا سے لے کر سومناتھ تک سینکڑوں آدمی ایک مسلسل انسانی زنجیر کی شکل میں متعین کئے گئے تھے۔

پیر جمیل شاہ

ریاست میں واقع گرنا پہاڑ کاٹھیاواڑ کا بلند ترین پہاڑ ہے۔ اس کی سات چوٹیاں ہیں اور اس کی ہر چوٹی پر ہندو، جَین (JAIN) اور مسلمان مذہب کے مقدس مقامات واقع ہیں۔ اس کی سب سے بلند ترین چوٹی ''گورکھ ناتھ'' ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۳۶۶۶) فٹ بلند ہے۔ نیمی ناتھ (NEMI NATH) کے نام سے پہچانی جانے والی ایک چوٹی پر جَین مذہب کے خوبصورت مندر واقع ہیں۔ یہ مندر اور ریاست ہی میں واقع '' دیلواڑا'' کے مقام پر واقع جَین مندر سنگ تراشی اور تعمیرات کے اعلیٰ نمونے شمار کئے جاتے ہیں۔ دیگر چار چوٹیوں پر ہندو مذہبی مقامات واقع ہیں۔ ان چھ چوٹیوں کی جائے وقوع سے کافی فاصلے پر ایک بالکل علیحدہ چوٹی واقع ہے جو داتار کے پہاڑ کے نام سے معروف ہے یہ چوٹی دو ہزار سات سو اسی (۲۷۸۰) فٹ بلند ہے۔

پیر جمیل شاہ داتار چودھویں صدی میں سندھ سے جوناگڑھ آئے تھے اور اس پہاڑ پر کافی عرصہ مقیم رہے تھے۔ وہ اس پہاڑ پر جذام کے مریضوں کا

علاج اور ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کا چلہ اسی پہاڑ پر موجود ہے وہ پیر پٹھو کے مرید تھے اور ان کا مزار سندھ میں پیر پٹھو کے مقام پر ان کے مرشد کے پہلو میں واقع ہے۔ دا تار کے پہاڑ پر ہمیشہ ہر مذہب کے عقیدت مندوں کی بڑی بھیڑ لگی رہتی ہے

یادگار اشوک:۔

خاندان موریہ (MAURYA) کے تیسرے بادشاہ اشوک اعظم کے دور حکومت میں جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کو موریہ سلطنت سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ کاٹھیاواڑ کے اس وقت کے دارالحکومت گیری نگر کے نزدیک اشوک نے ایک قدرتی چٹان پر گوتم بدھ کے اہنسا، اتحاد، بھلائی اور رحمدلی وغیرہ کے بارے میں فرمان ۲۵۶ء قبل مسیح میں کندہ کرائے تھے۔ یہ سنگلاخ چٹان سطح زمین پر ۷۵ مربع فٹ کا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور اس کی بلندی ۱۲ فٹ ہے۔ اشوک کی یہ عبارت اس چٹان کے وسط میں ایک سو (۱۰۰) مربع فٹ پر کندہ کی گئی ہے۔ اس طرح جوناگڑھ کی تاریخ کی باقاعدہ ابتداء اسی چٹان سے ہوتی ہے۔

اسی چٹان پر اشوک کی عبارت کے ایک طرف یونانی نسل کے بادشاہ رُودْرْ دمَن (RUDR DAMAN) کی ۱۵۰ قبل مسیح میں کندہ کرائی گئی عبارت بھی پائی جاتی ہے۔ اشوک کی عبارت کی دوسری جانب گپت خاندان کے مہاراجہ سکندھ گپت (SKANDH GUPT) کے کاٹھیاواڑ کے صوبیدار گورنر چندر پالی کی ۴۵۵ء میں کندہ کرائی گئی تیسری عبارت بھی پائی جاتی ہے رودر دمن اور چندر پالی کی عبارتیں گیری نگر کے نزدیک واقع وسیع "سُوُدرْشَن" (SUDARSHAN) تالاب کی مرمت کے بارے میں ہے یہ تالاب دور اشوک سے بھی بہت عرصے پہلے موجود تھا اور ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک گیری نگر کی رونق رہنے کے بعد نیست و نابود ہو گیا تھا۔ اس وقت اس وسیع تالاب کے صرف چند آثار موجود ہیں۔ اس طرح اشوک کی یہ چٹان جوناگڑھ کی آٹھ صدیوں کی

تاریخ کی محافظ بن گئی ہے۔

جوناگڑھ شہر کے گرنار دروازہ سے گرنار پہاڑ کی طرف جاتی ہوئی سڑک پر ایک میل کے فاصلے پر یہ تاریخی چٹان آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جوناگڑھ کے آٹھویں نواب رسول خانجی نے اس چٹان پر ایک عمارت تعمیر کرا کے اس چٹان کو موسم کی سختیوں سے محفوظ کر دیا ہے۔

کشترپ، گپت، وَلبھی :-

خاندانِ موریہ کی حکومت کے بعد گیری نگر یونانی نسل کے کشترپ (KASTRAP) اور گپت حاکموں کے ماتحت رہا تھا۔ موریہ اور گپتوں کے دورِ حکومت میں گیری نگر صوبائی دار الحکومت رہا تھا۔ کشترپ سلطنت کا کچھ عرصے بعد بٹوارہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے مغربی حصہ کا پایۂ تخت گیری نگر بنا تھا۔ اسی وقت گیری نگر بنا تھا۔ اس وقت گیری نگر کی حکومت کاٹھیاواڑ کے باہر کچھ، سندھ اور مالوہ (MALVA) تک پھیلی ہوئی تھی۔ کشترپوں کی حکومت ۲۰۰ قبل مسیح سے ۳۹۵ء تک رہی تھی اس کے بعد گیری نگر گپتوں کے ماتحت چلا گیا تھا۔

وسطی ایشیا سے ہونوں (HUN) نے ۴۷۵ء میں گپت سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سوراشٹر میں وَلبھی (WALLABHI) کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ ان کا پایۂ تخت وَلبھی پور تھا جس کے آثار موجودہ "وَلا" گاؤں کے نزدیک پائے گئے ہیں۔

راجپوتی دورِ حکومت :-

چار سو سالہ وَلبھی دورِ حکومت کا خاتمہ بالارام نامی ایک سردار نے کیا تھا۔ بالارام کے بعد اس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بھانجا چندر چوڑ "تخت نشین ہوا۔ اس کے والد کا تعلق سندھ کے حکمران خاندان "سمّے" تھا۔ اس وجہ سے چندر چوڑ نے اپنا خاندانی نام "چوڑاسما" (CHUDA-SAMA)

رکھا۔ چوڑاسما کا دارالحکومت جوناگڑھ سے نو میل کے فاصلے پر واقع وامن ستھلی (VAMAN STHALI) تھا۔ ہندو عقیدے کے مطابق بھگوان کا وامن کے نام سے پہچانا جانے والا اوتار اس جگہ ہوا تھا۔ اس وقت اس شہر کو ونتھلی (VANTHALI) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ چوڑاسما خاندان کے پانچویں بادشاہ راگر ہری پو (RAGR-HARIPU) نے دسویں صدی عیسوی میں اُدیرکوٹ کے بوسیدہ قلعے کو ازسرنو تعمیر کروالیا۔ اور اپنا دارالحکومت وامن ستھلی سے گیرنی نگر منتقل کر دیا تھا۔ گیرنی نگر کو اس کے دور سے بھی جوناگڑھ کے نام سے پہچانا جانے لگا تھا۔

اس کے بعد جوناگڑھ سوراشٹر کی ایک ہزار سالہ تاریخ کا اہم ترین مرکز بنا رہا تھا۔ اس وقت گجرات پر سولنکی (SOLANKI) خاندان کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت پاٹن تھا۔ سولنکی اور چوڑاسما مغربی ہند کی سپر پاور تھیں۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ غزنوی خلجی، تغلق، گجرات کے سلاطین، انگریزوں، مراٹھی اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستیں بھی جوناگڑھ کو اپنا سب سے پہلے ہدف بناتی رہتی تھیں۔ سوراشٹر کی گذشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ کے ہر اہم واقعات میں جوناگڑھ کا اہم کردار پایا جاتا ہے۔

سومناتھ کی بُت شکنی

افغانستان کے بادشاہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر ایک چڑھائی کے دوران ۲ جنوری ۱۰۲۵ء کو سومنات کی بُت شکنی کی تھی اور پھر واپس غزنی چلا گیا تھا۔

اس وقت گجرات، کاٹھیاواڑ اور سندھ کے سوا پورے ہند میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ لیکن سومناتھ کی ازسرنو تعمیر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال کے طویل عرصے کے بعد گجرات کے راجا کمارپال (KUMAR PAL) کے دور میں ہوئی تھی۔ اس کے ایک صدی کے بعد علاؤالدین خلجی نے گجرات فتح کر لیا اور اس کے صوبیدار

الپ خان نے ۱۲۹۵ء میں سومناتھ کی دوبارہ بت شکنی کی۔ جوناگڑھ کے "راجپی پال" نے ایک رہائی کے بعد اس کو پھر سے تعمیر کرایا۔ اس کے بعد سومناتھ کے مندر کی کبھی کبھار مرمت ہوتی رہی۔ تقسیم ہند سے قبل اس کی سب سے آخری مرمت انیسویں صدی میں اندور کی مہارانی اہلیہ بائی (AHALYA BAI) جو کہ نے کرائی تھی لیکن سومناتھ کی قدیم شان و شوکت اور مذہبی اہمیت بہت پہلے ختم ہو چکی تھی اب بہت کم عقیدت مند اس کی یاترا کے لئے آتے تھے اور آہستہ آہستہ مندر کھنڈر بنتا گیا۔ ریاست جوناگڑھ کے دیوان، اعلیٰ انتظامی افسران اور رعایا کی بہت بڑی اکثریت کے ہندو ہونے کے باوجود اس مندر کی کسی نے بھی مرمت نہ کرائی۔ آخر کار ریاست کے آثار قدیمہ کے محکمہ نے اس کو محفوظ عمارت قرار دے کر اپنی تحویل میں لے لیا۔

تغلق کا محاصرہ:۔

محمد تغلق (TUGHLUQ) کے سامنے بغاوت کرنے والے ایک سردار ملک تاگی کو جوناگڑھ کے رانوگھن (RA NAUVGHAN) نے پناہ دی تھی ۱۳۴۹ء میں محمد تغلق نے اس پر چڑھائی کی۔ رانوگھن نے ملک تاگی کے ساتھ اُوپر کوٹ کے قلعہ میں جا کر مورچہ بندی کی۔ تغلق نے اوپر کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ آخر کار رانوگھن نے تاگی کو فرار کرا دیا اور تغلق کے ساتھ صلح کر لی۔ تاگی کا تعاقب کرتے ہوا تغلق ٹھٹھہ پہنچا جہاں سن ۱۳۵۱ء میں اس کا اچانک انتقال ہو گیا۔

محمود بیگڑا کی فتح:۔

پندرہویں صدی میں جوناگڑھ کے راما منڈلیک (MANDLIK) سوئم نے کاٹھیاواڑ کے کچھ ہندو ٹھاکروں کو شکست دی تھی۔ کاٹھیاواڑ میں دائرہ

گجرات کے سلاطین کو چند سرحدی چوکیاں ضبط کرلیں اور مسلمانوں کو ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے سلطان محمود بیگڑا (BEGDA) نے جونا گڑھ پر چڑھائی کی۔ اوپر کوٹ کے قلعہ کے دو سالہ محاصرے کے بعد مانڈلیک نے شکست قبول کرلی۔ اس کو قید کر کے احمد آباد لے جایا گیا جہاں وہ مسلمان ہو گیا اور اس کو سلطنت کا اعلیٰ ترین خطاب خان خاناں عطا کیا گیا۔ اور اس نے اپنی بقیہ زندگی احمد آباد ہی میں بسر کی۔ اس طرح جوناگڑھ پر چوڑاسما خاندان کی چھ صدیوں پر محیط حکمرانی کا خاتمہ ہو گیا اور مسلم دورِ حکومت کی ابتداء ہوئی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ جوناگڑھ کے ارد گرد واقع موجودہ قلعہ سلطان محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں تعمیر کیا گیا۔ اس قلعہ کے ۱۲ دروازے ہیں۔ ۱۹۴۷ء تک یہ دروازے رات کے وقت بند کر دیئے جاتے تھے۔ شہر کے باہر کوئی موت واقع ہو جائے تو اس کی نعش شہر کے اندر لانے کی ممانعت تھی شاہی خاندان کے کسی فرد یا کسی اہم شخصیت کی شہر سے باہر وفات ہونے کی صورت میں نعش کو دروازے سے نہیں بلکہ قلعہ کی دیوار توڑ کر شہر کے اندر لائی جاتی تھی ونتھلی، کیشود (KESHOD) گتیانہ وغیرہ کے ارد گرد درمیانی قسم کے قلعہ تھے۔

اس وقت ان قلعوں کا کم و بیش حصہ منہدم ہو چکا ہے مگر ان کی دیواروں کے کچھ حصے اور دروازے آج بھی موجود ہیں اور ماضی کی یاد دلا رہے ہیں۔

سُلطانی دورِ حکومت :-

جوناگڑھ کی فتح کے بعد کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں میں بھی محمود بیگڑا کی ملکیت تسلیم کرلی گئی اور اسے خراج دیئے جانے لگے۔ خراج کی رقومات جوناگڑھ میں وصول کی جاتی تھیں۔ اس طرح سلطانی دورِ حکومت میں بھی جوناگڑھ سوراشٹر کا دارالحکومت بن گیا۔ محمود بیگڑا نے ولی عہد خلیل کو سوراشٹر کا پہلا صوبیدار (گورنر) مقرر کیا جس نے بعد میں سلطان مظفر شاہ اوّل کے نام سے گجرات کی

حکمرانی کی تھی۔

محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں بھی کچھ (CUTCH) فتح کر لیا گیا تھا۔ اللہ سومروں نے اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ ان کی کئی افراد کو اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جوناگڑھ بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ گجرات، کچھ اور سندھ سے بھی بہت سی مسلم اقوام محمود بیگڑا کی دعوت پر جوناگڑھ آکر آباد ہو گئیں۔ تقسیم ہند کے وقت ریاست جوناگڑھ کی بیشتر مسلم آبادی انہی خاندانوں کی نسل میں سے تھی جو محمود بیگڑا کے دورِ حکومت میں یہاں رہائش پذیر ہوئے تھے۔

اس دوران ۱۵۷۳ء میں کاٹھیاواڑ کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے جزیرہ دَئیو (DIV) کے پرتگیزی حکمران اور گجرات کے سلطان کے درمیان سمندری جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ترکی کے سلطان سلیمان اعظم نے سلطان کی مدد کے لئے مصر میں ڈھالی گئیں بیس بیس فٹ لمبی تین توپیں بھیجی تھیں "نیلم" "نانیک" وغیرہ جیسے ناموں سے مشہور یہ تینوں توپیں جنگ کے خاتمہ پر اوپر کوٹ کے قلعے میں بھجوادی گئیں۔ جہاں وہ جنگی طیاروں کے دور تک دفاع کا سب سے مؤثر آلات حرب تھیں۔ یہ تین توپیں آج بھی اُوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ ہیں بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے میں تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء ہی سے اوپر کوٹ کے قلعے کی جنگی اہمیت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور ۱۹۴۷ء میں وہ خودرو جھاڑیوں سے بھرپور ایک غیر آباد اور ویران مقام بن گیا تھا

مغلیہ دورِ حکومت

ریاست جوناگڑھ تقریباً سوا سو سال تک سلطانی حکومت کے ماتحت رہی۔ اس کے بعد مغل شہنشاہ اکبر کی فوج نے گجرات اور کاٹھیاواڑ پر چڑھائی کی گجرات کے سلطان مظفر شاہ سوئم نے ان کا دلیرانہ مقابلہ کیا لیکن آخر کار اسے شکست

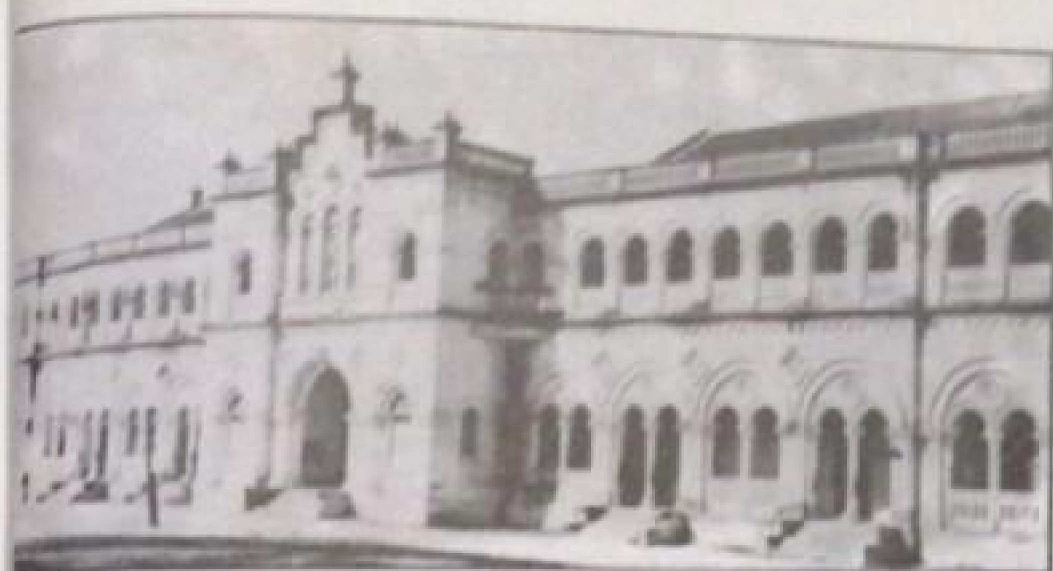
ہوئی۔ اسے قید کر لیا گیا اور ۱۵۹۳ء میں اس نے خودکشی کر لی اس کے خاتمہ سلطانی دور حکومت اختتام پذیر ہوا اور ریاست جوناگڑھ کے علاقہ میں مغلیہ دور حکومت کا آغاز ہو گیا۔ سلاطین کی طرح مغل فرمانرواؤں نے بھی بدستور کاٹھیاواڑ میں اپنا دارالحکومت جوناگڑھ کو ہی رکھا اور سوراشٹر کی تمام ریاستوں کا خراج پہلے کی طرح جوناگڑھ میں ہی وصول کیا جاتا تھا۔ اکبر کے وزیر مال راجا ٹوڈرمل نے دیوانی نظم و نسق کے لئے سوراشٹر کو چار جغرافیائی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس میں سے وہ علاقہ جس میں جوناگڑھ واقع تھا وہ سورٹھ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ جو سوراشٹر کی بگڑی ہوئی فارسی شکل تھی۔ بقیہ تین حصے ہالار، جھالاواڑ اور گوہیلواڑ نام سے پہچانے جاتے تھے۔ جس فرد کو بھی سورٹھ کا صوبیدار مقرر کیا جاتا تھا وہ پورے سوراشٹر کا بھی صوبیدار سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے لفظ سورٹھ پورے کاٹھیاواڑ کے لئے بھی رائج ہو گیا۔ کاٹھیاواڑ کے صوبیدار کو مغلیہ دور میں "سورٹھ سرکار" کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور بعد میں مغلیہ دور حکومت کے بعد نوابوں کے دور میں بھی یہ نام جوناگڑھ کے نوابوں کے لئے بھی مستعمل رہا تھا۔

ریاست جوناگڑھ کی چند تاریخی عمارتیں

جامع مسجد جوناگڑھ



بہاءالدین کالج جوناگڑھ



مہابت خان مدرسہ جوناگڈھ

جمیل شاہ داتار کا تکیہ



مہابت مقبرہ



بہاء الدین کا مقبرہ



جونا گڑھ کی فصیل کا صدر دروازہ

یہ تمام تصاویر جناب احمد جونا گڑھی اور جناب اسحاق امریلیا کی معرفت دستیاب ہوئیں

باب ۲

بابی خاندان کی حکومت

بابیوں کے آباؤ اجداد۔

بابی حکومت افغان کے یوسف زئی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ مغل بادشاہ ہمایوں کے دور میں سوداگری کی غرض سے ہندوستان آئے اور ہمایوں کی مدد سے جب ہمایوں واپس آیا تب یوسف زئی قبیلے کا "عثمان خان" ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آیا ہے اور اس کے بیٹے عثمان خان کو مغلیہ فوج میں ایک عہدہ منصب عطا کر دیا گیا تھا۔

عثمان خان کا بیٹا شیر خان عہد شاہجہان میں ایک ماتحت سردار تھا۔ اس کی بہادری سے متاثر ہو کر شاہجہان نے اسے "بابی" کا لقب عطا کیا تھا۔ لفظ میں "باب" کا معنوی مطلب دروازہ ہے اور دروازے کی حفاظت کے لیے اسی طرح "بابی" کے لفظی معنی باب یا دروازہ کی حفاظت کرنے والا بہادر سردار ہوتا ہے۔ شاہجہان نے اسے "بہادر خان" کا خطاب اور گجرات میں کچھ جاگیریں عطا کی تھیں۔

شاہجہان نے اپنے تیسرے بیٹے شہزادہ مراد کو گجرات کا صوبیدار مقرر کیا۔ اس وقت شیر خان کو اس کے ہمراہ احمد آباد بھیجا تھا اور گجرات کے تمام انتظامی امور اس کی جانب سے شیر خان طے کرتا تھا۔

شیر خان کے تیسرے بیٹے ظفر خان عرف صفدر خان نے بھی گجرات میں

مغلیہ حکومت کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی جاگیریں حاصل کی تھیں۔

ظفر خان کے بیٹے صلابت خان نے بھی گجرات اور کاٹھیاواڑ کے کئی مقامات پر مغلوں کے نائندے کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دی تھیں اور کئی نشیب و فراز سے دو چار ہوا تھا۔

صلابت خان کا بیٹا شیر خان بھی مغلوں کی طرف سے کئی مقامات پر فوجدار مقرر ہوتا رہا تھا۔ اسی دوران اس نے جوناگڑھ کے فوجدار کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔

۱۷۰۷ء میں اورنگزیب کی وفات کے بعد مغلیہ حکومت کمزور ہونے لگی تھی گجرات اور کاٹھیاواڑ میں بار بار مرہٹوں کی لشکر کشی ہوتی رہتی تھی جو دیہات پر لوٹ مار اور خونریزی کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ گجرات اور کاٹھیاواڑ کے متعدد علاقے اپنے سابق صوبیداروں کے ماتحت خود مختار ہونے لگے تھے۔ کئی مقامات پر اگرچہ اب تک مغل صوبیدار انتظام سنبھالے ہوئے تھے لیکن وہ بہت کمزور اور بے اثر ہو چکے تھے۔

راہلی کے پرچم تلے

جوناگڑھ میں بھی مغل فوجدار بدامنی اور لوٹ کھسوٹ اور رعایا کے جان و مال کی حفاظت میں ناکام رہے تھے آخر کار جوناگڑھ کے انتظامی امور میں پیش پیش دیسائی برادری کے چند رہنما اور رعایا کے نمائندے بالاسینور پہنچے اور شیر خان کو دعوت دی کہ وہ جوناگڑھ آ کر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لیں۔ شیر خان چند سال پہلے بھی جوناگڑھ میں مغلیہ فوجدار کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے تھے۔

۱۷۴۸ء میں شیر خان فوراً بالاسینور سے جوناگڑھ آ پہنچا۔ اس وقت تمام محلات اور سرکاری عمارات پر مغلوں کا قبضہ تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شیر

کی سبزی منڈی کے نزدیک املی کے درخت کے نیچے ایک چبوترے پر ان کی تاجپوشی کی۔ اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر تک جوناگڑھ کے تمام نوابوں کی غیر رسمی تاجپوشی اسی املی کے پیڑ کے تلے چبوترے پر کی جاتی تھی۔ اور اس کے بعد ہی محل میں اس کی رسمی تاجپوشی ہوتی تھی۔[1]

شیر خان نے بہادر خان کا نام اختیار کر کے جوناگڑھ میں بابی خاندان کی حکومت کی ابتدا کی۔ اس کی زندگی کے باقی دس سال اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی خاطر مسلسل جنگ و جدل میں گذرے۔ اسے گونڈل (GONDAL) کے راجا ہالوجی اور اپنے ناگر برہمن دیوان دلپت رام کا بہت تعاون حاصل تھا دلپت رام کے بعد بھی ایک سو سال سے زائد عرصے تک ناگر برہمن ہی جوناگڑھ کے دیوان مقرر ہوتے رہے اس کے بعد بھی ۱۹۴۷ء تک ریاست کے اس بلند ترین عہدے پر ہندوؤں کو مقرر کیا جاتا رہا۔ یہ سب ہندو اور خصوصاً ناگر برہمن بابی خاندان کے بہت وفادار رہے تھے۔ ریاست کے خلاف کسی مہم میں انہوں نے کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔

رادھن پور۔ بالاسینور۔ بانٹوا:۔

بہادر خان نے ۱۷۴۸ء میں جوناگڑھ کے علاقے میں بابی خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس سے چند دہائیوں پہلے بابی خاندان کی دیگر تین ریاستیں وجود میں آ چکی تھیں۔ صلابت خان کے چچازاد بھائی شمالی گجرات میں رادھن پور بالاسینور میں اپنی حکومت قائم کر چکے تھے ۱۹۴۷ء میں رادھن پور کا رقبہ ۱۱۵۰ مربع میل اور آبادی پچھتر ہزار کی تھی بالاسینور کا رقبہ ۱۸۹ مربع میل اور آبادی تقریباً پچپن ہزار تھی۔

اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں بانٹوا چند جھگیوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ ۱۷۳۳ء میں بہادر خان کے دو بھائی دلاور خان اور سردار خان

۱۔ شمبھو پرشاد دیسائی "جوناگڑھ" (جوناگڑھ سنہ ندارد)

اپنے خاندان اور سپاہیوں کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوئے۔ مانا وودر اس کے قریب واقع تھا۔ بعد میں دونوں بھائیوں نے بٹوارہ کر لیا اور بانٹوا نودر آور خان کے حصے میں آیا جبکہ دلاور خان کے حصے میں مانا وودر اور بانٹوا کا درجہ حاصل تھا اس کا رقبہ ۱۰۱ مربع میل اور آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔ بانٹوا مشترکہ عملداری کا تعلقہ تھا اور اس کے زیادہ تر انتظامی امور ریاست جوناگڑھ طے کرتی تھی ۱۹۲۱ء میں اس کی آبادی تقریباً پچیس ہزار تھی۔

دیوان امرجی:۔

بہادر خان کا انتقال ۱۷۵۸ء میں ہوا۔ اب اس کا بیٹا مہابت خان اول تخت نشین ہوا۔ اسکی حکومت کے ابتدائی دور میں اس کے رشتے کے بھائیوں، جو کہ بانٹوا کے تھے ان کے ساتھ اس کی خانہ جنگی ہوگئی۔ گونڈل کے راجا کمبھاجی نے مہابت خان کو ان کی مشکلات سے نجات دلائی۔ مہابت خان نے اس کے صلے میں کمبھا کو اپلیٹہ (UPLETA) کا تعلقہ دے دیا۔

۱۷۷۴ء میں مہابت خان کے انتقال کے بعد اس کا تیرہ سالہ بیٹا حامد خان تخت نشین ہوا۔ مہابت خان اور اس کے بعد حامد خان کے حکومت میں امرجی کنور جی نامی ایک ناگر برہمن جوناگڑھ کا دیوان تھا۔ امرجی کو کاٹھیاواڑ کی تاریخ کا عظیم ترین دیوان مانا جاتا ہے اس نے ریاست جوناگڑھ کے رقبہ میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطانی اور مغلیہ دور حکومت میں دوسری ریاستوں سے وصول کی جانے والی زور طلبی یعنی خراج بھی دوبارہ وصول کرنا شروع کر دیا تھا مگر صرف تینتالیس سال کی عمر میں بعض دیگر عظیم سیاستدانوں کی طرح آخر کار ریاست جوناگڑھ کا یہ سب سے وفادار اور عظیم ترین دیوان بھی قاتلوں کے خنجر کا شکار بن گیا۔

اس کے چند سال بعد اس کے دو بیٹے دیوان رگھوناتھ جی اور دیوان رنچھوڑ جی بھی کئی سال تک دیوان کی حیثیت سے ریاست کی خدمات انجام دیتے

رہے تھے۔ ان میں دیوان رنچھوڑ جی بڑے عالم تھے۔ انہوں نے تاریخ، تہذیب وغیرہ کے موضوعات پر فارسی میں جو کہ اس وقت کی زبان تھی، ۲۰ کتابیں تصنیف کی تھیں۔

نواب حامد خان کی وفات کے بعد بہادر خان ثانی سنہ ۱۸۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ دیوان رنچھوڑ جی کی تصنیف "تاریخ سورٹھ و ہالار" کے مطابق سنہ ۱۸۲۰ء میں بہادر خان ثانی کی ایک شادی کچھ کے راجا "رابھا رمل جی" کی بہن قیصر بائی کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ شادی کے چار سال بعد سنہ ۱۸۲۴ء میں قیصر بائی کا انتقال ہو گیا۔ ۲؎

انگریزوں کے ساتھ معاہدہ۔

حامد خان کے دور حکومت میں بڑودہ (BARODA) کا راجا گائیکواڑ گجرات کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بھی کچھ علاقوں پر قابض تھا۔ حامد خان کے دور حکومت سے ہی جوناگڑھ اور گائیکواڑ کے درمیان جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں سنہ ۱۸۰۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج مہاراجہ فتح سنگھ راؤ (FATEH SINGH RAO) کے ساتھ کاٹھیاواڑ میں داخل ہوئی۔ اس کے چند سال بعد ہی خصوصاً کرنل واکر (COLONAL WALKER) کی کوششوں سے کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ (KATHIAWAR POLITICAL SETTLEMENT) کے نام سے مشہور ہوا۔ اس معاہدے کی وجہ سے جوناگڑھ کو کاٹھیاواڑ کی اہم ترین ریاست کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور اس کو دوسری ریاستوں سے نذرانہ وصول کرنے کا حق دیا گیا۔ ساتھ ہی ریاست جوناگڑھ کی طرف سے انگریزوں اور گائیکواڑ کو دی جانے والی سالانہ رقومات طے کی گئیں۔

۲؎ دیوان رنچھوڑ جی "تاریخ سورٹھ و ہالار" صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶

۱۸۱۳ء کے اس معاہدے کے تحت ریاست جوناگڑھ انگریزوں کو سالانہ
اٹھائیس ہزار تین سو چورانوے (۲۸۳۹۴) روپے خراج دیتی رہی اور بڑودہ
کے گائیکواڑ کو بھی سینتیس ہزار دو سو دس روپے (۳۷۲۱۰) روپے کا سالانہ خراج دیتی
رہی اس کے عوض ریاست جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ کی ۱۴۴ ریاستوں اور تعلقوں سے وصول
سے بطور زور طلبی بانوے ہزار چار سو اکیس (۹۲۴۲۱) روپے سالانہ وصول کرتا
رہا۔ [3]

ابتدا یہ رقومات ۱۸۱۳ء میں طے کی گئی تھیں اس کے بعد بھی باوجود یہ کہ
روپے کی قیمت میں بہت بڑی تبدیلی کے تقریباً ڈیڑھ صدی یعنی
۱۹۴۷ء تک ان رقومات میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

ریاست جوناگڑھ بابی حکومت کے ابتدائی دور میں کافی وسیع تھی لیکن
اس وقت کی متزلزل سیاسی صورت حال کے باعث اس کے رقبہ میں تبدیلیاں
ہوتی رہتی تھیں۔ انہی تبدیلیوں کے باعث اُپلیٹا کا علاقہ گونڈل کے ماتحت اور
امریلی اور کوڈینار کے علاقے گائیکواڑ کے ماتحت چلے گئے تھے۔ ۱۸۱۳ء
کے بعد اس کے رقبہ میں کوئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لیکن اس سے قبل ہونے
والی تبدیلیاں کے باعث ریاست جوناگڑھ کی جغرافیائی حالت کافی عجیب و غریب
ہو گئی تھی۔ اس کے کچھ تعلقے تحصیلیں اور گاؤں جو کہ ریاست جوناگڑھ کی علمداری
میں آتے تھے۔ ریاست کی علاقائی حدود سے بہت دور دیگر ہندو ریاستوں
سے چاروں اطراف سے گھرے ہوئے تھے۔ اسی طرح دیگر ریاستوں کے گاؤں
اور تحصیلیں ریاست جوناگڑھ میں واقع تھے اور چاروں اطراف سے ریاست
جوناگڑھ سے گھرے ہوئے تھے اس کے باوجود حکومت برطانیہ کی بالادستی کی

---

[3] ٹائمز آف انڈیا ڈائرکٹری ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۲۴
شمبھو پرشاد دیسائی "جوناگڑھ اور گرنار" صفحہ ۲۳۹

وجہ سے ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا فساد نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر قسم کا کاروبار بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا تھا۔

کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ کے بعد پورے کاٹھیاواڑ میں تمام تر چھوٹی بڑی ریاستوں کے درمیان جنگ وجدل کا مکمل خاتمہ ہوگیا۔ بیشک بہت سے راجا اپنی ریاستوں میں بڑے ظلم وستم کے ساتھ حکومت کرتے تھے مگر وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی بدامنی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس دور میں کسی بھی ریاست کی سرحدیں تبدیل نہ ہوئیں۔ اس معاہدے کی وجہ سے امن امان کے ایک نئے دور کی ابتداء ہوئی جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

ترقی پسند نوابین:۔

بہادر خان ثانی نے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۴۰ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد تخت نشین ہونے والے نواب حامد خان ثانی ۱۸۵۱ء میں صرف ۲۳ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اس کا بھائی مہابت خان ثانی صرف ۱۴ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔

اس کے ۳۱ سالہ دور حکومت میں کابینہ کا موجودہ طریقہ عمل میں آیا۔ کچھ وزراء مقرر کیے گئے اور ہر ایک وزیر کے سپرد علیحدہ علیحدہ شعبے کئے گئے انہوں نے جوناگڑھ شہر میں بہت سے ترقیاتی کام کرائے اور شہر کو چوڑی سڑکوں، باغ، باغیچے اور عمدہ عمارتوں سے آراستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ دوسری کئی اصلاحات بھی عمل میں لائی گئیں۔

نواب مہابت خان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے "سر" کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ جو ان کے بعد کے نوابین کو بھی ملتا رہا۔

۱۸۸۲ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹا بہادر خان جی سوئم تخت نشین ہوئے۔ وہ بڑے علم دوست انسان تھے انہوں نے ریاست میں تمام طلباء کے لئے میٹرک تک کی تعلیم مفت دینے کا انتظام کیا۔ ریاست جوناگڑھ کی طرف سے ہندوستان کی مختلف تعلیم گاہوں کو بڑی رقومات کے عطیات دیئے گئے تاکہ ریاست کے باہر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے طلباء کو ان تعلیم گاہوں میں باآسانی داخلہ مل سکے ۱۸۸۸ء میں ریاست جوناگڑھ میں ریلوے کی آمد ہوئی۔

ان کے بعد ۱۸۹۱ء میں تخت نشین ہونے والے نواب رسول خان جی بھی علم کے بڑے دلدادہ اور ترقی پسندوں کے علاوہ صوفیانہ خیالات کے حامل تھے وہ ہر مذہب و فکر کے عالموں، پیروں، فقیروں، سادھوؤں، سنتوں کے ساتھ اپنا زیادہ تر وقت گذارتے تھے۔ انہوں نے ریاست میں شراب اور عصمت فروشی پر مکمل پابندی عائد کر دی تھی۔ ان کے والد کے وقت میں شروع ہونے والے بہت سے منصوبے ان کے اپنے دور میں مکمل ہوئے۔

داتار کی یاد میں:۔

بہادر خان سوئم کے دور حکومت میں جمیل شاہ داتار کی خدمت خلق کی یاد میں داتار کے پہاڑ کے دامن میں "پرنس البرٹ لپروسی ہاسپٹل (PRINCE ALBERT LEPROSY HOSPITAL) کی تعمیر ہوئی۔ اس کا سنگ بنیاد ۱۸۹۰ء میں برطانیہ کے پرنس آف ویلز شہزادہ البرٹ وکٹر (PRINCE ALBERT VICTOR) جو بعد میں شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ہوئے تھے ان کے ہاتھوں رکھا گیا تھا انہی کے دور حکومت میں ۱۸۸۹ء میں ریاست جوناگڑھ کے دیوان ہری داس نے ایک لاٹری نکالی جس میں ایک لاکھ پندرہ ہزار کے انعامات دینے کے

بعد ساڑھے تین لاکھ کی آمدنی ہوئی تھی اس رقم سے گورکھ ناتھ کی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بارہ ہزار سیڑھیاں تعمیر کرائی گئیں اس کے بعد حکومت کی طرف سے داتار کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے بھی سیڑھیاں بنانے کا کام شروع ہوا تھا اس کا افتتاح بمبئی کے گورنر ہیرس نے ۱۸۹۷ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد تین اور چوٹیوں تک پہنچنے کے لئے بھی سیڑھیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اس طرح گرنار دنیا کا سب سے زیادہ بلندی تک لے جانے والی سیڑھیاں رکھنے والا پہاڑ بن گیا ہے۔

ریاست جوناگڑھ میں ۱۸۶۷ء میں ریاست کی سب سے پہلی پبلک لائبریری قائم ہو چکی تھی۔ تیس سال بعد اس لائبریری کے لئے شہر کے ایک بڑے چوک پر ایک شاندار عمارت قائم کی گئی "بہادر خان جی لائبریری" کے نام سے مشہور اس لائبریری کا سنگِ بنیاد ۱۸۹۷ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ سینڈ ہرسٹ (LORD SANDHURST) نے رکھا تھا اور اس کا افتتاح ۱۹۰۱ء میں بمبئی کے گورنر لارڈ نارتھ ہارٹ (LORD NORTH HART) نے کیا تھا اس دو منزلہ عمارت میں ایک وسیع عجائب گھر بھی بنایا گیا ہے اس لائبریری میں اردو، فارسی، عربی، سنسکرت کے علاوہ دیگر کئی زبانوں کی بائیس ہزار تصانیف کا خزانہ موجود ہے جس میں سے اکثر کتابیں بیش بہا اور نایاب قسم کی ہیں۔

بہاء الدین کالج :-

نواب رسول خان جی کے دورِ حکومت کی سب سے اہم ترین یادگار بہاء الدین کالج کا قیام ہے۔ شیخ بہاء الدین تین نوابوں کے دورِ حکومت میں وزارت کے فرائض انجام دے چکے تھے انہوں نے خود کسی قسم کی باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی

لیکن پھر بھی وہ بڑے علم دوست انسان تھے وہ بہت سخی بھی تھے۔ ان کے دورِ وزارت میں ریاست نے خصوصاً تعلیمی شعبے میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔

شیخ بہاءالدین نے ۱۸۹۷ء میں اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کئے۔ اس وقت ان کے دوستوں اور بہی خواہوں نے ساٹھ (۶۰) ہزار روپے کی رقم اکٹھا کر کے ان کے یادگار قائم کرنے کے لیے ان کے سپرد کی۔ شیخ بہاءالدین نے اس میں اپنی طرف سے بیس (۲۰) ہزار روپے کا اضافہ کر کے پوری رقم حکومت کو سونپ دی۔

ریاست نے اس رقم میں اپنی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے ملا کر یہ رقم دو لاکھ تیس ہزار روپے تک پہنچا دی اور اس فنڈ سے بہاءالدین کالج تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا سنگِ بنیاد ۱۸۹۷ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کرنل جے۔ ایم۔ ہنٹر (COL.J.M.HUNTER) کے ہاتھوں رکھا گیا اور اس کا افتتاح ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن (LORD CURZON) کے ہاتھوں ۳ نومبر ۱۹۰۰ء کے روز ہوا۔

بہاءالدین کالج برصغیر کی اوّلین مسلم کالجوں شمار ہوتا ہے۔ یہ کالج خصوصاً مغربِ ہند کی سب سے پہلی مسلم کالج ہے۔ اس میں اندرونِ ریاست اور بیرونِ ریاست کے مسلمان طلباء سے فیس لینے کی بجائے ان کو اسکالرشپ دی جاتی تھی۔ ساتھ ہی رہائش اور دیگر سہولتیں بھی مہیا کی جاتی تھیں کاٹھیاواڑ اور گجرات کے علاوہ دیگر علاقوں خصوصاً سندھ کے کئی طلبا اس کالج سے مستفید ہوتے تھے سندھ کے متعدد سیاستدان اور دانشوروں نے بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔

کالج میں مسلمانوں کے لئے اتنی سہولتیں مہیا ہونے کے باوجود کالج کے طلباء میں صرف دس سے ۱۵ فیصد مسلمان طلباء تھے۔ طلباء کی بڑی اکثریت ہندوؤں

پر مشتمل تھی اس میں سے پچیس (۲۵) فیصد طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

شیخ بہاؤالدین وہ خوش نصیب انسان تھے جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اس یادگار کو پایۂ تکمیل تک پہنچتے دیکھا۔

اس کے چند سال بعد ۱۹۱۲ء میں تقریباً (۸۰) اسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ریاست میں مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ہر ممکن سہولتیں مہیا ہونے اور ان کی حوصلہ افزائی کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت تعلیم کی طرف مائل نہ تھی جبکہ ہندوؤں کی اکثریت تعلیم کی طرف راغب تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ راج محل کے چند نزدیکی عہدیداروں کے سوا ریاست کے تقریباً ہر اعلیٰ سرکاری عہدوں پر ہندو علمدار قابض تھے اس کے علاوہ معمولی درجہ کی ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔

نواب مہابت خان جی:۔

ریاست جوناگڑھ کے نویں نواب مہابت خان جی کی پیدائش ۲ اگست ۱۹۰۰ء میں ہوئی۔ ان کے والد نواب رسول خان جی کا ۱۹۱۱ء میں انتقال ہونے کے بعد وہ صرف گیارہ سال کی عمر میں ریاست جوناگڑھ کے حکمران بن گئے تھے لیکن ان کی کم سنی کی وجہ سے حکومت برطانیہ کی جانب سے ریاست کے امور سنبھالنے کے لئے ایک انگریز ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تھا۔ نواب مہابت خان جی ۱۹۱۳ء میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے لیکن پہلی جنگ عظیم کے بادل منڈلانے کی وجہ سے وہ ایک سال بعد ہی وطن واپس آگئے۔ اور اجمیر کی ایک تعلیم گاہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے ۱۹۱۸ء میں وہ جوناگڑھ واپس آگئے ۱۹۲۰ء میں ان کے

سن شعور تک پہنچتے ہی ریاست کی باگ ڈور ان کے سپرد کر دی گئی۔

مہابت خان جی کے دور حکومت میں بیسویں صدی کی موجودہ ترقی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اور ریاست جوناگڑھ بھی بہت سے شعبہ ہائے زندگی میں خاصی ترقی کرنے لگی تھی۔ تعلیم اور انتظامی شعبوں میں نواب رسول خان جی اور ایڈمنسٹریٹر کے دور میں کی گئی اصلاحات کو اور ترقی دی گئی تھی۔

ترقی اور اصلاحات:۔

ریاست میں اس کی اپنی نجی ملکیت کی دو سو تیس میل طویل ریلوے لائن تھی اس کے علاوہ بیرون ریاست ایک اور ریلوے لائن میں اس کا ۳/۷ حصہ تھا ریاست کے بیشتر علاقوں میں پکی سڑکیں تھیں اور ریاست کے کسی بھی حصہ میں بذریعہ کار بہ آسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ ریاست میں ۱۸۶۳ء سے اس کی اپنی نجی اندرونی پوسٹل سروس شروع ہو چکی تھی جو انڈین پوسٹل یونین (INDIAN POSTAL UNION) کے ساتھ ملحق تھی۔

گیر (R.A.) کے جنگل میں پائی جانے والی بیش بہا نباتات اور جڑی بوٹیوں کا ایک میوزیم (MUSEUM) اور تجربہ گاہ شہر کے ایک خوبصورت محل موتی باغ میں قائم کی گئی تھیں۔ پوری ریاست میں خالص گھی استعمال کیا جاتا تھا اور ڈالڈا اور بناسپتی گھی کی درآمد پر پابندی عائد تھی گیر کے جنگل میں شکار کے لیے ہند کے وائسرائے سے لے کر چھوٹے بڑے بہت سے حکمران جوناگڑھ آتے رہتے تھے۔ نواب صاحب خود بھی شکار کے بہت شوقین تھے۔

ان وجوہات کی بنا پر جوناگڑھ کی رعایا بابی خاندان کی بہت وفادار تھی ہندوؤں کو ریاست میں شاید ہی کوئی تکلیف ہوگی۔۔ انتظامیہ پر بھی ہندوؤں

کا کنٹرول تھا۔ خصوصاً ریاست کے دیوان، سپہ سالار اور دوسرے اعلیٰ عہدوں پر ناگر برہمن بڑی تعداد میں فائز ہوتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے وہ بابی خاندان کے بہت وفادار تھے۔

تجارتی خوشحالی:۔

بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں کاٹھیاواڑ کے میمن تجارت کے لئے پورے ہندوستان میں دور دور تک پہنچ چکے تھے۔ ان میمن تاجروں اور سوداگروں کی بڑی تعداد کاٹھیاواڑ کے چھ سات شہروں میں رہائش پذیر تھی ان میں ریاست جوناگڑھ کے شہر بانٹوا (BANTVA) اور کتیانہ (KUTIYANA) پیش پیش تھے اور ان کے ساتھ ہی دھوراجی (DHORAJI) اور جیت پور (JETPUR) میمنوں کی دولتمندی اور سخاوت کے اہم ترین مراکز تھے۔ خصوصاً بانٹوا کی دولت کے بارے میں بہت سے مبالغہ آمیز قصے مشہور کئے گئے تھے اور وہ قصے ۱۹۴۷ء میں بانٹوا کی بربادی کے بعد بھی کاٹھیاواڑ کے لوگوں کے ذہن سے مٹ نہ سکے تھے۔ بانٹوا کی تباہی کے تقریباً پچیس سال بعد بانٹوا کے ایک ہندو وکیل نے اپنی مرتب کردہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ

"بانٹوا میں تین ارب پتی اور ۲۰ کروڑ پتی تھے جبکہ لکھ پتی تو گلی گلی میں تھے۔" [1]

اس بات میں بہر حال اتنی صداقت ہے کہ بانٹوا میں چھ سات کروڑ پتی

---

[1] نکوم: بانٹوا ڈائرکٹری: صفحہ ۴۸

اور تقریباً پچیس لکھپتی تھے۔ ۱؎

اس قسم کی ایک دو مبالغہ آمیز باتوں کو الگ رکھتے ہوئے ۱۹۴۰ء کے بعد بانٹوا کے میمنوں کی تجارتی شان و شوکت کی عطا کی ہوئی حسب ذیل باتیں زیادہ ترصحیح ہیں۔

بانٹوا کے میمن اس وقت کاٹھیاواڑ کے علاوہ اس کی اہم تجارتی منڈیوں کرناٹک، ستارا، سانگلی، میسور، ہوبلی، دھارواڑ، کلکتہ، بیلگام، بمبئی مدراس کے علاوہ آندھرا، بنگال، سندھ، پنجاب، اڑیسہ، جنوبی ہند وغیرہ کی تجارتی منڈیوں میں اپنی شاخیں قائم کر چکے تھے۔ وہ سیلون، ملایا، انڈوچائنا وغیرہ جیسے سمندر پار ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنا تجارتی دائرہ کار وسیع کرنے کے لیے جاتے تھے۔ کتنے ہی تجارتی اداروں کی ایک سو سے زیادہ شاخیں بیک وقت مختلف مقامات پر تھیں۔ اس وقت صوبہ مدراس کی نصف تجارت آدم حاجی پیر محمد (موجودہ آدم لمیٹڈ) حسین قاسم دادا (موجودہ دادا لمیٹڈ) اور حاجی حبیب پیر محمد (موجودہ ارگ لمیٹڈ) ان تین تجارتی اداروں کے ہاتھ میں تھی۔

ہندوستان کی بڑی بڑی صنعتوں کی اہم ایجنسیاں بانٹوا کے تاجروں کے ہاتھ میں تھیں۔ ہندوستان ویجیٹبل، ویسٹرن انڈیا ماچس کمپنی، ٹاٹا آئل، برما آئل اسٹینڈرڈ ویکیوم، کالٹیکس کے علاوہ چند غیر ملکی سگریٹوں کی ایجنسیاں بھی انہی کے پاس تھیں۔ ہندوستان کی بیرونی تجارت میں بانٹوا کے تاجر اہم مقام رکھتے تھے برما جو اس وقت ہندوستان سے ملحق تھا۔ وہاں سے برآمد کئے جانے والے لاکھوں ٹن چاول کی برآمد کا [illegible] حصہ بانٹوا کے ایک تاجر کی معرفت برآمد ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے درمیان حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کے بڑے بڑے درآمد کنندگان کی ایک فہرست ترتیب

۱؎ مسلم بلیٹن ۹ جون ۱۹۴۷ء

کی گئی اس میں ہندوستان کے چھ سب سے بڑے برآمد کنندگان کے نام شامل تھے جن میں سے تین بانٹوا کے تاجر تھے[1]

کتیانہ کی خوشحالی:۔

کتیانہ بھی ریاست جوناگڑھ میں میمنوں کی خوشحالی کا ایک شہر تھا۔ اس کی آبادی تیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں سے پچیس (۲۵) ہزار مسلمان تھے اور ان میں بھی میمنوں کی اکثریت تھی جو بیسویں صدی کی ابتداء سے تجارت کے لئے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور برما، سیلون اور افریقہ تک پہنچ گئے تھے ان کی تجارتی کاوشوں کے سبب کتیانہ جو کچھ عرصہ پہلے آٹھ دس ہزار نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا قصبہ تھا وہ اب تیس ہزار کی آبادی پر مشتمل کافی وسیع اور خوشحال شہر بن گیا تھا۔ میمن رؤساء کی فیاضانہ سخاوتوں اور میمن رضا کاروں کے خدمت خلق کے جذبے کے جوش و خروش نے پورے کتیانہ کی شہری زندگی کو ایک نیا روپ دے دیا تھا۔ میمنوں نے وہاں پر ایک ہائی اسکول، تعلیم گاہیں، مطب، مسافر خانوں جماعت خانوں، کتب خانوں، باغ، واٹر ورکس وغیرہ جیسے فلاحی اداروں کو تعمیر کرکے کتیانہ کو کاٹھیاواڑ کے چند ترقی یافتہ شہروں کی صف میں لا کھڑا کر دیا تھا[2]

بانٹوا اور کتیانہ کے علاوہ دھوراجی، جیت پور، پور بندر، اُپلیٹا، وتھلی وغیرہ کے شہروں میں بھی بڑے بڑے میمن تاجر رہتے تھے اور وسیع و عریض تجارتی کنٹرول اور خوشحالی کے علاوہ فیاضانہ سخاوتوں کے لئے بھی مشہور ہو چکے تھے۔

ریاست کی تجارتی خوشحالی میں میمنوں کے علاوہ ہندو، بنئے اور لوہانہ

---

[1] بانٹوا ڈائریکٹری صفحہ ۲۶ تا ۲۸

[2] کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا دس سالہ مجلہ صفحہ ۳۵، ۳۶

تاجروں کا بھی کچھ حصہ رہا تھا۔

ان تمام تجارتی برادریوں کی طرف سے بڑی تعداد میں تعلیم گاہیں، مطب زچہ خانہ، مذہبی مقامات اور دیگر فلاحی ادارے کام کرتے تھے اور ہر فرد بلا تخصیص قوم و مذہب ان سے مستفید ہوتا ہے۔

صنعت کاری کی ابتداء:۔

اس وقت تک چند مسلمانوں ہندوستان کے مختلف حصوں میں کچھ صنعتیں قائم کر چکے تھے۔ ان میں کاٹھیاواڑ کے میمن پیش پیش تھے ۱۹۴۵ء میں انہوں نے ایک ایسی صنعت کی ابتداء کی جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سب سے مشترکہ صنعتی منصوبہ تھا۔ اس مشترکہ منصوبے کو کاٹھیاواڑ انڈسٹریز (KATHIWAR INDUSTRIES) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کے بانی برما کی صنعت میں اہم کردار ادا کرنے والے سیٹھ لطیف ابراہیم باوانی تھے۔ ۱۹۴۳ء میں انہوں نے اس مشترکہ منصوبے کے لئے بہت تگ و دو کی اور اس کے لئے تمام بڑے میمن تاجروں سے رابطہ قائم کیا۔ ؎

جناب لطیف ابراہیم باوانی کی کوششوں سے ۱۹۴۵ء کی ابتداء میں کاٹھیاواڑ انڈسٹریز ایک کروڑ روپے کے منظور شدہ سرمایے سے قائم کی گئی اس کے چیئرمین ان کے بڑے بھائی اور معروف صنعت کار جناب احمد ابراہیم باوانی تھے اس کے زیادہ تر ڈائریکٹرز بھی میمن تھے نواب مہابت خان جی بھی اس صنعت منصوبہ کے سرپرست تھے

انڈسٹریز کے لئے بطور منیجنگ ایجنٹ کام کرنے کے لئے ولی عہد دلاور خان جی کے نام سے "دلاور سنڈیکیٹ کے نام سے ایک کمپنی قائم کی گئی۔

؎ الحاج لطیف ابراہیم باوانی" (میمن عالم کا باوانی نمبر ستمبر ۱۹۶۰ء)

اس منصوبے کے لئے ریاست جوناگڑھ کے چورواڑ علاقے میں تین دس مربع میل کا پلاٹ حاصل کیا گیا اور وہاں پر پوٹری ورکس دھتی کے برتن بنانے اور سالٹ ورکس کی مشنری نصب کرکے پیداوار کی ابتدا کردی گئی۔ [9]

بعد میں وہاں ویجیٹیبل کا ایک بڑا پلانٹ نصب کرنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ اس وقت برصغیر کا بٹوارا ہو گیا۔ اور ریاست جوناگڑھ زبردستی ہندوستان میں شامل کردی گئی۔ اور کاٹھیاواڑ انڈسٹریز کی تمام ترمشینری وغیرہ حکومت نے ضبط کرلی۔ [10]

ذاتی کردار :-

نواب مہابت خانجی کو شکار کا بہت شوق تھا وہ گیر کے جنگل کے درختوں اور نباتات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ گیر کے جنگل کے درختوں کی حفاظت کے لئے انہوں نے بہت سخت قوانین نافذ کئے تھے انہیں افزائش حیوانات میں کافی دلچسپی تھی۔ ریاست جوناگڑھ کے سرکاری فارم کے جانور بمبئی کی مویشیوں کی نمائش میں بہت دفعہ اعلیٰ انعامات حاصل کر چکے تھے۔ نواب صاحب کو اعلیٰ نسل کے کتے اور گھوڑے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ وہ ڈرامہ کے بھی بڑے شوقین اور فیاض قدردان تھے۔ نواب صاحب سگریٹ نوشی نہیں کرتے تھے اور سگریٹ نوشی کرنے والوں کو اپنے نزدیک بھی نہ آنے دیتے تھے۔

عدالتی نظام :-

ریاست میں اعلیٰ قسم کا عدالتی نظام رائج تھا۔ اس میں مختلف اوقات میں

---

[9] مسلم گجرات ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء

[10] مسلم گجرات ۹ جنوری ۱۹۴۸ء

سرفیروز شاہ جیتہ ، سرچیمن لال ، سیتل واڈ وغیرہ جیسے بہت سے غیر مسلم اور نامور قانون دان بطور جسٹس ریاست جوناگڑھ میں خدمات انجام دے چکے تھے۔

نظامِ حکومت :-

نواب مہابت خانجی ایک خود مختار حاکم ہونے کے باوجود ایک آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ریاست میں بہت عرصے سے وزارتی طرزِ حکومت رائج تھا۔ اس وزارت کو "اسٹیٹ کونسل" (STATE COUNCIL) اور اس کے ارکان کو "ممبر" (MEMBER) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اور اس کا سربراہ دیوان یعنی وزیراعلیٰ ہوتا تھا۔ ہر وزیر کے پاس کچھ مقررہ دفاتر ہوتے تھے ان کے اختیارات میں نواب کسی بھی طرح کی دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ ان کی تقرری بغیر کسی مذہبی وقومی تعصب کے صرف قابلیت کی بنیاد پر کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں اسٹیٹ کونسل کے سب سے سینئر ممبر شیودت رائے مانکڈ (SHIVDUT RAO MANKAD) تھے اسٹیٹ کونسل کے علاوہ ایک ایڈوائزری کونسل (مجلس شوریٰ) بھی ہوتی تھی جس میں بغیر کسی تعصب کے سماجی رہنما تاجروں ، دانشوروں ، جاگیرداروں اور زمینداروں کے نمائندے مقرر کئے جاتے تھے۔ اس ایڈوائزری کونسل کی میٹنگ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا اور کسی اہم موضوع پر رائے عامہ جاننے کے لئے ہی اس کی میٹنگ بلائی جاتی تھی۔

جوناگڑھ شہر میں کافی سالوں سے میونسپل کمیٹی قائم ہوچکی تھی اس کے ممبروں کا بھی تقرر کیا جاتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کے آخری چیئرمین اردو کے مشہور ادیب قاضی احمد میاں اختر تھے۔ دیگر مقامات پر مقامی مسائل حل کرنے کے لئے پنچائتیں مقرر کی جاتی تھیں اس کے علاوہ ہر برادری میں اس کے ایک

رہنما کو "سرکاری پٹیل" کا عہدہ دیا جاتا تھا اس کے فرائض میں برادری کے جھگڑے آپس میں نمٹا دینا اور اگر وہ جھگڑے عدالت تک پہنچیں تو اس میں عدالت کی غیر جانبدارانہ رہنمائی کرنا بھی شامل تھا۔

ریاست میں کوئی سیاسی جماعت نہ تھی ۱۹۳۱ء میں کانگریس کے اگسانے "جونا گڑھ پرجا منڈل" قائم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ ادارہ تھوڑے ہی عرصے میں غیر فعال ہو گیا۔ مسلمانوں کا ایک ادارہ "جمعیت مسلمانانِ جونا گڑھ" تھی۔ اس کی ایک اہم بنیاد ریاست کی ملازمتوں میں مسلمانوں کی بہت کم تعداد کے بارے میں تھی۔ اس جمعیت کے بانی ریاست کے مشہور ماہر تعلیم جناب اسٰعیل ابراہانی (ABRAHANI) تھے۔ جو بعد میں ریاست کے وزیر تعلیم بھی رہے تھے۔ جمعیت چند خصوصی موقعوں پر تقاریب منعقد کیا کرتی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں اس کے صدر قاضی احمد میاں اختر تھے اور اعزازی سیکریٹری جناب احمد یوسف خانانی (اختر) تھے۔ دونوں عہدیداران کے ہم نام اور ہم تخلص ہونے کی وجہ سے اعزازی سیکریٹری نے اپنی پہچان کے لئے اپنے تخلص کے ساتھ ڈگری شامل کردی اور اختر ایل۔ ایل۔ بی کے نام سے پہچانے جانے لگے

مذہبی مقامات کو امداد

۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست جونا گڑھ کے اعلیٰ ترین عہدے پر شمبھو پرشاد، دیسائی فائز رہے تھے۔ ان بیاسی سالہ بزرگ نے چند سال پہلے ایک اخباری ملاقات میں نواب مہابت خانجی کے دورِ حکومت کی کچھ باتیں تازہ کی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ نواب صاحب کے ۸۰، ۸۵ فیصد ملازم ہندو تھے وہ ہندو مذہب کے بارے میں بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ گرنار کے سادھوؤں کے لیے اناج کی بوریاں اور اشیائے خوردنی پہنچائی جاتی تھیں۔ چند مذہبی

مقامات اور ان کے مہنتوں (متولیوں) کے لئے چالیس (۴۰) گاؤں کی آمدنی وقف کردی گئی تھی۔ ۱۱

اسی طرح مسلمانوں کے مذہبی مقامات کی مستقل آمدنی کے لئے کثیر تعداد میں گاؤں وقف کر دیئے گئے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد کاٹھیاواڑ میں غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ہو گیا اور کھیتی باڑی کرنے والے کسانوں کو زمینوں کا مالک بنا دیا گیا۔ اس وجہ سے ان مذہبی مقامات کی یہ زمیندارانہ آمدنی ختم ہو گئی پھر عقیدت مندوں کی طرف سے نذرانے اور عطیات کی وجہ سے ان کی رونق پہلے کی طرح ہی قائم ہے۔

جوناگڑھ شہر میں دوپہر کے بارہ (۱۲) بجے ایک توپ داغی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سرکاری لنگر خانے کے دروازے کھول دیئے جاتے تھے۔ اور غربا اور فقراء کو کھانا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح سادھوؤں اور ہندو غرباء کے لئے ایک علیحدہ "سداورت" قائم کیا گیا تھا جہاں سے انہیں کچے اناج اور دیگر اشیائے خوردنی تقسیم کی جاتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ لنگر خانہ اور سداورت بند کر دیئے گئے تھے۔

اس طرح بابی خاندان کے دورِ حکومت میں اور خصوصاً نواب مہابت خانجی کے تقریباً سینتیس (۳۷) سالہ دورِ حکومت میں ریاست کے لوگ سکون، اطمینان اور سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لوگوں کا معیارِ زندگی بھی بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اور ادب، تعلیم اور تہذیب و تمدن میں جوناگڑھ کا نام صفِ اوّل پر آ چکا تھا۔

انتظامیہ بھی اعلیٰ معیار کی اور غیر جانبدار تھی۔ ان سب حقیقتوں کا ایک نمایاں ثبوت ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو مصنفین کی ریاست جوناگڑھ کے بارے میں لکھی

---

۱۱ ویسائی: جوناگڑھ کے نواب کی نئی پرانی باتیں۔ چترلیکھا ۹ فروری ۱۹۹۱ء

گئی کتابوں میں ملتا ہے۔ جس میں تو اپنی حکومت کے خلاف کوئی بھی شکایت یا الزام نہیں ملتا بلکہ مختلف شعبوں میں کی جانے والی ترقی کے بارے میں اظہار تفخر کیا گیا ہے۔

باب سوئم

دیسی ریاستیں

مقام اور اہمیت:۔

تقسیم ہند کے وقت ملک میں کل پانچ سو بہتر (۵۷۲) چھوٹی بڑی دیسی ریاستیں تھیں جو برصغیر کے ایک تہائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھیں اور ملک کی ایک چوتھائی آبادی اس میں آباد تھی ان میں کشمیر، حیدر آباد، میسور، جیسی ریاستیں برطانوی ہند کے کسی بھی صوبے کے برابر آبادی اور رقبہ رکھتی تھیں۔ ۵۷۲ ریاستوں میں سے تقریباً تین چوتھائی ریاستیں بہت چھوٹی تھیں اور ان کے حکمران محدود قسم کے اندرونی اختیارات رکھتے تھے۔ باقی ماندہ ایک سو چالیس (۱۴۰) ریاستیں کافی بڑی تھیں اور ان کے حکمران تاج برطانیہ کے ساتھ مختلف معاہدوں سے منسلک تھے ان معاہدوں کی رو سے دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کی ذمہ داریاں حکومت برطانیہ کے ذمہ تھیں۔ باقی تمام معاملات میں یہ حکمران مکمل طور پر خود مختار ہوتے تھے ان بڑی ریاستوں میں برطانوی ریذیڈنٹ ہوتے تھے۔ چھوٹی ریاستوں کو مختلف گروہوں میں اکٹھا کر کے ان کی ایجنسی بنادی جاتی تھی۔ اور ان پر پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا جاتا تھا ریلوے ڈاک، ٹیلی گراف اور کرنسی وغیرہ کے امور ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے مابین تعلقات کو اور بھی گہرا اور مستحکم کرتے تھے۔ چند قابل تعریف حکمرانوں

کے سوا تمام حکمرانوں کی بہت بڑی اکثریت عیش و نشاط کی دلدادہ، شہوت پسند اور ظالم تھے۔ وہ مختلف ذریعوں سے رعایا کا استحصال اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ ان حکمرانوں سے رعایا کو کوئی اُنسیت نہ تھی۔ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں حکومت برطانیہ کوئی مداخلت نہیں کرتی تھی۔ صرف وسیع پیمانے پر ہونے والی بدامنی اور لاقانونیت کی صورت وہ دخل اندازی کرتی تھی اس کے علاوہ کسی حکمران کے کم سنی میں تخت نشین ہونے کی صورت میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ناظم (ایڈمنسٹریٹر) مقرر کیا جاتا تھا۔ اور حکمران کے سن بلاغت تک پہنچنے پر تمام اختیارات حکمران کے سپرد کر دیئے جاتے تھے

چند حکمران نہایت ہی ترقی پسند تھے یہ حکمران رعایا کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکی رعایا کو کچھ ایسی سہولتیں بھی میسر تھیں جو برطانوی ہند کے رہنے والوں کو بھی حاصل نہ تھیں۔ تعلیم و تہذیب کے شعبوں میں چند ریاستیں نمایاں شہرت رکھتی تھیں۔

حکومت برطانیہ اور ریاستوں کے مابین تعلقات

انیسویں صدی کی ابتداء تک ہندوستان کا بہت بڑا علاقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت آچکا تھا۔ مغلیہ سلطنت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور پورے ملک میں ان گنت دیسی ریاستیں خود مختار ہو چکی تھیں اور آزادانہ حکمرانی کرنے لگی تھیں اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی، دیسی ریاستوں کے ساتھ جو معاہدات کرتی تھی وہ مساوات کے اصول پر مبنی تھے

۱۸۱۳ء کے ان حالات میں بہت تغیر آگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اب ہندوستان کی سب سے بڑی طاقت بن گئی تھی۔ اس وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ

معاہدات اب بھی مساوات کے اصول پر ہونے کے باوجود ان میں کمپنی کی برتری کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ ان نئے معاہدوں اب ریاستیں کمپنی کی اجازت کے بغیر جنگ یا صلح نہیں کر سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کو امن و امان کی حفاظت کے لئے کمپنی کے ماتحت علاقائی سطح پر افواج رکھنی پڑتی تھی۔ ان افواج کے اخراجات کے لئے ریاستیں کمپنی کو سالانہ نقد رقم یا مستقل طور پر کوئی علاقہ دے دیتی تھیں۔ کمپنی نے ان ہی شرائط کے ساتھ ۱۸۱۳ء میں کاٹھیاواڑ کی ایک سو تینتالیس (۱۴۳) ریاستوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جو "کاٹھیاواڑ پولیٹیکل سیٹلمنٹ" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے معاہدے راجستھان کی بیس (۲۰) اور مدھیہ پردیش کی ایک سو پینتالیس (۱۴۵) ریاستوں کے ساتھ بھی کئے گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی پالیسی۔

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر دی گئی اور حکومت برطانیہ نے براہ راست ہندوستان کی باگ ڈور سنبھال لی۔ انہوں نے ماضی میں ریاستوں کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدات کو جوں کا توں عمل میں جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں برطانوی ہند کے چند صوبوں میں الیکشن منعقد کر کے عوامی حکومتوں کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس ایکٹ میں دیسی ریاستوں کی ایک فیڈریشن قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر اس پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ ۱۹۳۹ء میں ان عوامی حکومتوں کو بھی توڑ دیا گیا تھا۔

۱۹۳۰ء کے عشرے میں کانگریس نے بہت سی دیسی ریاستوں میں ہندوؤں پر مشتمل پرجا منڈلوں اور ریاستی پریشدوں کی تشکیل کی تھی اور ان کے ذریعے ایسی عوامی نمائندگی کے لئے تحریکیں چلائی تھیں، کہ ریاستوں کی انتظامیہ میں ہندوؤں کی برتری رہے۔ ان سب تحریکوں کے روح رواں سردار ولبھ بھائی پٹیل ہے۔

۱۹۳۸ء میں بیک وقت ایک درجن کے قریب ریاستوں میں ایسی تحریکیں زور و شور سے چلائی گئیں جو تمام کی تمام ناکام رہیں۔ اس دوران راجکوٹ کی تحریک سب سے نمایاں رہا۔ راجکوٹ کاٹھیاواڑ کے وسط میں ایک چھوٹی سی ریاست تھی جہاں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کا صدر دفتر واقع تھا۔ اس تحریک میں خود گاندھی جی اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حصہ لیا تھا۔ اور اس دوران گاندھی جی نے اپنا تاریخی "مرن برت" بھی کیا تھا۔ اس وقت کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے چند غیر معروف مسلم رہنماؤں نے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ان دونوں کو اپنی شکست تسلیم کر کے مرن برت چھوڑنا پڑا۔ اس دوران غیر منقسم ہندوستان کے نقشے میں دیسی ریاستوں کو زرد رنگ سے واضح کیا جاتا تھا۔ سردار پٹیل نے اس وقت ہندوستان کے نقشے میں سے زرد رنگ کو ختم کرنا اپنی زندگی کا اہم ترین نصب العین بنالیا تھا۔

اعلان آزادی کے بعد

حکومت برطانیہ نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو آزادی دینے کے ارادے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بہت عرصہ پہلے ہی سے دیسی ریاستوں کے حکمران اپنے مستقبل کے بارے میں متفکر تھے۔ وہ گزشتہ صدی میں حکومت برطانیہ کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کا حوالہ دے کر کہہ رہے تھے کہ حکومت برطانیہ

ہندوستان چھوڑتے وقت دیسی ریاستوں سے اپنی بالادستی ختم کرکے ان کو بھی آزاد قرار دیتی جائے اور ان کو کسی بھی مقامی طاقت کے حوالے نہ کیا جائے۔ ان حالات میں دیسی ریاستیں اپنی چند مشترکہ علاقائی ریاستیں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں کاٹھیاواڑ میں بھی ایسی ہی مشترکہ ریاست قائم کرنے کی گفت و شنید ہو رہی تھی اور ریاست جوناگڑھ نے بھی اس میں شامل ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا تھا ان دنوں کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے مطالبہ کو واقعی تسلیم کرے گی۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن (LORD MOUNT BATTEN) اور ان کے پیشرو لارڈ ویول (LORD WAVELL) ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ حکومت برطانیہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کی آزادی کو کسی اور طاقت کے سپرد نہیں کیجائیگی کیبنٹ مشن سے ۱۹۴۶ء کے اعلانیہ میں بھی اسی قسم کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ اس وقت تک بھی یہ بات غیر یقینی تھی کہ مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو تسلیم کرلیا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے مطالبۂ پاکستان کے تسلیم ہونے کے ساتھ ہی دیسی ریاستوں سے متعلق حالات میں بھی بہت بڑی تبدیلیاں آ گئیں۔

۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے برصغیر کو جون ۱۹۴۸ء میں آزادی دینے کا اعلان کیا۔ اس اعلانیہ میں کہا گیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی ریاستوں سے برطانوی بالادستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسے برطانوی ہند کی وارث کسی بھی طاقت کو منتقل نہیں کی جائے گی۔ برطانوی بالادستی کے خاتمہ کے بعد ہر ریاست کلی طور پر خود مختار ہو جائے گی۔ اس اعلانیہ میں برطانوی ہند کی ایک آئین ساز اسمبلی قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی اور ہر اس کا فیصلہ ریاستوں پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ کہ وہ انڈین یونین کی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہوں یا نہیں

اس آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا مطلب بھارت میں شامل ہو جانا تھا مذکورہ اعلان کے چند ہفتوں بعد پنڈت جواہر لعل نہرو نے گوالیار میں آل انڈیا اسٹیٹس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ آئین ساز اسمبلی میں شامل نہ ہونے والی ریاست کو ملک کا دشمن قرار دیا جائے گا اور اُسے اس فیصلے کے نتائج بھگتنے پڑیں گے ہ۱

یہ دھمکی کافی مؤثر ثابت ہوئی اور بڑی تعداد میں ریاستیں آئین ساز اسمبلی میں شامل ہو گئیں۔ لیکن کسی بھی ریاست نے الحاق کا اعلان نہ کیا۔

اس کے بعد ۲ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے برطانوی ہند کے ماتحت علاقوں کی دو حصوں میں تقسیم سے دو خود مختار حکومتیں پاکستان اور بھارت وجود میں آنے والی تھیں۔

اس اعلانیے کے آخر میں دیسی ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا تھا۔

"ریاستوں کے ماضی میں حکومت برطانیہ کے سپرد کئے گئے تمام اختیارات ریاستوں کو واپس مل جائیں گے۔

ریاستوں، حکومت برطانیہ اور تاج برطانیہ کے درمیان ہونے والے تمام معاہدات ختم ہو جائیں گے اس سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے لئے ریاستیں ہندوستان میں برطانوی ہند کی وارث دو میں سے کسی بھی حکومت اور حکومتوں کے ساتھ فیڈرل اصولوں پر تعلقات قائم کر سکیں گی اور اس میں ناکامی کی صورت صورت میں وہ ان دونوں میں سے ایک یا دونوں خود مختار حکومتوں کے ساتھ خصوصی قسم کا سیاسی بندوبست کر

ہ۱ وی۔ پی۔ مینن "دا اسٹوری آف انٹی گریشن آف انڈیا اسٹیٹس" صفو نمبر ۸۰۔

سکے گی"۔ م۱

اس تاریخی اعلان کے دوسرے روز لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک اخباری کانفرنس میں ریاستوں کے بارے میں حسب ذیل مزید وضاحت کی۔

"ہندوستانی ریاستیں حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت آزاد ریاستیں تھیں۔ معاہدے کے خاتمے کے بعد وہ پھر سے اپنی آزادانہ حیثیت حاصل کرلیں گی۔ اور پاکستان یا بھارت کسی بھی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے لیے یا کوئی اور بندوبست کرنے کے لئے آزاد رہیں گی۔" م۲

بھارت کی پالیسی میں تبدیلی :۔

لیکن اس کے فوراً بعد ہی بھارتی حکام نے ان اعلانات سے یہ معنی اخذ کرنے شروع کر دیئے کہ کوئی بھی دیسی ریاست آزاد نہیں رہ سکتی اور انہیں دونوں خود مختار حکومتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے بھارت نے اپنے ساتھ الحاق کی خواہش رکھنے والی دیسی ریاستوں کو یہ یقین دلائی تھی کہ یہ الحاق صرف تین شعبوں یعنی امور خارجہ، مواصلات اور کسٹم تک ہی محدود رہے گا اور حکمرانوں کے اپنے اختیارات میں کسی قسم کی کوئی کٹوتی نہیں کی جائے گی م۳

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے الحاق کے بارے میں وضاحت کرنے کے لئے اور حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے دہلی میں حکمرانوں کی اور ان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں انہوں نے کہا کہ ریاستیں کسی بھی حکومت کے ساتھ الحاق کرنے کے سلسلے میں

م۱ چوہدری محمد علی "ایمرجنس آف پاکستان" صفحہ ۲۲۸ انٹی گریشن صفحہ ۹۶

م۲ ایمرجنس صفحہ ۲۲۸ م۳ ایمرجنس ۲۲۸ تا ۲۳۵

مکمل آزادی رکھتی ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں وہ جغرافیائی حالات کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ بمہ[۹]

پاکستانی علاقہ سے منسلک ریاستیں:۔

آزادی کے وقت پاکستانی علاقے سے سترہ (۱۷) ریاستیں منسلک تھیں جس میں جموں و کشمیر جیسی رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑی ریاست بھی شامل تھی۔

قائداعظم ایک اصول پسند آدمی تھے اور وہ اس خیال کے حامی تھے کہ کسی بھی ریاست کو مرضی کے خلاف الحاق کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ بمہ[۶]

اس وجہ سے پاکستانی علاقے سے منسلک کسی بھی ریاست پر پاکستان کی طرف سے الحاق کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ نتیجتاً ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء یعنی یوم آزادی تک پاکستان کی علاقائی حدود سے منسلک کسی بھی ریاست نے پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق نہیں کیا تھا۔

جودھپور، جیسلمیر، کپورتھلہ

پاکستان کی سندھ سرحد پر جودھپور اور جیسلمیر نامی دو راجپوتی ریاستیں تھیں آزادی کے قبل جودھپور ریلوے اپنی سرحد سے کافی دور واقع حیدرآباد سندھ تک آتی تھی۔ سندھ کے ساتھ ان ریاستوں کے قریبی تعلقات تھے۔ جودھپور کے مہاراجہ سر ہنونت سنگھ (SIR HANWANT SINGH) اپنی ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں دہلی جاکر قائداعظم سے گفت وشنید کر آئے تھے۔ اس ملاقات کے وقت جیسلمیر کے مہاراج کمار ولی عہد

بمہ[۵] ایمرجنسی صفحہ ۲۳۲

بمہ[۶] ایمرجنسی صفحہ ۲۲۸

بھی موجود تھے جودھپور کے مہاراجہ نے قائد اعظم سے الحاق کی شرائط کے بارے میں وضاحت چاہی۔ قائد اعظم نے فوراً ایک سادہ کاغذ اٹھا کر اس پر اپنے دستخط کر دیئے اور مہاراجہ سے کہا کہ آپ کو جو بھی شرائط مناسب لگیں وہ سب اس میں لکھ سکتے ہیں۔ مہاراجہ نے یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ اپنی ریاست جودھپور سے واپس آنے کے بعد اپنے آخری فیصلے سے مطلع کر دیں گے۔

مہاراجہ کے ارادہ کی خبر ملتے ہی بھارت کے ریاستی امور کی وزارت کے سیکریٹری مسٹر وی۔ پی۔ مینن (V.P.MENON) فوراً مہاراجہ کے پاس گئے اور انہیں لے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے پاس پہنچ گئے۔ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ سے کہا کہ آپ کی ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے پر قانونی نکتہ نظر سے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست جودھپور میں آبادی کی اکثریت ہندو ہے اور ریاست بھی دیگر ریاستوں کے بیچ میں گھری ہوئی ہے جن کی رعایا ہندو ہے۔ اور آپ کے اس فیصلے سے ریاست میں قومی فسادات بھی بھڑک اٹھیں گے۔ [۸]

مہاراجہ ہنونت سنگھ پر اس دباؤ کا گہرا اثر ہوا انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔

اس کے بعد جیسلمیر کی ریاست نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

مغربی پنجاب کی سرحد کے ساتھ منسلک ریاست کپورتھلہ کی آبادی میں پینسٹھ فیصد (۶۵٪) مسلمان تھے اور اس کا حکمران سکھ تھا۔ اس نے بھی اپنی ریاست کا الحاق بھارت کے ساتھ کر لیا۔

---

[۸] انٹی گریشن صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷

رادھن پور۔ پالن پور:۔

پاکستان کی سندھ کی سرحد سے منسلک رادھن پور اور پالن پور نامی دو ایسی ریاستیں واقع تھیں جن کے حکمران مسلمان تھے اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ ہندوستان کے صوبے گجرات کے شمالی حصے میں ان دونوں ریاستوں کے علاوہ بالا سینور سچن اور کھمبات نامی ریاستیں بھی واقع تھیں جن کے حکمران مسلم تھے ان میں رادھن پور اور بالا سینور کے حکمران بابی خاندان سے تھے۔ ان تمام ریاستوں نے گجرات کی بڑی ریاست بڑودہ (گائیکواڑ) کے ساتھ مل کر اپنی ایک علیحدہ یونین بنانے کا ارادہ کیا تھا لیکن آخر کار انہوں نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

صوبۂ گجرات میں واقع مسلم حکمرانوں کے ماتحت دیگر ریاستوں ٹونک (TONK) اور جنجیرہ وغیرہ نے بھی بھارت کے ساتھ الحاق کر لیا۔

سندھ کے جنوب میں واقع ریگستانی ریاست کچھ جس کا حاکم ہندو تھا اور رعایا کی اکثریت بھی ہندو تھی یہ بھارت کے ساتھ ملحق ہو گئی۔

بھاولپور، خیرپور:۔

پاکستانی علاقے کے ساتھ منسلک باقی ماندہ تمام ریاستوں کے حکمران بجز کشمیر کے مسلمان تھے اور ان کی رعایا کی اکثریت بھی مسلم تھی۔

ریاست بھاولپور کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی جس میں (۸۳٪) مسلمان تھے ریاست کے نواب اور وزیر اعلیٰ جناب مشتاق احمد گرمانی ریاست کے لئے کسی قسم کا نیم آزاد درجہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن اگست کے آخر میں پنجاب میں وسیع پیمانے پر قومی فسادات پھوٹ پڑے۔ جس نے ریاست بھاولپور پر بھی گہرے اثرات ڈالے آخر کار ریاست بھاولپور نے ۳ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق

مینن انٹی گریشن صفحہ ۱۶۹

کر لیا۔ اس کے فوراً بعد ہی پڑوسی ریاست خیر پور نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنا الحاق کر لیا۔[۹]

قلات اور دیگر ریاستیں :۔

اس کے چند ماہ بعد ہی شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ساتھ منسلک چار ریاستیں چترال، سوات، دیر اور امب بھی پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔

بلوچستان سے منسلک چار ریاستوں قلات، لسبیلہ، خاران اور مکران کا رقبہ بہت وسیع اور نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مگر ان کی کل آبادی صرف پانچ لاکھ تھی ان میں سے ریاست قلات کا ارادہ آزاد رہنے کا تھا اور اس کے حکمران خان نے ایک انگریز کو اپنا وزیر خارجہ بھی مقرر کیا تھا۔ ریاست قلات نے دیگر تینوں ریاستوں لسبیلہ، خاران، اور مکران پر مختلف دعوے اور حقوق جتانے لگی جس کے نتیجے میں ان تینوں ریاستوں نے مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اس طرح قلات تنہا رہ گیا۔ اور آخر کار اس نے بھی اسی مہینے میں پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔[۱۰]

بھارتی علاقے سے منسلک ریاستیں :۔

پاکستان کے برخلاف بھارت نے اپنے علاقے سے منسلک ریاستوں کو اپنے ساتھ الحاق کے لئے مجبور کرنے کے لئے چانکیہ (CHANAKYA) کے سیاسی اصولوں پر بھرپور عمل کیا۔ یہ اصول " سام " یعنی دلائل سے کسی کو سمجھانا " دام " کسی کو رشوت اور روپیہ دے کر اپنا ہم خیال بنانا " بھید " یعنی کسی کے خفیہ راز کو افشا

۹۔ ایر جنس صفحہ ۲۳۵ - ۲۳۶

۱۰۔ ایر جنس صفحہ ۲۳۶

کرنے کی دھمکی دینا اور "دنڈ" یعنی سخت سزا کی دھمکی دینے پر مبنی تھے ان کوششوں میں بھارتی ریاستی امور کے وزیر سردار ولبھ بھائی پٹیل (WALLABH-BHAI PATEL) اور سیکریٹری مسٹر وی۔ پی۔ مینن نے اہم کردار ادا کیا اور ان کو گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پوری بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔

نتیجتاً بھارت کے یوم آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک سوائے چند ایک کے تمام ریاستیں بھارت کے ساتھ الحاق کر چکی تھیں بھارت میں چانکیہ کے اصولوں پر جس طریقہ کار سے عمل کیا گیا اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

تراون کور، بھوپال، رام پور:۔

جنوبی ہند میں واقع ریاست تراون کور (TRAVAN KOR) کے مہاراجہ نے آزاد رہنے کے ارادہ کا اعلان کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریاست تراون کور کے وزیر اعلیٰ رام سوامی آئنگر کو دہلی بلوایا۔ اور انہیں دلائل اور دھمکیوں کے ساتھ یہ فیصلہ تبدیل کرنے پر اصرار کیا۔ مگر وزیر اعلیٰ رام سوامی اپنے فیصلے پر قائم رہے اور بعد میں وہ دہلی سے تراون کور واپس پہنچے جہاں ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ مہاراجہ نے فوراً دہلی بذریعہ تار اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا دیگر ریاستوں کے حکمرانوں پر اس واقعہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور وہ خوفزدہ ہو کر بھارت کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کرنے لگے۔[11]

صوبہ مدھیہ پردیش میں واقع ریاست بھوپال کا حکمران مسلمان تھا۔ اور اس کی آبادی میں مسلمانوں کی کافی تعداد تھی بھوپال کے نواب نے بھارت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کر دیا۔ ریاست کے مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف بغاوت کر دی نواب نے حکومت بھارت سے امداد طلب کی اور بھارت نے فوراً ہی اپنی فوج

---

[11] ایمرجنسی صفحہ ۲۳۳

ریاست بھوپال میں بھیج دیں جنہوں نے یہ بغاوت کچل دی ۱۳۲

اسی طرح رام پور میں بھی آبادی کی اکثریت ہندو تھی اور اس کا حکمران مسلمان نواب تھا۔ نواب کے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے فیصلے کے خلاف مسلم آبادی نے بغاوت کر دی۔ نواب نے حکومت بھارت سے امداد کی اپیل کی اور سردار پٹیل کے فوری حکم سے چھٹی جاٹ رجمنٹ رام پور پہنچ گئی جس نے اس بغاوت کا خاتمہ کر دیا ۱۳۳

چھتیس گڑھ کا معاملہ :۔

مدھیہ پردیش سے منسلک چھتیس گڑھ کے علاقے میں پندرہ (۱۵) ریاستیں اور صوبہ اڑیسہ میں چھوٹی بڑی چھبیس ریاستیں واقع تھیں۔ آزادی سے قبل ان میں سے بہت سی ریاستوں کے حکمران رائے پور میں اکٹھے ہوئے۔ اورانہوں نے اپنی ایک آزاد "ایسٹرن اسٹیٹس یونین" قائم کی۔ اس یونین کا ایک آئین مرتب کیا گیا۔ ایک حکمران کو اس کا سربراہ چنا گیا ایک مشترکہ پولیس کا نظام قائم کر دیا گیا اور ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء سے اس یونین نے اپنی کارکردگی کی ابتداء بھی کر دی اس یونین میں شامل نہ ہونے والی ایک ریاست "بستار" تھی جو معدنی دولت سے مالا مال تھی۔ اور وہ اپنی پڑوسی ریاست حیدر آباد کے ساتھ کسی قسم کے اقتصادی الحاق کی کوشش کر رہی تھی۔

سردار پٹیل کے لئے یہ سب باتیں فطری طور پر ناگوار تھیں۔ انہوں نے اور وی پی مینن نے ان سب حکمرانوں سے کٹک اور ناگ پور میں گفت و شنید کی۔ انہوں نے ان حکمرانوں سے کہا کہ آپ کی ریاستیں لسانی، تہذیبی، اقتصادی

---

۱۳۲ ایئر جنبس ۲۳۴

۱۳۳ ایئر جنبس ۲۳۵

اور جغرافیائی نکتۂ نظر سے آپس میں کسی بھی طرح کی مناسبت نہیں رکھتیں اور چند ریاستیں تو بہت چھوٹی بھی ہیں اس وجہ سے آپ کی یہ یونین کسی طرح بھی کارآمد ثابت نہیں ہوگی۔ اور بھارت اس کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ حکمران پھر بھی اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ اس پر سردار پٹیل نے ان کی سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ اس گفت و شنید سے کچھ عرصہ پہلے ہی کانگریس کی ریاستی برانچ پر جامنڈل ان ریاستوں میں سے دو ریاستوں میں وسیع پیمانے پر بد امنی اور فسادات برپا کر چکی تھی آخرکار حکمرانوں کو بادل نخواستہ جھکنا پڑا اور انہوں نے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

ریاستوں کے حکمرانوں کو آزادانہ گروپ مرتب کرنے کا آئینی حق دیا گیا تھا۔ اس حق کو استعمال کرنے کی یہ پہلی اور آخری کوشش اس طرح ناکام بنا دی گئی۔

گاندھی جی کو جب اس تمام معاملے کی اطلاع ہوئی تب انہوں نے کہا کہ "ان حکمرانوں کو الحاق کے لئے تیار کرنے کی کارروائی چھوٹے بچوں کو جلاب دینے کے برابر تھی۔ اس سے ان سب حکمرانوں کا ہی بھلا ہوگا" [۱۳]

تین مستثنیات:۔

اس طرح حکومت بھارت کے اپنے علاقے سے منسلک تمام ریاستوں کو اپنے ساتھ ملحق کر دینے کے بعد اب صرف تین مستثنیات باقی رہ گئی تھیں یہ تینوں ریاستیں اپنی خصوصی حیثیت رکھتی تھیں اور وہ اپنی جداگانہ تاریخ مرتب کر گئی تھیں۔ یہ تین ریاستیں حیدرآباد، کشمیر، اور جوناگڑھ تھیں ان میں سے حیدرآباد کی کہانی اپنا الگ رخ رکھتی تھیں جبکہ کشمیر اور جوناگڑھ کی

۱۳۔ انٹی گریشن ۱۵۲ تا ۱۷۱

کہانیاں اکثر مقامات پر ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں اور ایک کہانی دوسری کہانی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔

حیدرآباد پر قبضہ:-

ریاست حیدرآباد دکن کا رقبہ ۸۲۶۹۸ مربع میل اور آبادی ایک کروڑ افراد پر مشتمل تھی۔ اٹھارویں صدی میں نظام الملک نے قائم کی۔ اس ریاست کی آبادی میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ برصغیر کی آزادی کے وقت نظام میر عثمان علی نے آزاد رہنے کے فیصلے کا اعلان کیا تھا اور حکومت بھارت نے ریاست حیدرآباد کے لئے اپنے ایجنٹ جنرل کے عہدہ پر منشی کے ایم منشی کا تقرر کیا تھا۔ اس کے بعد بھارت نے ریاست میں مداخلت کے لئے مختلف حیلے بہانے تراشنے شروع کر دیئے۔

جون ۱۹۴۸ء میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان سے رخصت ہوئے۔ اس کے فوراً بعد بھارت نے حیدرآباد کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کے روز قائداعظم کا انتقال ہوا اور اس کے دوسرے دن ہی بھارت نے ریاست حیدرآباد پر حملہ کر دیا۔ پانچ دن کے مقابلے کے بعد ریاست کی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کے بعد حیدرآباد کو ریاست کے ٹکڑے کر کے انہیں ارد گرد کے بھارتی صوبوں کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ [10]

کشمیر کی کہانی:-

کشمیر برصغیر کی سب سے بڑی دیسی ریاست تھی۔ اس کا رقبہ چوراسی ہزار

---

[10] امیر جنبی صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۱

چار سو انہتر مربع میل تھا جس کی سرحد تبت، چین اور افغانستان کو چھوتی تھیں اور چین کی سرحد سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس کے چالیس لاکھ کی آبادی میں اسی فیصد مسلمان تھے اس کی بیشتر سڑکیں پاکستانی علاقے سے ملتی تھیں۔ اس کی تمام تر تجارت پاکستانی علاقے کی طرف ہوتی تھی اور اس کے تمام دریا بھی پاکستان کی طرف بہتے تھے کشمیر کے مسلمان مذہبی، تہذیبی اور سماجی اعتبار سے پاکستانی علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ گہری ہم آہنگی رکھتے تھے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے جموں و کشمیر کا پورا علاقہ ڈوگرہ سردار گلاب سنگھ کو پچھتر لاکھ روپے کے عوض بیچ دیا تھا۔ یہ ریاست پر ہندو ڈوگرہ راج اور حکومت نہایت ہی ظالمانہ دور تھا۔ ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کے حکمران تھے۔ شیخ عبداللہ ۱۹۳۱ء سے عوام کے حقوق کے لئے تحریک چلا رہے تھے اور ان کو اس میں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی۔ ۱۹۳۹ء سے وہ کانگریس اور نہرو سے بہت متاثر ہونے لگے تھے۔ اور قوم پرستانہ ذہنیت کے حامل ہو گئے تھے کشمیر میں غیر مسلم حکمران اور مسلمان رعایا کے برعکس ریاست حیدرآباد میں مسلم حکمران اور غیر مسلم رعایا تھی۔ اس وجہ سے حکومت ہند حیدرآباد کا کوئی فیصلہ ذہن میں رکھ کر کشمیر کے بارے میں اپنی کوئی پالیسی ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی وجہ سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جب کشمیر کا دورہ کیا تو لوگوں کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کے سلسلے میں غیر واضح باتیں کیں۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا یوم آزادی پوری ریاست میں یوم پاکستان کے طور پر منایا گیا۔ ۱۹

۱۹ ایضاً صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۸

باب چہارم

الحاق جوناگڑھ

نواب کی خواہش:۔

۳جون ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم کے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ اس اعلان میں دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کو غیر مشروط طور پہ یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان کے ساتھ اپنی ریاستوں کا الحاق کر سکتے ہیں۔ یا خود مختار رہ کر اپنی مرضی کے مطابق کوئی متبادل انتظام کر سکتے ہیں۔

جوناگڑھ کے بابی حکمران نواب مہابت خانجی سوئم ریاست کے انتظامی امور میں بہت کم مداخلت کرتے تھے۔ جس وقت برصغیر کے نقشے پر پاکستان وجود میں آرہا تھا۔ تب ایک مسلمان حکمران ہونے کی حیثیت سے وہ فطری طور پر اپنی ریاست کو پاکستان کے ساتھ ملحق کرنے کی خواہش رکھنے لگے۔ ان کی اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں بظاہر بہت سی مشکلات در پیش تھیں۔ ریاست جوناگڑھ سوائے اپنی سمندری سمت کے تین اطراف سے ہندو ریاستوں کے درمیان گھری ہوئی تھی جو سب کی سب بھارت سے الحاق کرنے والی تھیں۔ علاوہ ازیں ریاست جوناگڑھ کی بیشتر آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ اور انہیں دی جانے والے متعدد مراعات اور اختیارات کے باوجود اس معاملے میں ان کو بہ آسانی مشتعل کیا جاسکتا تھا۔

اس وقت ریاست جوناگڑھ کے دیوان و وزیر اعلیٰ، خان بہادر عبدالقادر محمد حسین تھے۔ وہ اس سے قبل سندھ میں ضلع شکارپور کے ڈپٹی کلکٹر رہ چکے تھے۔ ۱۹۳۰ء سے وہ ریاست کے دیوان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے ۱۹۳۶ء میں ان کو اپنی علالت کے باعث ولایت (انگلستان) جانے کی ضرورت پیش آنے لگی اب ان کو ایسے قابل اعتماد آدمی کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہونے لگی جو ان کی غیر حاضری میں ریاست کے دیوان کے فرائض سے بخوبی عہدہ برآں ہوسکے۔ سرشاہنواز بھٹو سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ اور اسی لئے ۱۹۳۶ء کے آخر میں انہوں نے سرشاہنواز بھٹو کو جوناگڑھ کی کابینہ میں شامل کر لیا تھا۔

سرشاہنواز بھٹو۔

سرشاہ نواز بھٹو کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں ضلع لاڑکانہ کے زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۶ء تک بمبئی لیجسلیٹیو اسمبلی کے رکن رہے۔ مونٹے چیمسفورڈ اصلاحات کے سلسلے میں منعقد کی گئی امپیریل کانفرنس میں انہوں نے سندھ کی نمائندگی کی تھی ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۶ء تک وہ صوبہ بمبئی کی کابینہ میں شامل رہے اور سندھ کی علیحدگی کے معاملے میں قانونی مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انہوں نے لندن کی گول میز کانفرنسوں میں بھی حصہ لیا۔ انہیں حکومت برطانیہ کی طرف سے "سر" اور چند دیگر خطابات عطا ہوئے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ کا علیحدہ صوبہ وجود میں آنے کے بعد وہ گورنر کے مشیر اعلیٰ بن گئے۔ ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں انہوں نے اتحاد پارٹی کے نائب صدر کی حیثیت سے حصہ لیا لیکن شیخ عبدالمجید سندھی کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد وہ تقریباً ایک دہائی تک بمبئی سندھ پبلک سروس کمیشن کے رکن کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے

۱۹۴۶ء کے آخر میں انہوں نے ریاست جوناگڑھ کے دیوان کی دعوت قبول کر کے جوناگڑھ کی کابینہ میں شمولیت اختیار کر لی اور اس طرح انہوں نے برصغیر کے اہم ترین تاریخ ساز دور میں سیاست کے میدان میں اپنی سیاسی کارکردگی کا دوبارہ آغاز کیا۔ بعد ازاں مئی ۱۹۴۷ء میں دیوان عبدالقادر کے علاج معالجے کے لیے ولایت روانگی پر شاہنواز بھٹو کو قائم مقام دیوان مقرر کیا گیا۔

جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق میں جن دو اشخاص نے اہم ترین کردار ادا کئے ان میں سے ایک سر شاہنواز بھٹو تھے۔ اور دوسرے اسمٰعیل حاجی محمد ابرابانی (ABRAHANI) تھے جو اس وقت ریاست جوناگڑھ کی اسٹیٹ کونسل کابینہ کے ایک اہم رکن تھے۔

قائداعظم کی یقین دہانی۔

نواب مہابت خانجی نے تمام پہلوؤں پر عمیق غور و فکر کرنے کے بعد اپنے فیصلے پر قانونی رائے لینے کے لئے بین الاقوامی شہرت یافتہ قانون دان چوہدری ظفر اللہ خان کو جوناگڑھ آنے کی دعوت دی۔ ظفر اللہ خان تین دن جوناگڑھ میں مقیم رہے۔ انہوں نے اس فیصلے کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے یہ مشورہ دیا کہ جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی راہ میں کسی طرح کی کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔[1]

اس کے بعد نواب صاحب نے سر شاہنواز بھٹو کو قائداعظم سے مشورہ لینے کے لئے نئی دہلی بھیجا جہاں انہوں نے ۱۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے ساتھ طویل گفتگو کی۔[2]

مـ۱ سانحۂ دیا از جمیل دیتی صفحہ ۱۴۳

مـ۲ مسلم [illegible] ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء

سر شاہنواز نے چند اہم معاملات میں قائداعظم سے ہدایات حاصل کیں۔ قائداعظم نے ان کو مزید یقین دہانی کرائی کہ

"پاکستان کسی طاقت کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ آپ کو فاقہ کشی پر مجبور کرے یا آپ کو ظلم و تشدد کا شکار بنائے۔ ہم تمام آپ کی امداد کریں گے ویراول کی بندرگاہ کراچی سے زیادہ دور نہیں۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ آپ ۱۵ اگست تک ہر معاملے سے علیحدگی اختیار کریں۔ اور انتظار کریں اور اس کے بعد ہی آخری فیصلہ کیا جائے"

اسلام کی خاطر قربانی:۔

شاہنواز بھٹو نے قائداعظم کے نام ایک خط میں جوناگڑھ کے حالات تفصیل سے بیان کئے تھے اور لکھا تھا کہ

"میرے خیال سے ہز ہائی نس کے اور اسلام کے اور کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں کی عزت و آبرو اور مرتبہ کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا"

دہلی کی طرف سے دباؤ:۔

اس کے بعد ہند کے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ۲۶ جولائی کو دیسی ریاستوں کے حکمران اعوان کے نمائندوں کی ایک میٹنگ دہلی میں طلب کی۔ اس کا مقصد یہ ریاست کو بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے سمجھانا اور ان پر دباؤ ڈالنا تھا۔ اس میٹنگ کے لئے جوناگڑھ کے وفد کے سربراہ دیوان عبدالقادر کے بھائی اور نواب کے آئینی مشیر خان بہادر نبی بخش تھے۔ اس وفد کے ممبران

---

۲۳ ڈاکٹر مرزا اسمعیل بیگ "جوناگڑھ" صفحہ ۱۶۳ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

۲۴ انٹی گریشن صفحہ ۱۳۹

میں وزیر قانون عبدالمجید، وزیر محصول شیو دت رائے مانکڈ اور سابق وزیر تعلیم اسمٰعیل حاجی محمد ابرانی شامل تھے۔ [1]

دہلی میں تمام ریاستوں کے نمائندگان کی لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور خود کے ریاستی امور کے سیکریٹری وی۔ پی مینن کے علاوہ ریاستی امور کے وزیر سردار ولبھ بھائی پٹیل سے بھی جدا گانہ ملاقاتیں کرائی گئیں۔ سردار پٹیل ان پر انتہائی سخت لہجہ میں بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے رہے۔ خان بہادر نبی بخش سردار پٹیل کے سخت اور دھواں دھار لہجہ سے گھبرا گئے اور جوناگڑھ پہنچ کر نواب صاحب کو بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کا مشورہ دیا مگر ریاستی کابینہ کے ارکان کی اکثریت ان سے متفق نہ ہوئی۔ [2]

خان بہادر نبی بخش کو اس کے فوراً بعد ان کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا اور ان کی جگہ جناب اسمٰعیل ابرانی کا تقرر کیا گیا۔ ساتھ ساتھ دیوان عبدالقادر جو ان دنوں رخصت پر تھے انہیں بھی ان کے عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور قائم مقام دیوان شاہنواز بھٹو کو ماہانہ ساڑھے تین ہزار روپے تنخواہ پر دیوان مقرر کر دیا گیا۔ [3]

الحاق کا اعلان۔

جناب اسمٰعیل ابرانی نے ۱۰ اگست کو کراچی جاکر قائداعظم سے ملاقات کی جہاں انہوں نے جوناگڑھ واپس پہنچ کر بتایا کہ جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرے گا۔ [4]

۱۔ مسلم ہیرالڈ ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء
۲۔ جنبہ دیچی صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۹
۳۔ مسلم ہیرالڈ ۵ اگست ۱۹۴۷ء
۴۔ ہو جوڑ الف پاریکھ " آزادی کی تحریک " صفحہ ۱۱

ہیرابانی کی واپسی کے فوراً بعد ریاست جونا گڑھ کی ایڈوائزری کونسل (مشاورتی کونسل) کی میٹنگ منعقد کی گئی۔ ہیرابانی نے اس میٹنگ میں قائداعظم کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیلات بتائیں۔ اس کے بعد کونسل نے اتفاق رائے سے جونا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کا فیصلہ کیا۔

۱۴ اگست اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اس کے پہلے ہی روز یعنی ۱۵ اگست جمعہ کے روز نواب مہابت خانجی نے اپنے اسپیشل اختیارات اور کونسل کی متفقہ رائے کے مطابق ریاست جونا گڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر باقاعدہ دستخط کر دیئے۔ اس کے دوسرے روز یعنی ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جاری کئے گئے ریاست جونا گڑھ کے باقاعدہ گزٹ (دستورالعمل) میں ریاست جونا گڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

مذکورہ اعلان حسب ذیل تھا

"گزشتہ کچھ عرصے سے حکومت جونا گڑھ کے سامنے یہ پیچیدہ اور سنگین مسئلہ غور و خوض کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کہ ریاست کا الحاق بھارت سے کیا جائے یا پاکستان سے۔ حکومت نے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ آخری فیصلہ کرتے وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ ریاست کے عوام کی خوشحالی اور فلاح کس بات پر منحصر ہے اور ریاست کی انفرادیت اور سالمیت کس طرح برقرار رکھی جا سکتی ہے۔ مسئلہ کے ہر پہلو پر غور و فکر کرنے کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان سے الحاق کر لیا جائے۔ چنانچہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ریاست جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئی ہے۔ حکومت کو امید ہے کہ رعایا اس فیصلے کا دل و جان سے خیر مقدم کرے گی۔"

جشنِ پاکستان۔

ریاست جوناگڑھ میں اس وقت جو ماحول تھا۔ اس میں کانگریسی اخبارات کے اکسانے پر خون خرابے کا اندیشہ تھا چنانچہ جوناگڑھ کے مسلمانوں کی واحد سیاسی تنظیم "جمعیت المسلمین" نے آزادی کے دن مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی جلوس یا جلسہ نہ کرنے کی ہدایت کی۔ صرف چراغاں اور دعاؤں کی اجازت دی گئی۔ چراغاں اور سجاوٹ میں کتیانہ سرِفہرست رہا۔[۹]

کتیانہ شہر کی آبادی میں غالب اکثریت میمنوں کی تھی جو سب کے سب مسلم لیگ کے پُرجوش حامی تھے۔ انہوں نے عید الفطر کے موقع پر پاکستان کی تخلیق اور جوناگڑھ کے الحاق کی تہری خوشیاں بڑے جوش وخروش سے منائیں۔ جلسے جلوس کی کی ممانعت تھی لہٰذا انہوں نے چھوٹی بڑی پارٹیاں اور قوالی کی محفلیں منعقد کرکے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ فقراء بھی موقع محل دیکھ کر اس قسم کی صدائیں دینے لگے "دے دے مائی باپ! پاکستان کی خوشی میں اللہ کے واسطے کچھ دے دے"

بانٹوا اگرچہ ریاست جوناگڑھ میں شامل نہ تھا پھر بھی بانٹوا کے مسلمان نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کی خوشی شایانِ شان طریقے سے منائی۔ میمن برادری کے اس سب سے بڑے اور دولتمند شہر کو پاکستانی پرچموں اور رنگ برنگی جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا دوپہر کے بعد کاروں، تانگوں اور اکھاڑا پارٹیوں پر مشتمل ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ اقبال چوک میں مولانا اکرم خان نے تالیوں اور نعروں کی گونج میں پاکستان کا پرچم لہرایا۔ رات کو پورے شہر میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ چراغاں کیا گیا۔ اسی رات مولوی صالح محمد کی زیرِ صدارت جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔[۱۰]

---

[۹] مسلم بلیٹن ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

[۱۰] مسلم بلیٹن ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء

میمن برادری کا مطالبہ:۔

بانٹوا کے دربار (حکمران) شیر خانجی پاکستان کے ساتھ الحاق کے حامی تھے لیکن اس وقت تک دیگر چھوٹی بڑی مسلم ریاستوں نے اس معاملے میں اپنی پالیسی کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ان تمام ریاستوں کو پاکستان میں شمولیت اختیار کرنے پر مائل کرنے کے لئے ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بانٹوا میمن جماعت کی جانب سے بانٹوا کے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسۂ عام سیٹھ حسین قاسم داوا کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔

اس جلسۂ عام میں سیٹھ حسین قاسم داوا کے علاوہ جناب سلیمان ابراہیم بجورا جناب حسین آدم دھامیا (DHAMIA) مولوی صالح محمد، جناب عبدالستار محمد وغیرہ نے پُرجوش تقاریر کیں۔ ان مقررین نے اپنی تقاریر میں کہا کہ "پاکستان کے ساتھ شمولیت کے لئے ہم سخت ترین قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں"۔ جلسۂ عام میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کاٹھیاواڑ کی دوسری مسلم ریاستوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے پُرجوش مطالبہ کیا گیا تھا۔ جلسۂ عام میں شرکاء نے اپنے اس فیصلے کی مخالفت کرنے والی تمام قوتوں کا مقابلہ کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور ضرورت پڑنے پر ڈائرکٹ ایکشن (راست اقدام) کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اسی جلسہ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ حکومت پاکستان کو اپنے اس فیصلے سے مطلع کرنے کے لئے ایک وفد کراچی بھیجا جائے۔ اس وفد میں سیٹھ آدم حاجی پیر محمد سیٹھ حبیب حاجی پیر محمد اور جناب سلیمان بجورا کو شامل کیا گیا۔[11]

ایک ہفتے بعد اسی نوعیت کا ایک اور جلسہ سیٹھ آدم حاجی پیر محمد کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔[12]

ان مطالبات کے نتیجے میں بانٹوا اور اس کے قریبی شہر سردار گڑھ کے

---

[11] مسلم بلیٹن ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء مسلم ٹائمز ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

[12] مسلم بلیٹن ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

حکمرانوں نے بھی پاکستان کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا۔

مخالفت کی ابتداء۔

الحاق کے اعلان سے کافی عرصہ پیشتر اس یقینی اعلان کے خلاف زبردست مہم چلانے کے لئے کانگریس کی ریاستی برانچ کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد (RAJKIYA PRISAD) اور جوناگڑھ راجیہ پرجا منڈل (PARJA MANDAL) کی طرف سے تیاریاں ہو چکی تھیں۔

اس مہم میں جوناگڑھ راجیہ پرجا منڈل جو کافی عرصہ سے غیر فعال تھی اس کے ایک سربراہ مسٹر موگٹ لال پاریکھ پیش پیش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ریاست جوناگڑھ میں تمام اقوام امن وامان اور اطمینان وسکون سے رہ رہی ہیں نوابی انتظام کے خلاف کسی کو کسی طرح کی کوئی شکایت نہیں اور لہٰذا ریاست میں یہ مہم چلانا ناممکن ہے۔ ایسے حالات میں انہیں اس مہم کو بیرون ریاست شروع کرنا زیادہ مناسب محسوس ہوا۔ وہ بمبئی پہنچے اور اپنے ہم خیال چند دیگر ساتھیوں کے تعاون سے ۷ جون ۱۹۴۷ء کی شب بمبئی کے آزاد میدان میں کانگریس کے سابق صدر ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیا کی زیر صدارت ایک جلسۂ عام کا انعقاد کیا۔ اس کے صدر استقبالیہ مہاتما گاندھی کے بھتیجے اور بمبئی کے متعصب اخبار "وندے ماترم" (VANDE MATRAM) کے مدیر شامرداس لکشمی داس گاندھی تھے۔

اس اجلاس میں نواب صاحب کے مبینہ تعصب کی ایک قرارداد کے ذریعے شدید مذمت کی گئی اور بارہ سال پہلے قائم کی گئی جوناگڑھ پرجا منڈل کو دوبارہ از سر نو وجود میں لانے کا فیصلہ کیا گیا۔[۱۳]

انہی دنوں کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد میں مسٹر رسیک لال پاریکھ، مسٹر

۱۳۔ موگٹ لال پاریکھ "جوناگڑھ تیری اگنی پاترا" صفحہ ۸

جیٹھالال جوشی اور مسٹر رتو بھائی ادانی (ADANI) پر مشتمل ایک "ڈیفنس کمیٹی" تشکیل دی گئی۔ اس کا مقصد کاٹھیاواڑ پر کسی آفت پڑنے کی صورت میں اس کا مقابلہ کرنا اور عوام کو تیار کرنا تھا۔ اس کمیٹی کو الحاق مسترد کرانے کے لئے ہر ممکنہ کاروائی کرنے اور بوقتِ ضرورت جنگ کرنے کے بھی اختیارات دیئے گئے تھے۔[14]

اس ڈیفنس کمیٹی نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے بمقام دھرول (DHAROL) آزاد ہند فوج کے سابق کیپٹن بالم سنگھ کی زیرِ نگرانی فوجی تعلیم کا کیمپ شروع کر دیا۔[15]

اس کے علاوہ متعدد سابق سپاہیوں کو اکٹھا کر کے ان کے الگ الگ [illegible] دستے تشکیل دیئے گئے ان میں سے ایک خاص دستے کا نام گرنتار [illegible] رکھا گیا تھا۔ اس دستہ کی ذمہ داری یہ تھی کہ جوناگڑھ میں عام بغاوت کی صورت میں رعایا کی فوری امداد کے لئے بمع اسلحہ پہنچنا تھا۔[16]

جوناگڑھ پرجا منڈل کے سربراہ موگت لال پاریکھ بھی [illegible] کے بمبئی سے جوناگڑھ شاہنواز بھٹو سے ملاقات کے لئے پہنچے [illegible] موگٹ لال جوناگڑھ میں ایک جلسہ عام منعقد کرنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے [illegible] اپنی جوناگڑھ آمد کے بارے میں اخبارات میں خبر بھی شائع کرائی [illegible] کا ایک بھی شہری ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن نہیں گیا تھا۔

تباہی کی دھمکی:-

۱۴ اگست کو کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے سیکرٹری مسٹر [illegible] کے ممبر [illegible]

---

[14] لوک کرانتی صفحہ ۲۳

[15] ادرتو بھائی کو ٹھاری جوناگڑھ کی لوک کرانتی صفحہ ۲

[16] لوک کرانتی صفحہ ۲۳

[17] " اگن پاتھ " صفحہ ۱۵

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

KATHIAWAR
AND
THE WESTERN INDIA STATES
AGENCY

CUTCH

GULF OF CUTCH

LITTLE RANN

DHRANGADHRA

MORVI

NAWANAGAR

JASDAN

GONDAL

PALITANA

BHAVNAGAR

ARABIAN SEA

پوربندر واڑی میں شامڑداس گاندھی کی زیر صدارت جلاوطن شدہ مقیم جوناگڑھ کے شہریوں کا ایک جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں شامڑداس گاندھی نے جوناگڑھ کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ اسی اجلاس میں مسٹر ڈھیبر جو اب تک سیاسی کارگزاری میں امن اور اہنسا کے نمونے تھے۔ انہوں نے بھی جنگ کی زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ جوناگڑھ کے الحاق کو کاٹھیاواڑ کے لوگ بلکہ خود حکومت بھارت بھی تسلیم نہیں کرے گی۔ ویراول بندرگاہ کے ذریعے پاکستان کی کسی بھی قسم کی مداخلت ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی اور جوانان جوناگڑھ ویراول کی بندرگاہ پر اپنا سر کٹانے کے لئے تیار رہیں گے۔ ۱۹

بعد میں راجکوٹ کے مقام پر متعصب اخبارات جنم بھومی (JANMABHUMI) اور نوتن سوراشٹر [illegible] کے مدیر امرت لال سیٹھ کی صدارت میں ۱۵ اگست کو ایک اجلاس منعقد ہوا۔ ڈھیبر نے اس اجلاس میں اعلان کیا کہ جوناگڑھ کے خلاف جنگ شروع ہونے والی ہے۔ اسی اجلاس میں شامڑداس گاندھی نے "تلوار کا جواب تلوار سے دینے کی اہمیت پر اصرار کیا۔ ۲۰

راجکوٹ کے اسی اجلاس میں ڈیفنس کمیٹی نے کاٹھیاواڑ کے تمام عوام کو ریاست جوناگڑھ کا مکمل طور پر بائیکاٹ اور اس کی سخت ناکہ بندی پر اصرار کیا۔ اور خصوصاً جوناگڑھ میں اس بات کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی کہ یہاں غلہ تیل اور ضروریات زندگی کی دیگر اشیاء نہ پہنچ سکیں۔ ۲۱

اس کے ساتھ ہی کانگریس کے گجراتی اخباروں نے ریاست جوناگڑھ میں ہندوؤں پر شدید ظلم وستم کے فرضی قصے شائع کرنے شروع کر دیئے۔

---

۱۹ اگنی پاترا صفحہ ۱۷

۲۰ اگنی پاترا صفحہ ۱۷ ۲۱ لوک کرانتی صفحہ ۶

سیاسی رہنماؤں اور کانگریسی اخبارات کے پروپیگنڈے پھیلانے کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست جوناگڑھ کے ہندو شہری خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے وسیع پیمانے پر قریبی ہندو ریاستوں میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔[22]

یہ ہندو شہری قریبی ریاستوں میں مکمل امن و امان کے ساتھ ہجرت کر گئے وہ لوگ اپنے ساتھ اپنی قیمتی اشیاء بھی لے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد نے یہ ہجرت ریاست جوناگڑھ کی ٹرینوں کے ذریعے کی۔ ان کے مقفل مکانات کو مسلمانوں نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اور دو تین ماہ بعد حالات تبدیل ہونے پر یہ مہاجر جب واپس ریاست آئے تو اپنے مکانات کو جس حالت میں انہوں نے چھوڑا تھا۔ اسی حالت میں محفوظ پایا۔

دوسری جانب کچھ اس قسم کا بھی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ریاست جوناگڑھ سندھی پٹھانوں اور بلوچوں کو بھرتی کر رہی ہے اور ان کے توسط سے ہندو رعایا پر ظلم و ستم کیا جا رہا ہے۔ گجرات کاٹھیاواڑ کے تمام گجراتی اخبارات جو سب کے سب ہندوؤں کی ملکیت تھے، انہوں نے اس پروپیگنڈہ میں اہم کردار ادا کیا۔ بمبئی کے مسلم ملکیت کے دو قلیل الاشاعت گجراتی اخبارات "مسلم ٹائمز" اور "وطن" کے علاوہ محدود اشاعت کے حامل آٹھ نو رسائل کی آواز اس شور شرابے میں کہیں سنائی نہ دیتی تھی۔

اس پروپیگنڈے میں پورا ہندو پریس شامل تھا جس میں شاملدا س گاندھی کا وندے ماترم اور امرت لال سیٹھ کا جنم بھومی سر فہرست تھے۔ جنم بھومی نے الزام لگایا تھا کہ جوناگڑھ کی موجودہ حالت پاکستان کے وفادار میمن برادری کی سازش کا ہی نتیجہ ہے۔

اس نے اپنے ایک اداریئے میں لکھا تھا کہ حکومت بھارت کے تازہ ترین

[22] مسلم ٹائمز ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

بیان کے نتیجے میں کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں میں شدید اختلافات نمودار ہوئے ہیں کاٹھیاواڑ میں رہائش پذیر میمن برادری کے سوائے تمام مسلمان یہ کہہ رہے ہیں کہ کاٹھیاواڑ کو ایک اور متحد ہونا چاہیئے وہ کہہ رہے ہیں کہ ریاست جوناگڑھ کا موجودہ بحران پاکستان کے وفادار میمنوں کی ساز باز کے نتیجے کی پیداوار ہے" ۲۳

ناکہ بندی کے اثرات

ریاست جوناگڑھ پر اس ناکہ بندی کے سنگین اثرات مرتب ہوئے ان اثرات کا کچھ اندازہ سر شاہنواز بھٹو کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۹ ستمبر کو پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے نام ارسال کیا تھا انہوں نے اس خط میں لکھا ہے کہ

" ہماری رسد کو روکا جا رہا ہے۔ محکمہ ڈاک و تار کی خدمات بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ہمارے یہاں وائرلیس پیغامات کا کوئی انتظام نہیں ہے کراچی اور ویراول کے درمیان اب تک کوئی باقاعدہ رابطہ قائم نہیں ہوا ہے۔ میں حکومت پاکستان سے ضروری امداد کی پُرجوش اپیل کرتا ہوں کہ ہماری ہمت افزائی کے لئے مسلح فوج کی امداد دی جائے ایک بمبار یا فائٹر ہوائی جہاز اور ایک آدھ ڈکوٹا اگر کیشود کے ہمارے ہوائی اڈے پر روانہ کئے جائیں تو مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے اور ہمیں پاکستان آمدورفت کی سہولت بھی مہیا ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک فوجی دستہ کیل کانٹے سے لیس بحری راستے ویراول روانہ کیا جائے۔ یہ بھی انتظام کیا جائے کہ بحری راستہ کسی بھی مداخلت سے آزاد اور مستحکم رہے۔ بحری رابطہ کے لئے ہمارا تمام تر دارومدار آپ پر ہے کیونکہ فی الوقت ہمارے پاس کوئی جہاز نہیں۔ یہ رابطہ براہ راست ہونا چاہیئے" ۲۴

---

۲۳ مسلم ٹائمز ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء ۲۴ جوناگڑھ صفحہ ۲۶۷ تا ۲۷۰

حکمرانوں کی مخالفت:-

ریاست نوانگر کے جام صاحب دگ وجے سنگھ جی (DIGVIJAY SINGHJI) مہابت خانجی کے ساتھ دیرینہ قرابت داری رکھتے تھے اور خصوصی مواقع پر وہ جوناگڑھ کے شاہی خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی الحاق کی مخالفت میں بیانات دینے شروع کر دیئے اور دہلی جا کر حکومت کے رہنماؤں سے صلح مشورے کئے۔ انہوں نے حکومت بھارت کو ارسال کردہ ایک خط میں لکھا تھا کہ "جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کی وجہ سے کاٹھیاواڑ کی ریاستیں اور عوام کے لئے بہت بڑا خطرہ درپیش ہے وہ بہت بے چین ہو گئے ہیں اور ان کو جوابی اقدام سے روکنا مشکل ہو جائے گا لہٰذا حکومت بھارت سے فوری طور پر مؤثر اقدامات کرنے کے لئے اصرار کیا جاتا ہے۔ اگر حکومت بھارت ایسا نہیں کرے گی تو اس کے ساتھ ملحق ریاستوں میں اس کے وعدے پر عمل کرنے کی طاقت کے بارے میں شدید اندیشہ پیدا ہو جائے گا"۔[25]

بھاؤنگر، موربی، گونڈل، پوربندر اور وانکانیر کے حکمرانوں نے بھی الحاق کی مخالفت میں بیانات جاری کئے۔[26]

بربادی کا انتباہ:-

الحاق کے خلاف سب سے طاقتور دباؤ خود حکومت بھارت کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو اور گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی جانب سے ڈالا گیا۔

---

۲۵ ایمرجنسی صفحہ ۲۷۰   ۲۶ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

۲۶ انٹی گریشن صفحہ ۱۲۸

جونا گڑھ کے اعلانِ الحاق کے چند دن بعد بھارت کے ریاستی امور کے سیکرٹری مسٹر وی۔ پی مینن نے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے [illegible] پاکستان کو ارسال کئے۔ پاکستان کی طرف سے ان کے کوئی جوابات نہیں دیئے گئے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے لیاقت علی خان کے ایک تار بھیجا۔ اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ آپ کے اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ ریاست جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر چکی ہے جونا گڑھ کا علاقہ جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کے ساتھ ملحق نہیں ہے۔ الحاق کا فیصلہ ریاست کے عوام کی اکثریت کی مرضی پر منحصر ہے۔ الحاق جونا گڑھ کے بارے میں جونا گڑھ کی حکومت بھارت کے زیر انتظام عوام کی رائے معلوم کرنا چاہیے جسے بھارت قبول کرے گا اگر جونا گڑھ کے نواب یہ معاملہ لوگوں کی رائے پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور حکومت پاکستان کی حوصلہ افزائی پر جونا گڑھ کو پاکستان کا ایک حصہ بنانے کی کوشش کرتے تو ہمیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بھارت اسے تسلیم کرے گا۔

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو بھارتی فوج کے چیف آف دی اسٹاف لارڈ [illegible] کے کراچی جانے سے قبل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے [illegible] کے نام ایک خط دیا اور اس سے کہا کہ یہ حکومت پاکستان کو کہہ دیں کہ اگر وہ جونا گڑھ کے الحاق کو تسلیم کرے گی تو اس کی سنگین نتائج برآمد ہوں گے اور بھارت اور پاکستان میں باہمی تصادم ہوگا۔ جناح اگر کوئی الحاق چاہتے ہیں تو انہیں کسی برباد ریاست کا الحاق پسند نہیں کرنا چاہیے۔[27]

نواب کی ثابت قدمی:-

چاروں سمت سے سخت ناکہ بندی ہو جانے اور دھمکیوں سے پُر حالات میں

۲۷۔ اسٹیٹ گزٹیئر صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۰ [illegible] صفحہ ۲۹۵ تا ۲۹۶

نواب صاحب خانجی نے ۱۵ اگست کو قائد اعظم کے نام حسب ذیل خط ارسال کیا۔

" جونا گڑھ پر ہر جانب سے تنقید ہو رہی ہے الحمد للہ ہم اپنے فیصلے پر اٹل ہیں حکومت پاکستان جونا گڑھ کے الحاق کی تسلیم کے بارے میں اعلان کرنے میں وزیر تحصول مرشد ہے کے۔ دائی ابرابانی (ABRAHNNI) کو کراچی بھیج رہا ہوں وہ معاہدے کی تمام شرائط طے کریں گے۔ میں نے انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ الحاق سے متعلق دستاویزات پر میری جانب سے دستخط کر دیں۔" ۲۸

جناب ابرابانی ماہ اگست کے اواخر میں کراچی روانہ ہو گئے ان کے سفر کا سب بڑا مقصد حکومت پاکستان کے حکام کو جونا گڑھ کی صحیح صورت حال سے مطلع کرنا اُن سے ہدایات حاصل کرنا تھا۔

اس کے علاوہ کاٹھیاواڑ کے بگسرا، جاپانی، تھانہ دیوڑی اور چند دوسرے اور چوتھے درجے کی ریاستوں نے جونا گڑھ کے توسط سے پاکستان کے ساتھ شمولیت کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے بارے میں بھی حکومت پاکستان کو تفصیلات بتانی تھیں اور ہدایات حاصل کرنا تھیں۔ ۲۹

ان چھوٹی ریاستوں کے ساتھ اس معاملے کے بارے میں جونا گڑھ کے خصوصی فرائض پر معمور افسر دا خیر آن اسپیشل ڈیوٹی سید زین العابدین "مدہوش" ترمذی نے گفت و شنید کی تھی۔

اعلان تسلیم:۔

بالآخر حکومت پاکستان نے ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک ایکسٹرا آرڈینری گزٹ (EXTRA ORDINARY GAZATTE) کے ذریعے اعلان کر کے ریاست جونا گڑھ

---

۲۸ اسٹیٹ گریشن صفحہ ۱۲۵

۲۹ مسلم بلیٹین ۵ ستمبر، ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء

نے پاکستان کے ساتھ الحاق کو باقاعدہ تسلیم کر لیا۔

ریاست جوناگڑھ کے سرکاری گزٹ (دستورالعمل) میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اس الحاق کو تسلیم کرنے کا اعلان حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا۔

"پاکستان کے ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل نے جوناگڑھ کے ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر کی طرف سے پیش کئے ہوئے الحاق کی دستاویزات کو قبول کر لیا ہے۔ یہ دستاویز صرف دفاع، خارجی امور اور ذرائع مواصلات، صرف انہی میں جوناگڑھ کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرتا ہے۔ لیکن دیگر تمام معاملات میں حکمران کی خود مختاری کسی طرح بھی متاثر نہیں ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی حکومت پاکستان نے حکومت بھارت کو بذریعہ ٹیلیگرام دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ حکومت پاکستان نے ریاست جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم کر لیا ہے اور متعلقہ دستاویزات پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ۳۰

باب پنجم

چڑھائی کی تیاریاں

دھلی میں تشویش:۔

۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان نے الحاق جوناگڑھ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرلیا۔ اسی روز بھارت کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اسٹاف کی ایک میٹنگ میں پہلی بار جوناگڑھ کا معاملہ زیر غور لایا گیا۔ اس میٹنگ میں اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ اگر جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیا تو یہ معاملہ برصغیر کی ریاستوں کے الحاق کی پوری پالیسی کی قانونی حیثیت کے سامنے ایک ڈائریکٹ چیلنج بن جائے گا۔ اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں اور خصوصاً ریاست حیدرآباد کے لئے اس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے نیز ریاست حیدرآباد میں مسلم انتہا پسندوں کی زبردست حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس میٹنگ کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لارڈ اسمے، میئن اور اپنے نجی سیکریٹری ایلن کیمپبل جونز کے ساتھ ایک علیحدہ میٹنگ طلب کی۔ میئن نے اس میٹنگ میں ریاست جوناگڑھ کے خلاف بری اور بحری طاقت کا مظاہرہ کرنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں جنگی حکمت عملی کا ایک پروگرام بھی مرتب کر رکھا تھا۔ وہ پروگرام کچھ اس قسم کے امکان پر مبنی تھا کہ پاکستان

جوناگڑھ کو فوج اور جنگی ساز و سامان کی امداد دے گا۔ اس امکان کے ثبوت کے طور پر مینن نے کچھ ایسا ریکارڈ پیش کیا تھا کہ پاکستان جوناگڑھ کو اس کی جدید گودی کی ترقی کے لئے آٹھ کروڑ روپے بطور قرض دے رہا تھا۔ اور کچھ جہاز اور سپاہی بھی بھیج رہا ہے۔ لارڈ اسمے نے پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس رپورٹ کو غلط قرار دیا۔

دوسرے روز یعنی ۱۶ ستمبر کو دہلی میں یہ اطلاع ملی کہ پاکستان نے جوناگڑھ کے الحاق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اسی روز ایک میٹنگ میں لارڈ اسمے نے خود یہ بات کہی کہ ریاست جوناگڑھ جناح کے لئے بظاہر بالکل بیکار ہے لیکن قومی ذمہ داری پر اس الحاق کے ذریعے جناح بھارت کو قانونی طور پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ اور قانونی نکات پر فیصلہ کرانا چاہتے ہیں اور کشمیر و حیدر آباد کے وسیع تر مقاصد کے لئے کوئی پالیسی اختیار کرنے کے لئے قانونی جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جوناگڑھ کچھ معاملات میں حیدر آباد سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہاں کا حاکم بھی مسلمان ہے اور رعایا کی اکثریت ہندو ہے۔" ۱

ماؤنٹ بیٹن کی الجھن

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی کارروائی کے بارے میں شاہ برطانیہ جارج ششم کو وقتاً فوقتاً خفیہ رپورٹ ارسال کرتے رہتے تھے۔ ان دنوں انہوں نے اپنی ایک ایسی ہی رپورٹ میں شاہ کو بتایا۔

"بھارت کے گورنر جنرل کی حیثیت سے میری ایک اہم الجھن یہ ہے کہ ریاست جوناگڑھ جو علاقہ پاکستان کا ایک حصہ ہے اس کے بارے میں حکومتِ بھارت کو پاکستان کے خلاف محاذ آرائی کی حالت میں لانے سے روکنا ہے۔ میں نے اپنی حکومت بھارت کو سمجھایا کہ اسے صرف اپنے قانونی مفاد کی حفاظت کے لئے ضروری، فوجی

۱۔ ایلن کیمبل جونز: مشن ودھ ماؤنٹ بیٹن صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۳

اور دیگر اقدامات پیشگی لینے چاہئیں" ۲۸

فوجی محاصرہ کا فیصلہ:-

جوناگڑھ کے معاملے پر غور و فکر کرنے کے لئے بھارتی کابینہ کی ایک میٹنگ ۱۷ ستمبر کو منعقد کی گئی۔ ماؤنٹ بیٹن اس میٹنگ کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بیان کرتے ہیں۔

"میٹنگ منعقد ہونے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ تمام وزراء نے آپس میں مشورہ کرکے ریاست جوناگڑھ پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہٰذا میں نے میٹنگ سے قبل ہی وزیراعظم جواہر لال نہرو اور نائب وزیراعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل کو طلب کیا۔ وہ خصوصاً پٹیل انتہائی برہم تھے پٹیل کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایسے حالات میں کسی قسم کی کوئی کمزوری ہرگز ظاہر نہیں کرنی چاہئے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام سے پیشتر گفت و شنید کے تمام امکانات آزما لینے چاہئیں اس کے بعد کابینہ کی میٹنگ میں نہرو نے انہی تمام دلائل کو اپنی طرف سے پیش کیا" ۲۹

ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور پٹیل کو سمجھایا کہ کسی بھی قسم کے فوجی اقدام لینے کی بجائے کچھ اس قسم کا بیان جاری کیا جائے کہ ہم کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ ایسے معاملات میں ریفرنڈم کے ذریعے عوام کی رائے حاصل کرنی چاہئے" ۳۰

کابینہ نے اس میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جوناگڑھ کے نواب پر مزید اندرونی اور بیرونی دباؤ ڈالا جائے ریاست کے اردگرد بھارتی افواج اور کاٹھیاواڑ

---

۲۸ ایچ۔ وی۔ ہڈسن "دی گریٹ ڈیوائڈ" صفحہ ۴۳۱

۲۹ "دی گریٹ ڈیوائڈ" صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲

۳۰ "مشن" صفحہ ۱۹۴

کی دیگر ریاستوں کے فوجی دستے لگا دیئے جائیں لیکن وہ دستے ریاست جوناگڑھ کی حدود میں داخل نہ ہوں اس کے علاوہ ریاست کے پاکستان سے الحاق کے نتائج سے نواب صاحب کو مطلع کرنے کے لیے مینن جوناگڑھ جائیں۔ ۵

بھارت کی برہمی:۔

اس کے ساتھ ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے گورنر جنرل کے نام ایک تار بھیجا کہ پاکستان کی طرف سے کئے گئے ایسے الحاق کو حکومت بھارت اپنی خود مختاری اور علاقائی سالمیت کے خلاف سمجھتی ہے دونوں ڈومینینز کے درمیان جس قسم کے دوستانہ تعلقات رہنے چاہیئے یہ اس کے برعکس ہے۔ برصغیر کی تقسیم جن اصولوں پر طے کی گئی اور عمل میں لائی گئی تھی یہ الحاق ان اصولوں کی سراسر خلاف ورزی کرتا ہے۔ ۶

قائداعظم کا انتباہ:۔

اس تار کے موصول ہوتے ہی قائداعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ایک جوابی تار ارسال کیا۔

" ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جوناگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی ریاستیں جو پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں ان کی سرحدوں پر کثیر فوجی اجتماع کیا گیا ہے امید ہے کہ یہ اطلاع غلط ہو گی جوناگڑھ کے نظام میں یا اس کے کسی علاقے پر کسی قسم کی دخل اندازی مخاصمانہ عمل قرار دی جائے گی۔ ۷

---

۵ گرٹ ڈولپائڈ صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۲ ، مشن صفحہ ۱۹۴ ، ۱۰ ، جی گریشن صفحہ ۱۳

۶ ایر جنس صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۷

۷ جوناگڑھ صفحہ ۲۷۰

مینن جوناگڑھ میں:۔

بھارتی کابینہ کے فیصلے کے مطابق مسٹر وی۔پی مینن اور کاٹھیاواڑ کے ریجنل کمشنر مسٹر نیلم بوچ ۱۹ ستمبر کو جوناگڑھ پہنچے اور وہاں دیوان شاہنواز بھٹو سے ملاقات کی۔

مینن نے کہا کہ میں بھارتی کابینہ کی جانب سے نواب صاحب کے لئے ایک نجی پیغام لایا ہوں۔ بھٹو نے کہا کہ نواب صاحب کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ مینن کی نواب صاحب سے ملنے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ بھٹو نے ان سے خاص طور پہ کہا کہ ۲۶ جولائی کے بعد میں نے نواب صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ جوناگڑھ کے لئے پاکستان سے الحاق کرنا زیادہ بہتر ہے۔ چوہدری ظفراللہ خان نے بھی یہی رائے دی اور تمام اقوام کے نمائندوں کی کابینہ میں بھی یہی فیصلہ کیا گیا۔

مینن اور بوچ کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ شدید دباؤ کے باوجود سر شاہنواز بھٹو ثابت قدم رہے۔ آخر کار مینن نے انہیں انتباہ کیا کہ کاٹھیاواڑ کے عوام بے قابو ہو رہے ہیں۔ اگر آپ قانون ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نواب صاحب کا خاندان ختم ہو جائے گا۔

اسی شب مینن اور نوانگر کے جام صاحب دیگ وجے سنگھ جی بذریعہ طیارہ بمبئی پہنچے اور وہاں تاج محل ہوٹل میں چند کانگریسی اور کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے چند رہنماؤں کے ساتھ صلاح و مشورے کئے۔ اس میٹنگ میں شامل داس گاندھی نے کہا کہ عوام قانون کو ہاتھ میں لینے کے لئے تیار ہیں۔ اور وہ اپنی فوج بنا کر جوناگڑھ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہیں: ہم متوازی

حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ۸

اسی میٹنگ میں جوناگڑھ کے خلاف تحریک چلانے کے لئے ایک عارضی حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۹

دوسرے روز مینن نئی دہلی واپس پہنچ گئے۔ ان کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے ۲۲ ستمبر کو ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں ماؤنٹ بیٹن، نہرو، پٹیل اور اسمے کے علاوہ بری و بحری افواج کے کمانڈر انچیف بھی موجود تھے۔ ۱۰

ہے سومناتھ :۔

انہی دنوں ۱۶ ستمبر کو شانتا داس گاندھی نے اپنے اخبار "وندے ماترم" میں ریاست جوناگڑھ کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوا ایک نہایت ہی سخت اداریہ "جے سومناتھ" کے عنوان سے شائع کیا۔

"شری محمد علی جناح کو پاکستان دیکر ہم نے بہت بڑی مصیبت مول لے لی ہے۔ عوام کو خنجر سے بچانے کے لئے ہم پاکستان کی تخلیق کی اجازت دی لیکن خنجر کی پیاس کون بجھا سکتا ہے؟ پاکستان آیا لیکن خنجر کا راج نہیں رکا۔ ہزاروں بے گناہ افراد کا قتل عام مسلسل جاری رہا۔ امن کی گلابی صبح ہندوستان میں طلوع ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا ہم بار بار پکارتے ہیں۔ "جے سومناتھ!" دوسری غلطی کسی بھی صورت نہ ہونے پائے اور جوناگڑھ کا پاکستان شری محمد علی جناح کے ہاتھ میں ہرگز نہ دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو نہ صرف جوناگڑھ، نہ صرف کاٹھیاواڑ اور گجرات بلکہ پورا بھارت گنوانا پڑے گا۔"

اسی اداریئے میں انہوں نے ریاست جوناگڑھ پر حملے کی حکمت عملی بھی

---

۸ ۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵

۹ ۔ اگن یاترا صفحہ ۲۲ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۷

چونکہ ہم [illegible] پاکستان سے [illegible] کی مدد کیلئے جانا چاہتے اور کسی [illegible]
سے مدد کرنا چاہیے۔

اور ایسے کو آخری [illegible] جب [illegible] تھا۔

" مسٹر [illegible] سے آواز آ رہی ہے " جیو اور جینے دو " اور [illegible]
کہ پاکستان سے [illegible] جنگ [illegible] ہے جب [illegible] ! جیو اور جینے دو [illegible]
ہے سوال ہی نہیں۔ [illegible]

کوٹ اتارا ۔ آستینیں چڑھائیں

[illegible] صاحب [illegible] نے ۲۳ ستمبر کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ [illegible] کو [illegible] سے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] پاکستان کے [illegible] کی کوشش ہے۔ اور ہم اگر [illegible] تو مستقبل میں دونوں ملک کے درمیان جنگ ناگزیر ہو جائے گی۔ حکومت [illegible] کرنے میں ناکام [illegible] تو [illegible] کے ساتھ [illegible] پاکستان کو اپنی پالیسی پر نظرثانی کرنی پڑے گی اور نتیجتاً ملک کو [illegible] تک پہنچ جائے گی۔

[illegible] صاحب نے اس پریس کانفرنس میں [illegible] انداز میں اپنا کوٹ اتار کر اور آستینیں چڑھا کر بآواز بلند اعلان کیا کہ [illegible] کے خلاف جنگ کرنے کا وقت آ چکا ہے۔ [illegible]

گاندھی جی کا آشیرواد

اسی دوران دہلی میں ۲۰ ستمبر کی شام کو گاندھی جی نے [illegible] تھا [illegible]

[illegible] صفحہ ۱۱۲ [illegible] صفحہ ۲۴

جہاد فی سبیل اللہ ایک بیرونی ملک کے ساتھ جوناگڑھ کے الحاق کو ہندوستان کی سالمیت کے لئے جوناگڑھ کی خود مختاری کو ایک خطرناک چیلنج قرار دیا۔

گاندھی جی نے اس اجلاس سے خطاب کیا تھا کہ

"کاٹھیاواڑ کی ریاستیں تو ہندوستان کے اصول کو نہیں سمجھتیں لیکن وہ ہندو تو جوناگڑھ کو اپنا سمجھتے ہیں وہ جوناگڑھ تو پاکستان میں چلا گیا۔ جوناگڑھ میں پاکستان کا حصہ ہے سکتا ہے جس کو جانتا نہیں کہ ریاست سے لے سکتا ہے آپ کا کاٹھیاواڑ سب سے بڑی ریاست ہے اور جوناگڑھ کی ریاست کی آبادی کا بھی بڑا حصہ ہندو ہے تو بھی جوناگڑھ پاکستان میں داخل ہوا وہ تو خطرناک بات ہوتی ہے لیکن ایسا ہوا تو جو ہمیں کرنا چاہئے کرنا ہے۔ جوناگڑھ کو پاکستان سے الگ کرنا چاہئے تھا"[1]

۲۵ ستمبر کے بمبئی کے اخبارات میں یہ اعلان شائع ہوا کہ ریاست جوناگڑھ کے نواب کے خلاف متحد ہونے والی طاقتوں نے اس کو اپنی کمر باندھنے کے لئے گاندھی جی کو کاٹھیاواڑ سے بھی اعلان میں جو شخص وغیرہ اپنی ایک عارضی حکومت قائم کرے گا۔

عارضی حکومت کا قیام

۲۵ ستمبر کی شام بمبئی کے ایک ہوٹل میں سیٹھ نہال چند دولت چند کی رہائش گاہ پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں ۲۷ ہزار جوناگڑھی اور کاٹھیاواڑی اور گجراتی افراد نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں جوناگڑھ کے لئے عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس عارضی حکومت کے سربراہ کے طور پر سامل داس گاندھی کا صدر اور نائب صدر کے لئے سیٹھ درلبھ جی کھیتانی (DURLABH JI KHETANI) کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ وزیر خارجہ کے لئے بھوانی شنکر اوجھا (BHAWANI SHANKAR OZA)

---

(۱) ہندوستان صفحہ ۱۰ جوناگڑھ صفحہ ۱۷، ۱۸

سورج بھائی وارو (SURAJ BHAI WARU) منی لال سندر جی دوشی (MANI LAL SUNDAR JI DOSHI) اور نریندر پراگ جی نتھوانی (NARI-NDRA PARAGJI NATHWANI) کی تقرری کی گئی۔ یہ تمام وزراء اور ان کے آباؤ اجداد کسی وقت ریاست جوناگڑھ کے باشندے رہ چکے تھے۔

اس اجلاس میں گجراتی کے نامور مصنف کنیالال منشی کا تیار کردہ عارضی حکومت کا منشور پڑھا گیا۔ تمام وزراء اور شرکاء سے جوناگڑھ سے نوابی ختم کرنے کی قسم اٹھوائی گئی۔

اس کے بعد شاہ مرداس گاندھی نے اپنی تقریر میں کہا

"میں اپنا قلم چھوڑ کر اب تلوار اٹھا رہا ہوں۔ جب تک میرے جسم میں جان ہے تب تک جوناگڑھ پاکستان میں شامل نہیں ہوسکے گا۔ نواب کے لیے ہماری وفاداری آج سے ختم ہو رہی ہے۔ ریاست جوناگڑھ میں اب کوئی نواب نہیں، کوئی پاکستان نہیں۔ ریاست جوناگڑھ کی پوری حکومت اب ہماری ہے پاکستان کے دلال جوناگڑھ چھوڑ کر چلے جائیں جوناگڑھ کے خلاف ہمارا یہ جہاد اسی وقت ختم ہوگا۔ جب جوناگڑھ کے آسمان پر ہمارا جھنڈا لہرائے گا۔ اگر آج ہم علم بغاوت بلند نہیں کرتے تو یہ ہماری اور ہمارے کاٹھیاواڑ کی موت ہے ہماری ہندو رعایا کے مذہب اور عزت کا خاتمہ ہے"۔

اسی اجلاس میں "جنم بھومی" کے مدیر امرت لال سیٹھ اور کاٹھیاواڑ راجکیہ پریشد کے صدر ودربار گوپال داس نے بھی خطاب کیا تھا۔ ۱۴

راجکوٹ کی راہ:-

دوسری شام عارضی حکومت کے سربراہ اور دیگر رہنما بڑے

۱۴۔ اگن پاترا صفحہ ۲۶ تا ۳۴ لوک کرانتی صفحہ ۱۵ تا ۱۸

الحاق جوناگڈھ کے چند اہم کردار



نواب مہابت خانجی



قائداعظم محمد علی جناح



لارڈ ماؤنٹ بیٹن



لیاقت علی خان



پنڈت جواہر لعل نہرو



سر شاہنواز بھٹو



شاملداس گاندھی



سردار پٹیل



گاندھی جی


ابراہانی


دلاور خانجی


ڈھیبر


مانڈویا

جوش و جذبے کے ماحول میں بذریعہ "کاٹھیاواڑ میل" راجکوٹ کی جانب روانہ ہوئے اس موقع پر اسٹیشن پر ایک جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں شامڑداس گاندھی کو ایک تلوار اور اُپرکوٹ کے قلعے پر لہرانے کے لئے ایک پرچم عطا کیا۔

بمبئی سے راجکوٹ کے سفر کے دوران کئی اسٹیشن پر لوگوں کے چھوٹے بڑے اجتماعات نے ان کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ تقاریر ہوئیں۔ گلدستے پیش کئے گئے اور "جے سومناتھ" کے نعرے گونجتے رہے۔

۲۷ ستمبر کی شام عارضی حکومت کے رہنما راجکوٹ پہنچے۔ اسٹیشن پر تقریباً بیس ہزار افراد کے ہجوم نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد ان رہنماؤں کو ایک جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ پہنچایا گیا۔ اس جلوس میں کئی افراد پرچم کے علاوہ تلواریں اور برچھیاں لہرا رہے تھے۔ ت۱۵

اس جلسہ میں شامڑداس گاندھی نے کہا کہ جناح ہندوستان میں دوبارہ اسلامی سلطنت قائم کرنے اور خود اس کے سلطان بننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

شامڑداس نے مزید کہا کہ میں اس اجلاس میں جوناگڑھ کے نواب اور جوناگڑھ کے بابی خاندان کی باقاعدہ موت کا اعلان کرتا ہوں۔ ت۱۶

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضہ:۔

راجکوٹ، کاٹھیاواڑ میں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کا صدر دفتر تھا۔ جہاں کاٹھیاواڑ کے کئی حکمرانوں نے اپنے قیام کے لئے بنگلے تعمیر کرائے تھے جوناگڑھ کے نواب اور دیگر اعلیٰ حکام کے قیام کے لئے صدر کے علاقے میں

ت۱۵ مسلم گجرات ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

ت۱۶ اگنی یاترا صفحہ ۱۴۱

ایک شاندار رہائش گاہ تعمیر کرائی گئی تھی جو "جوناگڑھ ہاؤس" کے نام سے مشہور تھی۔

عارضی حکومت کے رہنماؤں کے راجکوٹ پہنچنے کے فوراً بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جوناگڑھ ہاؤس پر حملہ کیا گیا۔ جوناگڑھ ہاؤس میں اس وقت صرف آٹھ دس چوکیدار موجود تھے عارضی حکومت کے مسلح جوانوں نے بڑی آسانی کے ساتھ بغیر کسی مقابلے کے اس پر قبضہ کر لیا[۲۱]

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضے کے بعد عارضی حکومت کے نائب صدر ڈبلیو جی کھیانی نے ترنگا پرچم لہرایا۔ اور عارضی حکومت کے چند وزراء نے ایک جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ پاکستان کے وزیراعظم نے حکومت ہند پر عارضی حکومت کے قبضہ، ریاست کی ناکہ بندی اور ایسے ہی دیگر افعال پر پُرجوش احتجاج کیا۔

اس کے باوجود دونوں ممالک کے وزرائے اعظم کے درمیان جوناگڑھ کے سلسلے میں پیغامات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں سے ایک ٹیلیگرام میں حکومت بھارت نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمیں اس بات سے قطعی انکار ہے کہ جوناگڑھ کی عارضی حکومت میں حکومت ہند یا اس کے کسی بھی افسر کا ہاتھ ہے یا ان کی طرف سے حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

اس ٹیلیگرام میں مزید کہا گیا تھا کہ حکومت ہند اس الحاق کو تسلیم نہیں کرتی[۲۲]

جوناگڑھ ہاؤس پر قبضہ کے بعد عارضی حکومت نے ایک ماہ تک اعلانیہ طور پر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اندرونی طور پر وہ جوناگڑھ پر یلغار کرنے کے لئے رضاکاروں کو فوجی تربیت دیتی رہی اور ان کے دستے تشکیل دیتی رہی۔

---

[۲۱] لوک کرانتی صفحہ ۲۱ — اگن پاترا صفحہ ۴۲ تا ۴۳

[۲۲] جوناگڑھ صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۸ - ۲۸۱ تا ۲۸۲

اس پورے لشکر کا نام "آزاد جوناگڑھ فوج" رکھا گیا تھا۔ عوام میں یہ "لوک سینا" (عوامی فوج) کے نام سے زیادہ مشہور تھی۔ مسٹر رتو بھائی اڈانی اس فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔ اس کے علاوہ ریاست جوناگڑھ کے اندر بھی راجپوت اور دیگر اقوام مثلاً میر (MER)، میا (MAIYA) اور ہاٹی (HATI) وغیرہ کو بغاوت کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ ۱۹

بابریاواڑ کا معاملہ

بابریاواڑ، ریاست جوناگڑھ کی ایک تحصیل تھا۔ یہ ۵۱ دیہاتوں پر مشتمل تھا جہاں چھوٹے بڑے ہندو زمیندار تھے۔ ماضی میں "کاٹھیاواڑ سیٹلمنٹ" کے ذریعہ چند انتظامی اور عدالتی امور کے لئے بابریاواڑ کو ریاست جوناگڑھ کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ ریاست جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کا اعلان کرتے ہی ان زمینداروں نے بھی اعلان کر دیا کہ برصغیر کی آزادی کے ساتھ ہی سابقہ معاہدے ختم ہو جاتے ہیں۔ اب وہ آزاد ہیں اور بھارت کے ساتھ ملحق ہونا چاہتے ہیں۔ حکومت بھارت نے ۱۰ ستمبر کو ان کے الحاق کو تسلیم کر لیا۔ ۲۰

اس کے باوجود حکومت بھارت نے بابریاواڑ پر فوری طور پر قبضہ کرنے سے گریز کیا کیونکہ ایسا کرنے سے جوناگڑھ کے ساتھ تصادم اور حالات مزید خراب ہونے کی صورت میں پاکستان کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ محسوس ہو رہا تھا لہٰذا بھارت نے وقتی طور پر ریاست جوناگڑھ کی حدود کے باہر ہی اپنی فوج کو متعین کرنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

مقابلے یا جنگ کی صورت میں بھارت کی مدد کرنے کے لئے ۱۵ اکتوبر کو

---

۱۹ لوک کرانتی صفحہ ۲۱

۲۰ اگن پاترا صفحہ ۱۸ تا ۱۹، ۳۲۔ لوک کرانتی صفحہ ۷

نے کچھ اسکالرز نے ریاست جوناگڑھ کے قریب منگرول کے اہم مقامات پر اپنے اڈے قائم کر لئے۔ دھرول (DHROL) میں فوجی تربیت حاصل کرنے والے مختلف مقامات پر جا کر بڑی تعداد میں رہ گئے۔ جوانوں کو فوجی تربیت دینے لگے۔ ساتھ ہی ریاست جوناگڑھ کے اندر بھی خفیہ کارروائیوں کا آغاز ہو گیا۔[۲۱]

بھارتی افواج کی ہچکچاہٹ

اس دوران جوناگڑھ کے پاس سے دہلی تک دلچسپ واقعات رونما ہو رہے تھے۔ جس وقت ریاست کے اطراف میں بھارتی افواج متعین کرنے کا حکم دیا گیا۔ تب تینوں افواج کے تینوں برطانوی کمانڈر انچیف اور دوسرے برطانوی افسران نے اس حکم کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل لاک ہارٹ کی سرگزشت کے مطابق ان سب برطانوی افسران نے مشترکہ کونسل کے نام سے ایک رپورٹ ارسال کی جس میں بتایا گیا کہ جوناگڑھ کے خلاف کسی قسم کا فوجی اقدام پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن سکتا ہے۔ بھارتی افواج اس وقت بھارت کی اندرونی سلامتی کی حفاظت کرنے میں مصروف ہے لہٰذا وہ جنگ کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔

پنڈت نہرو اس رپورٹ سے بہت زیادہ مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے فوراً اعلیٰ برطانوی افسران کو طلب کر کے انہیں موجودہ سنگین حالات سے آگاہ کیا اور ان سے اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنے پر اصرار کیا۔

آخر کار ان برطانوی فوجی افسران نے اپنی رپورٹ یہ کہہ کر کہ یہ جلد بازی میں تیار کی گئی ہے واپس لے لی۔[۲۲]

---

(۲۱) اسکالرز [illegible] صفحہ ۱۰ (۲۲) [illegible] صفحہ ۲۳۳ [illegible] صفحہ ۲۱۰

غیر جانبداری کا خاتمہ..

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تین اہم واقعات:۔

۲۵ ستمبر کے دن ریاست جوناگڑھ سے متعلق تین اہم واقعات رونما ہوئے۔ پہلا واقعہ کاٹھیاواڑ کے جلسۂ عام میں ریاست جوناگڑھ کی عارضی حکومت کی تشکیل تھی۔ دوسرا واقعہ حکومت بھارت کی وزارت برائے ریاستی امور کا اہم اعلان تھا اور تیسرا واقعہ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کا جوناگڑھ کے سلسلے میں بھارت کو شدید انتباہ تھا۔

حکومت بھارت کا بیان:۔

۲۵ ستمبر کی شب بھارت کی وزارت برائے ریاستی امور نے حسب ذیل اعلامیہ جاری کیا۔

"پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کا الحاق، جوناگڑھ اور اس کے اطراف کی ریاستوں کے درمیان، جوناگڑھ اور بھارت کے درمیان نیز بھارت اور پاکستان کے درمیان ٹکراؤ کی بنیاد بن سکتا ہے اس مسئلے کو حل کرنے کا حکومت بھارت نے پختہ عزم کر رکھا ہے۔ کاٹھیاواڑ میں امن قائم رکھنا ہی ہمارا نصب العین ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ فیصلہ عوام کی آزادانہ رائے کے مطابق کیا جائے جوناگڑھ کے اطراف میں واقع ریاستوں کے مفاد کا دفاع کرنا حکومت بھارت کی ذمہ داری ہے اور وہ اس ذمہ داری کو مکمل طور پر پورا کرے گی" ۲۵

لیاقت علی خان کی برہمی:۔

اسی دن یعنی ۲۵ ستمبر کو دہلی میں پاک بھارت مشترکہ کمیشن کی میٹنگ

ر۲۵ مسلم ٹائمز ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء اگن پاترا صفحہ ۸۷ تا ۸۹

منعقد ہوئی جس میں پاکستان کی طرف سے وزیر اعظم لیاقت علی خان اور چودھری محمد علی نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کی حکومت پر یہ الزام لگایا کہ جونا گڑھ کی جانب سے کئے گئے فوجی اقدام سے علاقے کی امن و امان کی صورت حال خراب ہو رہی ہے۔ لیاقت علی خان نے اس پر شدید احتجاج کیا اور ماؤنٹ بیٹن پر صاف الفاظ میں الزام لگایا کہ بھارت جونا گڑھ کے لئے خطرات پیدا کر رہا ہے۔

لیاقت علی خان نے مزید کہا کہ ہم نے جونا گڑھ کے الحاق کو تسلیم کرنے سے پہلے قانونی پہلو پر ایک جائزہ تیار کیا تھا کیونکہ ہم اپنے الحاق کی راہ میں آنے والی مشکلات سے باخبر تھے۔ آخر کار ریاست جونا گڑھ کے نواب کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اور ریاست کی بندرگاہ سمندری راستے سے کراچی سے ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے ہم نے اس الحاق کی پیشکش قبول کر لی۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی ایک رپورٹ میں اس بات کا اعتراف کیا کہ ریاست جونا گڑھ کے پاکستان سے الحاق پر حکومت ہند کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں تھا کیونکہ ستمبر ۱۹۴۷ء کے اعلامیہ کے مطابق یہ الحاق قانونی تھا۔ لیکن اس الحاق کو اخلاقی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ (۲۶)

شطرنج کا کھیل:

ایلن کیمپبل جونسن نے اپنی کتاب "مشن ود ماؤنٹ بیٹن" میں اس میٹنگ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جونا گڑھ کے حالات شطرنج کا ایک آتش گیر کھیل معلوم ہوتا ہے جس میں ریاست جونا گڑھ، اس کی ملحقہ ریاستیں اور قرب و جوار کی ریاستیں مہرے بنی ہوئی ہیں اور کراچی اور دہلی ان کو چلا رہے ہیں۔ لیاقت علی خان ابھی حال ہی میں دہلی آئے تھے اس دوران ان کے

---

(۲۶) دی گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۶

ہونے والی گفتگو سے لارڈ اسمے کو یقین ہو چکا ہے کہ پاکستان کی پوری حکمت عملی یہ ہے کہ جونا گڑھ کے مسئلے کو کشمیر کے سلسلے میں سودا بازی کے طور پر پیش کرنا ہے۔ اس کی وجہ اس ملاقات میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے روبرو لیاقت علی خان کا یہ اظہار تھا۔

"بھارت کو آگے بڑھ کر کوئی جنگی قدم لینے دو اور اس کے بعد دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔" [27]

دونوں ممالک کی تباہی کا خطرہ :-

جونا گڑھ کی عارضی حکومت کی تشکیل پس پشت حکومت بھارت کا مقصد پاکستان کے ساتھ براہ راست جنگ کو ٹالنا تھا۔

۲۷ ستمبر کی میٹنگ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صاف الفاظ میں بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بننے والا حکومت بھارت کا کوئی بھی اقدام انتہائی خطرناک ہوگا۔ اس جنگ میں پاکستان بالکل ختم ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھارت بھی کم از کم ایک نسل تک پسپا ہو جائے گا۔ یہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے حکومت بھارت کا عزت و وقار ایسے کسی بھی اقدام سے ختم ہو جائے گا۔

ماؤنٹ بیٹن کے اس نظریہ کی روشنی میں اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جونا گڑھ کی سرحدوں پر افواج متعین کر دی جائے لیکن وہ افواج ریاست کی حدود میں داخل نہ ہوں۔ [28]

---

[27] مشن صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۰

[28] انٹیگریشن صفحہ ۱۳۸

نہرو کا اندیشہ۔

انہی دنوں بھارت کی ڈیفنس کمیٹی کی پہلی میٹنگ منعقد ہوئی۔ پنڈت نہرو نے اس میٹنگ میں مانگرول اور بابریاواڑ کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کی انہوں نے کہا کہ دونوں ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کے دوران کوئی بھی ایسا واقعہ پیش آسکتا ہے جو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کا باعث بن جائے۔ بھارت، جوناگڑھ کے معاملے میں پاکستان سے جنگ کرانا نہیں چاہتا اور وہ اس جنگ کو ٹالنا چاہتا ہے۔ اس جنگ میں اگر دوسرے ممالک کو ملوث نہیں کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ پاکستان کی شکست اور تباہی کی صورت میں آئے گا۔ اس کے ساتھ ہی بھارت کو بھی ایک طویل عرصہ تک ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا ہمارے لئے اس جنگ سے چند دیگر سنگین نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہمارا بین الاقوامی مقام کُلی طور پر ختم ہو جائے گا۔

نہرو نے اس رپورٹ کے آخر میں کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ پاکستان نہیں چاہتا ہو اور وہ یہ سب کچھ محض ہمیں برہم کرنے اور ہمیں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کرنے کے لئے کرتا ہو جس کے بارے میں وہ اقوام متحدہ میں ہمارے خلاف اپیل کر سکے۔

نہرو نے اس کے بعد ایک مشورہ دیا کہ پاکستان اور جوناگڑھ کو مطلع کر دینا چاہئے کہ پاکستان کے ساتھ ریاست جوناگڑھ کے الحاق اور بابریاواڑ اور مانگرول پر جوناگڑھ کے دعوے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور پاکستان کو فوری طور پر اپنی افواج وہاں سے ہٹا لینی چاہئے۔

اسی میٹنگ میں ڈیفنس کمیٹی نے ریاست جوناگڑھ کے قرب و جوار میں

والئی ریاستوں میں بھارتی افواج کے دستے بھیج دینے کا فیصلہ کیا۔[۲۹]

کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج۔

اس مقصد کے لیے حکومت بھارت نے "کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورسس (کاٹھیاواڑ دفاعی فوج) تشکیل دی جس کے کمانڈر بریگیڈیئر سردار گرودیال سنگھ تھے۔ نوانگر، بھاؤنگر اور پوربندر کی ریاستوں سے بھی فوجی امداد طلب کی گئی۔[۳۰]

ریاست لمڑی (LIMDI) کے دربار رنجیت سنگھ جی نرینداروں کے ایک چھوٹے دستے کے ساتھ اس مہم میں شامل ہوئے۔[۳۱]

اس کے علاوہ بھارتی حکومت نے تین جنگی بحری جہاز "کرشنا"، "کاویری" اور "جمنا" کو اس مہم پر بھیجا۔ سرنگیں تلاش کرنے والے جہاز "کونکن" کو مدراس روانہ کیا اور ایک ٹینک بردار جہاز پوربندر کی بندرگاہ میں بھیجا۔ اس کے ساتھ ہی "ٹیمپیسٹ" (TEMPEST) قسم کے طیاروں کا ایک اسکوارڈرن بھی بھیجا گیا۔[۳۲]

اس کے علاوہ رائل انڈین انجینئرنگ اور میڈیکل کور کے دستے بھی بذریعہ بحری جہاز جعفرآباد کی بندرگاہ پر پہنچائے گئے۔[۳۳]

اس طرح کاٹھیاواڑ کے عوام نے زندگی میں پہلی بار ٹینک، جنگی طیارے جنگی جہاز اور دیگر جدید سامان حرب دیکھا۔

---

[۲۹] گریٹ ڈیوائڈ صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۵ مشن صفحہ ۲۱۳

[۳۰] انٹی گریشن صفحہ ۱۳۸

[۳۱] لوک کرانتی صفحہ ۲۴

[۳۲] اگن یاترا صفحہ ۴۵ [۳۳] لوک کرانتی صفحہ ۲۵

نئی دہلی میں ۲۶ اکتوبر کے دن وزیر اعظم کے دفتر سے جاری کئے گئے ایک پریس نوٹ میں مذکورہ بالا تمام تفصیلات بیان کی گئی تھیں اس میں مزید یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کاٹھیاواڑ کی چند ریاستوں کی درخواست پر بھارتی فوج کا ایک مختصر سا دستہ پوربندر کی بندرگاہ پر بھیجا گیا ہے۔ ۳۴

اس کے برخلاف حکومت پاکستان کی جانب سے ستمبر کے آخر میں تین بحری جہازوں کے ذریعہ غلہ، تیل، اور کوئلہ وغیرہ کی رسد ویراول کی بندرگاہ پر پہنچائی گئی۔ ۳۵

اس کے بعد حکومت پاکستان نے ریاست جوناگڑھ کو کراؤن کی سات کمپنیاں (دستے) بھیجنے کی پیشکش کی، لیکن بھارتی افواج اور "لوک سینا" کے ہزاروں مسلح جوانوں نے ریاست کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس صورت میں کراؤن پولیس کی یہ قلیل تعداد ان کا کسی بھی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس بات کے پیش نظر بلا جواز خونریزی کو روکنے کے لئے شاہنواز بھٹو نے اس پیشکش کو منظور نہیں کیا۔ ۳۶

کاٹھیاواڑ کے چند میمن زرداروں نے کچھ سال قبل کاٹھیاواڑ کی سب سے پہلی مشترکہ مسلم صنعت "کاٹھیاواڑ انڈسٹریز لمیٹڈ" کی بنیاد رکھی تھی ان زرداروں نے حالات کا بغور مشاہدہ کرکے انڈسٹریز کے گوداموں میں اناج کا کافی ذخیرہ کر رکھا تھا۔ بانٹوا میں بھی سیٹھ حاجی حبیب و یوسف محمد نے اپنی کمپنی کے گوداموں میں تقریباً ۱۲ لاکھ روپے کی مالیت کے اناج کا ذخیرہ کر رکھا تھا۔ ۳۷

۳۴۔ "پاکستان ٹائمز" ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء ۳۵۔ مسلم ہیرالڈ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

۳۶۔ انٹلی جنس رپورٹ صفحہ ۱۴۲ ۳۷۔ ایضاً صفحہ ۹۳

باب ششم

دو محاذوں کی کہانی

جوناگڑھ اور کشمیر

ستمبر ۱۹۴۷ء کے اواخر سے لے کر اکتوبر کے تیسرے ہفتے تک حکومت بھارت یا عارضی حکومت نے جوناگڑھ کے سلسلے میں کسی قسم کی پیش قدمی نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ شطرنج کی بازی کی اگلی چال ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ریاست جوناگڑھ کے ارد گرد بھارتی افواج کے دستے محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ عارضی حکومت کے پرچم تلے ہزاروں رضا کار حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

اس کے بعد فوراً ہی یکے بعد دیگرے ڈرامائی واقعات پیش آنے لگے۔ بھارتی ڈیفنس کمیٹی نے ۲۱/ اکتوبر کے دن ریاست جوناگڑھ کی ماتحت چند مسلم ریاستوں پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس میٹنگ کے بارے میں شہنشاہ کو ارسال کردہ ایک خفیہ رپورٹ میں لکھا تھا کہ میں ان لوگوں کو اب زیادہ دیر تک نہیں روک سکتا ہوں۔

دوسری جانب تقریباً اسی وقت کشمیر میں عرصہ دراز سے کھولنے والا [illegible] تشویشناک صورت ۴۷ء کے بعد کے ڈرامائی حقیقتوں پر مبنی کشمیر اور جوناگڑھ

۱؎ محمد یوسف [illegible] صفحہ ۳۲۶

کی کہانی ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہو گئی۔ کشمیر کے محاذ پر جو کچھ ہوا اس کے براہ راست اثرات جوناگڑھ پر نمودار ہونے لگے۔ ریاست جوناگڑھ اور اس کے مسلمانوں پر اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔

مانا ودر پر قبضہ

بھارت نے اپنے پہلے ہدف کے طور پر ایک سو مربع میل پر مشتمل مانا ودر کی چھوٹی سی ریاست کا انتخاب کیا۔ مانا ودر کے خان غلام محی الدین ابتداء ہی سے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر چکے تھے۔ راجکوٹ میں ۱۹ ستمبر کو اپنے دورے کے دوران مسٹر وی۔ پی مینن نے ان کو راجکوٹ طلب کیا اور ان پر بھارت کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے دباؤ ڈالا لیکن خان صاحب اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ بعد میں دہلی واپس پہنچ کر مینن نے پنڈت نہرو اور سردار پٹیل سے اس سلسلے میں صلاح مشورے کئے۔[1]

باوجود اس کے بھارتی حکومت نے اس کے بعد کچھ اس قسم کا پریس نوٹ جاری کیا کہ مانا ودر بھارتی یونین کے ساتھ ملحق ریاست ہے اور وہاں فرقہ وارانہ فسادات ہونے کا خدشہ ہے لہٰذا انہیں روکنے کے لئے مانا ودر کو ریجنل کمشنر کی براہ راست تحویل میں دیئے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔[2]

بعد ازاں ۲۲ اکتوبر کو بھارتی افواج کے دستوں نے مانا ودر کی جانب پیش قدمی کی۔ ان کے ہمراہ ریاست نوانگر کے لوہی دستے بھی تھے۔ ان فوجیوں سے بھرے ہوئے متعدد ٹرک علی الصبح مانا ودر پہنچ گئے اور بھارتی ایئر فورس کے دو ہوائی جہاز مانا ودر کی فضا میں چکر لگانے لگے۔ فوجیوں نے خان صاحب

---

[1] چودھری محمد علی ظہور پاکستان صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۴، ۱۳۵

[2] آئین پاکستان صفحہ ۲۰۰

[illegible]

کشمیر کے حالات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے مختلف گاؤں پر حملہ کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔

اس کا سیدھا مطلب یہ نکالا جا سکتا ہے کہ حکومت ہندوستان کو ایک مسلم ریاست پر رضاکاروں کے ذریعے حملہ کرنے کا جواز مل گیا تھا۔ جس کا حکمران مسلمان اور رعایا کی اکثریت ہندو تھی۔ لہٰذا اس نے عارضی حکومت کو فوراً ریاست جوناگڑھ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دسہرہ کے روز

دسہرہ کے روز ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو راجکوٹ میں عارضی حکومت کے صدر دفتر میں چند مذہبی رسومات کی ادائیگی کے بعد عارضی حکومت کا ایک سپاہ کا دستہ ٹو جیپ، اور ان چند دیگر رضاکاروں اور دوسرے رضاکاروں کے ساتھ گوکل واڑی روانہ ہو گئے۔ سوڑٹھ اور راجکوٹ کو ملانے والی سڑک پر واقع گوکل واڑی ایک چھوٹا سا گاؤں اور ریلوے اسٹیشن ہے وہاں تعلیم چیتے کے ایک کارخانے کے کریٹ لاتے ہی آگے کی حالت کے حوالے کی میٹنگ ہوئی۔ رضاکاروں کو ایک ایک بندوق اور پچاس پچاس کارتوس مہیا کیے گئے اور عملے کو حرکت میں لایا گیا۔ چند قطاریں لگ گئیں۔ اس کے بعد رسومات کے چار بجے تمام لوگ ٹرکوں، بسوں اور ٹیکسیوں میں سوار ہو کر اپنے اپنے ہدف امراپور کی جانب روانہ ہو گئے۔

ریاست جوناگڑھ کے کئی گاؤں ریاست کے علاقے سے متصل نہ تھے بلکہ کم و بیش فاصلے پر اور دیگر ہندو ریاستوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ امراپور ایسا ہی ایک گاؤں تھا۔ جو گوکل واڑی سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس تک پہنچنے کا راستہ کچا کیچڑ سے بھرا ہوا اور نہایت خراب حالت میں تھا۔ لہٰذا رضاکاروں کو یہ پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے میں دو گھنٹے صرف ہوئے۔

امراپور کے نزدیک آ کر رضاکاروں نے گاؤں کا چاروں طرف

سے محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد گولیاں چلاتے ہوئے گاؤں میں داخل ہوئے گاؤں کے زمیندار اور بارہ پولیس والوں کو بندوق کے زور پر گرفتار کر لیا گیا اور بھارتی پرچم لہرا دیا گیا۔

اس طرح اسی روز بھینی والا کھنٹیر کو گیارہ دیگر گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ۲؎

کبڈی کا کھیل

یہ بھی دو سرکاری دستوں کے درمیان گھرے ریاست جوناگڑھ کے مزید گاؤں پر قبضہ کرنے کے لیے لوک سیوک کے مسلح رضاکاروں کے جتھے بڑھتے گئے۔ تقریباً ہر گاؤں میں ریاست کے مقرر کردہ دو چار یا دس بارہ پولیس والے تھے جو یا تو معمولی مزاحمت کے بعد یا بغیر مقابلے کے ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ یہ تمام کارروائی کس انداز سے ہوتی تھی اس کا کچھ اندازہ لوک سیوک کے ساتھ رہنے والے ایک صحافی [illegible] کے حسب ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"گاؤں کو فتح کرنا جوانوں کے لیے ایک کھیل سا تھا۔ چند بندوقیں چلتیں، پکڑ دھکڑ ہو جاتی، کچھ مقابلہ کیا جاتا، ہم آگے بڑھ جاتے۔ یہ تمام کارروائی جوانوں کے لیے کبڈی کے کھیل جیسی سہل معلوم ہوتی تھی۔" ۳؎

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ریاست جوناگڑھ کے پاس [illegible] (LANCERS) پیادہ فوج کے [illegible] جوان اور [illegible] پولیس والے تھے۔ ۴؎

۱؎ لوک گراہی صفحہ [illegible] انگریزی ترجمہ صفحہ [illegible]

۲؎ لوک گراہی صفحہ [illegible] انگریزی ترجمہ صفحہ [illegible]

۳؎ [illegible] : لوک گراہی صفحہ [illegible]

۴؎ [illegible]

قبائلیوں کی پیش قدمی

دوسری جانب کشمیر میں داخل ہونے والے قبائلی بھی ۲۶ دن میں کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے اگر راستے میں لوٹ مار نہ کی ہوتی (اور اس طرف وقت ضائع نہ کیا ہوتا) اور بغیر نظم و ضبط کے نہ ہوتے تو انہوں نے سری نگر پر قبضہ کر لیا ہوتا۔ ۱؎

قبائلیوں نے راہ میں ۲۴ اکتوبر کے دن مہورا (MAHURA) پر قبضہ کر لیا جہاں سری نگر کو بجلی مہیا کرنے والا بجلی گھر واقع تھا۔ قبائلیوں نے بجلی کی سپلائی منقطع کر دی۔ ساتھ ہی اس قسم کا اعلان بھی کیا کہ ہم ۲۶ اکتوبر کی صبح عید کی نماز سری نگر میں ادا کریں گے ۲؎

بھارتی افواج کی آمد

اسی شام کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے حکومت بھارت سے امداد کی درخواست کی۔ اگلی صبح بھارتی ڈیفنس کمیٹی کی ایک میٹنگ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی زیر صدارت منعقد کی گئی۔ اس میٹنگ کے فیصلے کے مطابق وی پی مینن ایک چارٹرڈ جہاز کے ذریعے سری نگر روانہ ہو گئے۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ہمراہ بھارتی بری اور فضائی افواج کے چند اعلیٰ افسر بھی سری نگر روانہ کئے گئے۔ سری نگر پہنچ کر مینن نے مہاراجہ سے ملاقات کی اور حالات کے بارے میں مشورہ کیا۔

اس وقت یہ توقع کی جا رہی تھی کہ قبائلی دو تین روز میں سری نگر میں آپہنچیں گے۔ مینن نے مہاراجہ کو فوری طور پر سری نگر چھوڑنے کا مشورہ دیا

۱؎ ایم جنس صفحہ ۲۴۳

۲؎ وی پی مینن صفحہ ۳۹۰

لہٰذا مہاراجہ اپنے خاندان سمیت رات گئے بذریعہ کار جموں روانہ ہو گئے۔ [12]
۲۶ اکتوبر کو صبح سویرے مینن دہلی واپس پہنچ گئے۔ ڈیفنس کمیٹی نے ان
کو الحاق کی دستاویز ساتھ لے کر جموں جانے کا حکم دیا۔ مینن نے جموں پہنچ کر
الحاق کی دستاویز پر مہاراجہ کے دستخط لئے۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً ایک سو تجارتی
اور فوجی طیاروں کے ذریعے بڑی تعداد میں بھارتی افواج اور جنگی ساز و سامان
سری نگر پہنچانے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ [13]

پاکستانی کمانڈر کا انکار

کشمیر میں بھارتی افواج کی مداخلت کے ساتھ ہی ان کے مقابلے کے لئے
قائداعظم نے پاکستانی بری فوج کے برطانوی کمانڈر جنرل گریسی (GRACY) کو
کشمیر میں پاکستانی افواج بھیجنے کا حکم دیا۔ جنرل گریسی نے یہ حکم ماننے سے انکار
کر دیا۔ [14]

دونوں ممالک کی افواج کے مشترکہ کمانڈر انچیف فیلڈ مارشل آکن لیک
(AUCHIN LECK) ۲۸ اکتوبر کے دن لاہور پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر اپنے
الحاق کے بعد بھارت کا ایک حصہ بن چکا ہے اور اگر پاکستانی افواج اس میں داخل
ہوئیں تو پاکستان کی مسلح افواج کے تمام برطانوی افسران مستعفی ہو جائیں گے۔
بعد ازاں یکم نومبر کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ اسمے بھی لاہور میں قائداعظم سے
گفت و شنید کر کے واپس چلے گئے۔ [15]

---

[12] انٹی گریشن صفحہ ۳۹۷ تا ۳۹۸
[13] انٹی گریشن صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱
[14] ایمرجنس صفحہ ۲۹۵ انٹی گریشن صفحہ ۴۰۲
[15] انٹی گریشن صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۵

نواب صاحب کی روانگی

ادھر کاٹھیاواڑ میں حالات دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے تھے۔ مانا وور کے حکمران شیخ غلام محی الدین قید کر لئے گئے تھے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے کسی قسم کی امداد اور رہنمائی کا مکمل فقدان تھا۔ ادھر کشمیر میں بھارتی افواج اتارنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ریاست جوناگڑھ چاروں اطراف سے بھارتی افواج اور عارضی حکومت کے دستوں کے درمیان محصور تھی اور وہ کسی بھی وقت سرحدیں عبور کر کے جوناگڑھ شہر میں پہنچ سکتے تھے۔ ایسے حالات میں نوابی خاندان کے لئے جوناگڑھ میں مزید وقت رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ لہٰذا ۲۶ اکتوبر کی شام نواب مہابت خانجی اور ان کے چند اہل خاندان جوناگڑھ کے قریب واقع کیشود (KESHOD) کے ایروڈرم سے بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہو گئے۔ اس طرح پاکستان کے ساتھ سب سے پہلے الحاق کرنے والی ریاست کے حکمران کو الحاق کے صرف ۷۰ دن کے بعد ہی ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا۔ نواب صاحب کے کراچی پہنچنے پر سندھ کے گورنر غلام حسین ہدایت اللہ نے ان کی رہائش کے لئے اپنا بنگلہ خالی کر دیا۔

کیشود ریاست جوناگڑھ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو جوناگڑھ شہر سے ۲۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے چند ماہ قبل وہاں پر ایک ایروڈرم تعمیر کیا گیا تھا۔ جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کے بعد .P.I.A کی پیشرو اورینٹ ائرویز نے ایک چھوٹے سے طیارے کے ذریعے کراچی اور کیشود کے درمیان اپنی فضائی سروس کا آغاز کیا تھا۔

دوسرے روز یعنی ۲۷ اکتوبر کی صبح ولی عہد دلاور خانجی اور خاندان کے چند دیگر افراد بھی کیشود سے بذریعہ طیارہ کراچی پہنچ گئے نوابی خاندان کے اس سفر میں ریاست کے چند اعلیٰ افسران بھی شامل تھے جن میں نواب صاحب

کے بھی ہندو ڈاکٹر اور دو ایک دیگر ہندو افسران بھی شامل تھے۔ اس کے فوراً بعد باٹوا کے حکمران دربار شیر خانجی اور سردار گڑھ کے حکمران دربار غلام محی الدین بھی کراچی روانہ ہو گئے۔

نواب صاحب اپنی نجی ملکیت کے طور پر ایک کروڑ ۲۹ لاکھ ۴۴ ہزار سات سو مالیت کی برطانوی ہند کی سیکورٹیز (ضمانتیں) اپنے ساتھ کراچی لے گئے تھے۔ جوناگڑھ سے ان کی روانگی کے فوراً بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک آرڈیننس کے ذریعے ان سیکورٹیز کو گمشدہ ظاہر کیا اور ریزرو بنک آف انڈیا کو اس کی تبادل ڈپلیکیٹ سیکورٹیز جاری کرنے کا اختیار دیا[16]

اس کے ساتھ ہی ریزرو بنک آف انڈیا کی بمبئی برانچ میں ریاست جوناگڑھ کی طرف سے بطور ڈپازٹ رکھی گئی سات لاکھ روپے کی رقم بھی ضبط کر لی گئی[17]

قائداعظم کے نام پیغام

نواب صاحب کی کراچی روانگی کے بعد ۲۷ اکتوبر کو دیوان سر شاہنواز بھٹو نے قائداعظم کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں انہیں تازہ ترین حالت کی سنگینی سے مطلع کیا گیا تھا۔ اس پیغام میں بتایا گیا تھا۔

"ہمارے مالیات کے ذرائع مثلاً ریلوے اور کسٹم وغیرہ بالکل ختم ہو چکے ہیں۔ غذائی قلت نے حالات حد درجہ خراب کر دیئے ہیں۔ حالانکہ پاکستان نے فیاضی کے ساتھ اناج بھیج کر ہماری امداد کی ہے۔ کاٹھیاواڑ کی ریلوے لائن پر جو مسلمان سفر کرتے ہیں ان کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

ہز ہائی نس نواب صاحب اور ان کے اہل خاندان کو جوناگڑھ سے جانا پڑا، کیونکہ ہمارے خفیہ ذرائع کی اطلاع کے مطابق ان کی جان اور عزت و آبرو

---

16 - انٹی گریشن صفحہ ۱۴۸ 17 - مسلم ٹائمز ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء

کو شدید خطرہ لاحق تھا.......

حکومت پاکستان نے ہمیں کماؤں پولیس کی سات کمپنیوں کی پیشکش کی ہے لیکن ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر یہ سپاہ یہاں آئے تو دشمن کی کثیر تعداد کے مدنظر یہ انسانی خون اور ساز و سامان کا رائیگاں جانا ہوگا..... میرے سینئر وزیر مسٹر بار وے جونز نے آپ کو حالات کو سنگینی سے باخبر کیا ہوگا۔ حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ ذمہ دار لوگ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں اس دشواری کا کوئی حل ڈھونڈ نکالوں.....

یہ نازک مسئلہ باعزت طریقے سے سلجھ سکتا ہے۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں وفادار رعایا کی مصیبتوں، تباہیوں اور خونریزی کا موجب بنوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے مطلق پرواہ نہیں کہ مجھ پر کیا گزرے گی۔ لیکن میں مزید ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ فوراً بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کر کے جوناگڑھ کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں'' ۱۸

اس کے بعد ۳۱ اکتوبر کو سر شاہنواز بھٹو نے پاکستان کی وزارت برائے ریاستی امور کے سیکریٹری جناب اکرام اللہ کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں بتایا گیا تھا کہ ریاست کے عوام انتہائی مایوس ہو چکے ہیں ۱۹

اس دوران نواب مہابت خانجی نے کراچی سے شاہنواز بھٹو کو ایک پیغام بھیج کر انہیں حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ۲۰

۱۸ جوناگڑھ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱۔ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۳
۱۹ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۳
۲۰ انٹی گریشن صفحہ ۱۴۳

رہنمائی کا فقدان

اس وقت قائد اعظم لاہور میں تھے۔ کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی وزیر اعظم لیاقت علی خان اور ریاستی امور کے وزیر سردار عبدالرب نشتر بھی اس وقت کشمیر اور دیگر اہم معاملات میں مصروف تھے۔ اس وقت کراچی میں وزارت ریاستی امور کے سیکریٹری جناب اکرام اللہ موجود تھے جو شاہنواز بھٹو کی کسی طرح بھی رہنمائی نہیں کر سکتے تھے۔ ان سب پیغامات کی آمد ورفت ویراول کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہر قسم کی جنگی صلاحیت سے محروم دو جہاز "نرملا" اور "گوداوری" کے وائرلیس سیٹس کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ریاست جوناگڑھ جو تین ماہ تک پاکستان سے ملحق رہی۔ اس عرصہ کے دوران حکومت پاکستان کے کسی ایک وزیر، سیکریٹری یا اعلیٰ افسر نے ریاست جوناگڑھ کا دورہ نہیں کیا تھا [۲۱]

مزید گاؤں پر قبضہ

عارضی حکومت کے رضا کاروں نے ۲۴، اکتوبر سے ۲ نومبر تک ریاست جوناگڑھ کے دور افتادہ کل ۳۶ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران صرف دو گاؤں میں سندھی محافظوں نے ان کا جانبازی سے مقابلہ کیا۔

موٹی ہڑیاد (MOTI-HADIYAD) نامی گاؤں میں حامد (محمد) نامی ایک سندھی چوکیدار نے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔

موٹی ہڑیاد گاؤں پر عید الاضحٰی کو رات گئے حملہ کیا گیا۔ وہاں کے سندھی چوکیدار حامد اور اس کے چھ ساتھیوں نے حملہ آوروں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک دونوں جانب سے گولیاں چلتی رہیں۔ آخر کار حامد مارا گیا

---

[۲۱] جیل ڈیٹی صفحہ ۱۴۴

اور اس کا ایک ساتھی زخمی ہوگیا جبکہ باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔[۲۲]

بھڈورل نامی گاؤں میں کچھ سندھی کچے مکانات میں رہتے تھے۔ عارضی حکومت کے رضاکاروں نے جب گاؤں پر حملہ کیا تو وہاں رہنے والوں نے دیر تک ان کا مقابلہ کیا۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں تین سندھی مارے گئے اور چند زخمی ہو گئے۔[۲۳]

بھاؤنگر اور گائیکواڑ کی مخالفت

بھارت نے ریاست جونا گڑھ کے اردگرد اپنے فوجی دستے متعین کرنے کے علاوہ کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں سے بھی فوجی دستے طلب کئے تھے۔ لیکن نوانگر کے سوا کسی بھی ریاست نے اپنے فوجی دستے اس کارروائی کے لئے نہیں بھیجے تھے۔ پھر بھی بھارتی افواج کے دستے یا عارضی حکومت کے رضاکار کسی بھی ریاست کی حدود سے گزرتے تو ماسوائے بڑودا (BARODA) اور بھاؤنگر کی ریاستوں کے کسی اور ریاست کے حکمراں نے ان کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کی۔

عارضی حکومت کے رضاکاروں کو کواڈے سے ریاست جونا گڑھ کے ایک اور دور افتادہ گاؤں گادھکڑا (GADHAKADA) کی سمت جانے کے لئے گائیکواڑی اور بھاؤنگری علاقوں سے گزرنا تھا۔ عارضی حکومت نے بڑودا اور بھاؤنگر کے مہاراجاؤں کو اپنے ارادے کی پیشگی اطلاع بھیج کر ان کی اجازت طلب کی لیکن اجازت ملنے سے قبل ہی اس کے رضاکاروں نے کوچ کر دیا۔ ان رضاکاروں کے ٹرک راہ میں جب گائیکواڑی شہر امریلی (AMRELI) پہنچے تو انہیں روکنے کی کوشش کی گئی لیکن ان رضاکاروں نے اس کی پرواہ کئے بغیر

---

[۲۲] لوک کرانتی صفحہ ۳۰ تا ۳۱ اگن پاترا صفحہ ۲۹

[۲۳] لوک کرانتی صفحہ ۲۸

کا ٹھیاواڑ ہی اور بعد میں بھاؤنگر ی علاقے عبور کر کے گادھکڑا پر قبضہ کر لیا

اس کے بعد کچھ رضا کار جب واپس جا رہے تھے۔ تب راہ میں بھاؤنگر

کی پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس واقعہ سے بہت کھلبلی مچ گئی۔ بھاؤنگر

کے دیوان اننت رائے پٹنی (ANANTRAI PATNI) کو فوراً راجکوٹ طلب کیا گیا

اور ان پر دباؤ کے ذریعے ان رضا کاروں کو رہا کرا لیا گیا[۳۲]

سردار پٹیل نے اس کے فوراً بعد اننت رائے پٹنی کو بھاؤنگر کے دیوان

کے عہدے سے برطرف کرا دیا۔ بڑودہ کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ راؤ

(PRATAPSING RAO) کا ٹھیاواڑ سے یہ اور ایسے ہی دیگر کارروائیوں

کی وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد بدلہ لیا گیا۔

"مجاہد" کا جہاد

ریاست جوناگڑھ کی اقتصادی ناکہ بندی ہونے کے بعد گجرات اور

کاٹھیاواڑ سے جو چند مسلم اخبارات و جرائد شائع ہوتے تھے۔ ان تمام پر ریاست

میں آمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بڑی تعداد میں شائع ہونے والے ہندو

ملکیت کے اخبارات و جرائد اور ابلاغ عامہ کے دیگر ذرائع بڑے زور و شور

سے مخالفانہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے اس نقار خانے میں یوسف مانڈویا صرف

ایک شہنائی لے کر کود پڑے اور پاکستان کی حمایت کا صور پھونکنے لگے۔

اس شہنائی کا نام تھا "مجاہد" انہوں نے جوناگڑھ سے ہر دوسرے روز شائع

ہونے والا ایک چھوٹا اخبار شروع کر دیا۔ ریاست جوناگڑھ سے باہر بھیجی

جانے والی "مجاہد" کی نقلیں تو ریاست کی سرحد ختم ہوتے ہی جیتل سر

(JETALSAR) جنکشن پر نذر آتش کر دی جاتی تھیں لیکن ریاست کے

---

[۳۲] لوک گرانتی صفحہ ۳۲ تا ۳۳

اندر اس کی بڑی کھپت تھی۔ اس اخبار میں مانڈویا عارضی حکومت کے پروپیگنڈہ اور سازشوں کو اپنے کاٹ دار اور تیکھے لہجہ میں بے نقاب کرتے تھے اور پاکستان کی حمایت میں پُرزور پروپیگنڈے سے عوام کے حوصلے بلند رکھتے تھے۔ م۲۵

... مجاہد مانڈویا کا بھی اخبار تھا اس کے باوجود بھی اس کے پاکستان کی حمایت میں پُرزور پروپیگنڈے کے باعث اس کو حکومت پاکستان کا اخبار سمجھا جاتا تھا۔ م۲۶

م۲۵ جمیل وینی صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۴

م۲۶ اگن یاترا صفحہ ۵۴

باب ہفتم

سقوطِ جوناگڑھ

مانگرول میں بھارتی بحریہ

نومبر ۱۹۴۷ء کے اوائل میں جوناگڑھ اور کشمیر دونوں محاذوں پر چند اہم اور تیز رفتار واقعات رونما ہوئے۔ کشمیر میں وادی سری نگر میں داخل ہونے کے وقت پر واقع بارہمولا کے نزدیک بھارتی افواج نے قبائلیوں کی پیش قدمی روک دی۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر کے شمالی علاقے گلگت پر وہاں کی پولیس اور اسکاؤٹس (نیم فوجی افراد) نے قبضہ کر لیا۔ دوسری جانب کاٹھیاواڑ میں بھارتی افواج نے چند دیگر ایسے علاقوں پر قبضہ کر لیا جن پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔

ریاست جوناگڑھ کی مغرب میں سمندر کے کنارے مانگرول نامی ایک چھوٹی مسلم ریاست واقع تھی جس کی بنیاد پانچ (۵) صدیوں سے پہلے رکھی گئی تھی۔

بابی دورِ حکومت کے دوران کئی دہائیوں سے حکومت مانگرول کے چند اعلیٰ عدالتی اور انتظامی اختیارات جوناگڑھ کے ماتحت تھے۔ مانگرول کے حاکم فطری طور پر ان باتوں سے ناخوش رہتے تھے۔ مانگرول کے حاکم شیخ نصیر الدین نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے روز ہی اپنی ریاست کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد وی پی مینن دہلی سے

پہنچے تو انہوں نے شیخ نصیر الدین کو بھی ملاقات کے لئے راجکوٹ طلب کیا۔ مانگرول سے راجکوٹ تک جانے کا راستہ جوناگڈھ کے علاقے سے گزرتا تھا۔ شیخ نصیر الدین نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا۔ لہٰذا مینن نے انہیں مانگرول سے راجکوٹ لانے کے لئے ریاست نوانگر کی گاڑی بھیجی۔ شیخ نصیر الدین نے راجکوٹ پہنچ کر اپنی ریاست مانگرول کے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔

واپسی میں شیخ نصیر الدین جوناگڈھ آئے اس وقت ریاست جوناگڈھ کے رہنماؤں نے انہیں اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کرنے کے لئے سمجھایا۔ نتیجۃً انہوں نے اپنی ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق مسترد کرنے کا ٹیلیگرام دہلی بھیجا۔ بھارتی حکومت نے اس الحاق کو مسترد کرنے سے انکار کر دیا۔[۱]

بعد ازاں کشمیر میں جنگ کی ابتداء ہوئی۔ اس سے رجھتیس ۳۶ گھنٹے قبل یعنی ۱۰۔ اکتوبر کو بھارتی ڈیفنس کمیٹی نے مانگرول اور بابریاواڈ پر فوجی قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس قبضہ کی حکمت عملی کو بھارتی کابینہ نے ۲۵۔ اکتوبر کو منظوری دی۔[۲]

اس کے بعد یکم نومبر کو بھارت نے مانگرول پر قبضہ کر لیا۔ بھارت نے مانگرول پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں اپنی بری فوج کی بجائے بحری بیڑے کو استعمال کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بھارت کے ساتھ الحاق کے بعد ریاست پوربندر سے مانگرول کی طرف جاتے ہوئے راہ میں ایک ایسا تنگ علاقہ واقع تھا جو سمندر تک چلا جاتا تھا اور جس کی ملکیت کے لئے پوربندر اور جوناگڈھ دونوں دعویدار تھے اور بھارت اس وقت اپنی افواج جوناگڈھ بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔

بھارت نے مانگرول پر قبضہ کرنے کے لئے دو جنگی جہاز بھیجے۔ ان میں سے لینڈنگ کرافٹ کے ذریعے بحری جوان کنارے پر اتارے گئے۔ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہ کی۔

قبضہ کے فوراً بعد مانگرول کے دیوان الطاف حسین، نائب دیوان

---

[۱] انٹیگریشن صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶

[۲] انٹیگریشن صفحہ ۱۳۸

[illegible]

بابریاواڑ پر قبضہ

[illegible]

[illegible]

بانٹوا - سردار گڑھ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گلگت میں بغاوت

مہاراجہ ہری سنگھ کے ریاست کشمیر کے بھارت سے الحاق کے اعلان سے ریاست کے شمالی حصے میں واقع گلگت کے علاقے کے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے ۳۱ اکتوبر کو وہاں کے ڈوگرا ایجنٹ کو گرفتار کر لیا اور پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں ان کی درخواست کے نتیجے میں حکومت پاکستان نے گلگت کا انتظام سنبھال لیا۔ گلگت کے علاقے میں واقع "ہنزہ" اور "نگر" کی ریاستیں بھی پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔ اس کے بعد سے یہ سارا علاقہ پاکستان کے زیر انتظام رہا ہے اور کشمیر کے تنازعہ سے مکمل طور پر [illegible] رہا ہے۔

۱۰۲ گاؤں پر قبضہ

اس طرف ۱۷ نومبر سے عارضی حکومت کے رضاکاروں نے ریاست جموں کی حدود میں واقع گاؤں پر قبضہ کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ [illegible] گاؤں میں ان کی مزاحمت نہیں کی گئی۔ اس طرح انہوں نے ۲۸ اکتوبر سے ۲ نومبر تک ۱۰۲ گاؤں پر قبضہ کر لیا تھا۔

شاہنواز کا ٹیلیگرام

[illegible]

[illegible]

گئے تھے۔ اور تمام اسلحہ ضبط کر لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی وزارت خارجہ نے ۲۰ دسمبر کو بھارتی وزارت خارجہ کو ایک احتجاجی مراسلہ روانہ کیا تھا ۸

لیکن ان حالات میں شاہنواز بھٹو کو کیا کرنا چاہیئے اس سلسلے میں حکومت پاکستان کی جانب سے کسی بھی قسم کی رہنمائی کا مکمل فقدان تھا۔

کتیانہ پر حملے کی تیاریاں

ریاست جوناگڑھ میں کتیانہ محال (ضلع) بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ محال کا مرکزی شہر کتیانہ ریاست میں جوناگڑھ شہر کے بعد سب سے بڑا شہر ہے۔ کتیانہ یعنی بے حساب دولت کے مالک مسلمانوں کی جائے سکونت۔ کتیانہ کے دولتمندوں نے مسلم لیگ اور جناب جناح کو لاکھوں روپے کے عطیات دیئے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں مسلم لیگ کا سب سے بڑا اڈا اور مرکز اگر کوئی تھا تو وہ کتیانہ تھا ۹

کتیانہ کی آبادی اس وقت تقریباً ۲۵ ہزار نفوس پر مشتمل تھی چار یا پانچ ہزار افراد کو چھوڑ کر باقی تمام آبادی مسلمانوں کی تھی۔ ان میں میمنوں کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ عارضی حکومت کے قیام اور جوناگڑھ کی سرزمین پر اس کی چڑھائی کے آغاز کے ساتھ ہی کتیانہ کے قرب و جوار کے گاؤں کے متعدد مسلمانوں نے کتیانہ میں پناہ لی تھی۔ شہر کے مسلمانوں نے ان مہاجرین کی امداد کے لئے ایک "ریلیف کمیٹی" تشکیل دی اس کے سیکریٹری جناب عمر فاضل فاروقی تھے۔

بھارتی ذرائع کے مطابق کتیانہ میں اس وقت پولیس کے پینسٹھ (۶۵) اور انفنٹری کے سو (۱۰۰) سپاہی تھے۔ شہر پر قبضہ کرنے کے لئے ان کے مقابلے کے لئے "لوک سینا" نے تقریباً ایک ہزار مسلح افراد کا ایک لشکر تیار کیا تھا ۹

کتیانہ محال کے تین اطراف میں ہندو ریاستیں واقع تھیں۔ نومبر ۱۹۴۷ء کے

---

۸ "جوناگڑھ" صفحہ ۲۷۰

۹ لوک کراتی صفحہ ۳۰۶

۹ لوک کراتی صفحہ ۴۰ تا ۴۱

آغاز تک پورے محال کی حفاظت نہ کہ بندی کر دی گئی۔ ۸ نومبر کو ہندوؤں کا دھن تیرس کا تہوار تھا۔ اسی روز کتیانہ کے اسٹیشن "سراڈیا" (SARADIYA) پر ریل کی پٹریاں اکھاڑ دی گئیں۔ تار، ٹیلی فون کے کھمبے اکھاڑ دیے گئے ایک ریلوے انجن اور چند بوگیوں کو نذر آتش کر دیا گیا ۱۰

کتیانہ شہر کے اردگرد محاصرہ زیادہ تنگ کر دیا گیا۔ ان تمام واقعات کو دیکھ کر کتیانہ کے مسلمانوں کا ڈر و خوف مسلسل بڑھ رہا تھا۔ ان حالات میں ۹ نومبر کی شب بھارتی ریڈیو نے خبر دی کہ جوناگڑھ کا کنٹرول بھارتی افواج نے سنبھال لیا ہے۔ کتیانہ کے مسلمانوں نے محسوس کیا کہ عارضی حکومت کی "لوک سینا" کے حملوں کا خدشہ ٹل گیا ہے انہوں نے کچھ سکون محسوس کیا۔

لیکن اگلے روز یعنی ۱۰ نومبر کو دیوالی کے موقع پر علی الصبح کتیانہ پر شدید حملے کا آغاز کر دیا گیا۔

لوک سینا کے رہنماؤں کو ۸ نومبر کی شب ہی یہ خبر مل چکی تھی کہ ریاست جوناگڑھ نے بھارتی یونین سے پناہ طلب کر لی ہے۔ اور کسی بھی وقت ہتھیار ڈالنے کا اعلان متوقع ہے اس کے باوجود بھی کتیانہ پر حملے کے پروگرام میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کیا گیا ۱۱

اگلے روز یعنی ۹ نومبر کی شب کو بھارتی فوج کا ایک دستہ کتیانہ پہنچا اور عارضی حکومت کے رہنماؤں کو بتایا کہ جوناگڑھ کی اطاعت کی درخواست قبول کر لی گئی ہے اور اب وہ کتیانہ کا انتظام سنبھال لیتے ہیں۔ عارضی حکومت کے رہنماؤں نے ان کے ساتھ مذاکرات کیے جس کے بعد یہ طے کیا گیا کہ کتیانہ کا تمام انتظام فی الحال عارضی حکومت کے پاس ہی رہے گا ۱۲

---

۱۱ لوک کرانتی صفحہ ۴۹

۱۲ لوک کرانتی صفحہ ۵۶

[illegible]

[illegible] جوناگڑھ کے آخری ایام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]


JUNAGADH STATE
BOUNDARY OF JUNAGADH STATE
JUNAGADH STATE
GIR

حکومت ایک قانونی حکومت ہے۔ جب تک یہ اعلان کیا جائے کہ ریاست ہو کر رکھنے پر

نیویارک کی سفارت جو پاکستان کا انتظام سنبھالنے کے بعد کی تھی اس لئے مجھے کوشش کرنی ہو گی

کمشنر مسٹر نیلم سنگھ (NEELAM SINGH) سے درخواست کی جائے۔

کونسل کی میٹنگ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس اہم تر فیصلے کو عوام اور اقوام متحدہ

کا ہر ممکن حمایت حاصل ہونی چاہیے۔ اس کے پیش نظر جمعیت المسلمین کی تمام شاخوں

کے جلسے دارالسلطنت کے ساتھ ساتھ ریاست کی دوسری تحصیلوں کو شروع ہوں۔ مجموعے

دستخط شدہ قرارداد بھیجے گئے ان دستخط شدہ قراردادوں کو انہیں ریاست کے

سیکرٹریٹ میں ۔۔ نومبر کو منعقد ہونے والے ایک اہم اجلاس میں شرکت کے لئے

طے کیا گیا تھا۔

نیز دوسری طرف ہمارے جرنل کے تحریری خط میں یہ بتایا گیا

کہ دو تحریم بھیجا تھا۔ اس کی مدت نومبر کے نصف شب کو ختم ہو رہی تھی۔

بہر کیف میں ابھی چند روز باقی تھے کہ ریاست حیدرآباد کے شاہ غرور کے لئے

نے بھیجوانے کے ساتھ تحریم کی مدت ختم ہونے کی یاد دلائی کرائے۔ ہمارے جرنل

نے جواب دیا کہ ہم نواب صاحب کے حکم کے مطابق احتیاط کے ساتھ ریاست کا نظم

معاملہ ہندوستان کے سپرد کرنے کو تیار ہیں اور ہم اس سلسلے میں مسٹر نیلم سنگھ سے

گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اجلاس میں اس وقت مسٹر نیلم سنگھ شاہ غرور کے سامنے

قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فون لیا اور ہمارے جرنل نے انہیں ریاست کا

معاملہ اور کونسل کے فیصلے سے مطلع کیا۔

اس کے بعد مسٹر نیلم سنگھ نے فوراً مسٹر وی۔ پی۔ مینن کو دہلی فون کیا اور

ان کو تمام معاملے کی اطلاع کر دی گئی۔ انہوں نے اس معاملے کے سلسلے میں

پنڈت نہرو سے بات چیت کی۔ اس کے بعد مسٹر مینن کو نیند سے جگا کر اطلاع

جرنل ابرار الحق، صفحہ ۱۲۲۔ ۱۴۴۳۔ آئین پاکستان صفحہ ۷۔ نئی سرکار صفحہ ۲۹

دی اور ان سے بھی مذاکرات کئے۔[16]

ماؤنٹ بیٹن سے پردہ پوشی

اس دوران لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھتیجے لیفٹیننٹ فلپ (LEIUT. PHILLIP) کی شادی برطانیہ کی شہزادی الزبتھ سے ہونے والی تھی اور ماؤنٹ بیٹن اس میں شرکت کے لئے ۱۰ نومبر کو دہلی سے لندن روانہ ہونے والے تھے۔ ۸ نومبر کو وہ چکرورتی راج گوپال اچاریہ (CHAKRAVARTY RAJGOPAL ACHARYA) کو قائم مقام گورنر جنرل کا چارج دینے کے موقع پر انہوں نے ۸ نومبر کی شب ایک عشائیہ اہتمام کیا تھا.

۹ نومبر کو رات کے پچھلے پہر حکومت بھارت سے ریاست جوناگڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کی جو درخواست کی گئی تھی. ان پر نہرو، پٹیل اور مینن تقریباً صبح تک گفت و شنید کرنے کے بعد اس درخواست کو قبول کرنے کا اور بھارتی افواج کے ذریعے جوناگڑھ کا قبضہ سنبھال لینے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن اس سلسلے میں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے مکمل طور پر پردہ پوشی کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت بھارت کے کسی اہم فیصلے کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کو پیشگی اطلاع نہیں دی گئی تھی.

ریاست جوناگڑھ پر فوجی قبضہ کرنے کے فیصلے کی اطلاع ماؤنٹ بیٹن کو ۹ نومبر کو دن ڈھلے ملی تھی. عشائیہ کے موقع پر انہوں نے پنڈت نہرو کے روبرو ایسے فوجی قبضے کا پُرزور احتجاج کیا، اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خاں کو فوراً ایک مراسلہ بھیج کر اطلاع دیں کہ یہ قبضہ صرف ہنگامی نوعیت کا ہے اور بعد میں رائے عامہ کے ذریعے اس قضیئے کو حل کیا جائے گا۔[17]

---

(۱۶) [illegible] صفحہ ۱۴۴ (۱۷) [illegible] صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹

ان ہدایات کے مطابق مینن نے ایک تار کا مضمون تیار کیا اور اسے سردار پٹیل کو دکھانے کے لئے لے گئے۔ پٹیل اس قسم کا تار کو منظوری دینے کے لئے یہ شرط رکھی کہ اس تار میں سے وہ تمام الفاظ نکال دیئے جائیں جو پاکستان سے دوستی ظاہر کرتے ہوں۔ پٹیل نے مسئلہ جوناگڑھ کا رائے عامہ کے ذریعے حل کرنے کے ارادے کے اظہار کی بھی مخالفت کی تھی لیکن بعد میں مینن کے سمجھانے بجھانے پر وہ اس کے لئے رضامند ہو گئے۔ ۱۸

اتفاقاً اسی روز یعنی ۸ نومبر کو پاکستان کے وزیر داخلہ سردار عبدالرب نشتر اور چوہدری محمد علی چند مسائل کے سلسلے میں مذاکرات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے انہوں نے ماؤنٹ بیٹن نہرو اور پٹیل کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور بعد کشمیر اور چند دیگر مسائل پر بات چیت کی۔ اسی روز دہلی میں اطلاع ملی کہ بھارتی افواج نے وادی سری نگر کے درہ کے نزدیک واقع بارہ مولا پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے ۱۹

قبضہ سنبھال لینے کی درخواست

دوسری جانب شاہنواز بھٹو نے کاٹھیاواڑ کے ریجنل کمشنر مسٹر نیلم بچ کے نام ۸ نومبر کو حسب ذیل مراسلہ تیار کیا۔

۷ نومبر کو اسٹیٹ کونسل کے سینئر ممبر میجر ہاروے جونز۔ نمائندہ اس گاندھی سے گفت و شنید کے بعد کچھ تجاویز اسٹیٹ کونسل کے غور کرنے کے لئے اپنے ساتھ لائے۔ کونسل ان تجاویز کو احتجاج کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار ہے لیکن آخری فیصلے سے نمائندہ اس گاندھی کو مطلع کرنے سے قبل یہ ضروری کہا گیا کہ عوام کے سرکردہ نمائندگان سے بھی رائے معلوم کر لی جائے۔ چنانچہ آج تمام ان کی ایک میٹنگ منعقد کی گئی اور جملہ نمائندگان نے متفقہ طور پر اس رائے کا

---

۱۸ ہسٹری ٹو ماؤنٹ بیٹن صفحہ ۲۶۹ ۔ انتی کریشن صفحہ ۱۸۹

۱۹ مشن صفحہ ۲۳۷

انہوں نے کہا کہ ریاست کو تباہی سے بچانے عارضی حکومت کے راجکوٹ کے علاقائی کمشنر کی
معرفت ریاست انڈین یونین کے سپرد کر دی جائے۔ اس تجویز کا مقصد یہ ہے کہ
بیرونی حملہ اور طاقت کے ذریعے قانون اور نظم و نسق کے جو حالات بگڑ گئے ہیں ان میں
کمی واقع کی جائے۔ یا انتظام اطلاق جو ناگزیر ہو سکے متعلق مسائل کا با عزت تصفیہ جو
کہ عمل میں آسکے کیونکہ حکومت جوناگڑھ خونریزی، مشکلات اور جان و مال کی
بربادی کو روکنے کے لئے اور شاہی خاندان کے تحفظ کے لئے آپ سے ریاست کا انتظام
سنبھالنے کی درخواست کرتی ہے۔ [20]

آخری ٹیلیگرام

اس کے ساتھ ہی ۸ نومبر کو شاہنواز بھٹو نے حکومت پاکستان کو مزید
ٹیلیگرام ارسال کیا۔ جو ان کی جانب سے ارسال کردہ آخری ٹیلیگرام ثابت ہوا
اس میں انہوں نے بتایا
"حالات سنگین ہیں عارضی حکومت نے بیس ہزار مسلح سپاہیوں اور
ٹینکوں کے ذریعے ہمیں کچل ڈالنے کی دھمکی دی ہے۔ گزشتہ شب مزید اس قسم
کی دھمکی دی گئی ہے کہ عارضی سرکار کی تابعداری قبول نہ کی گئی تو اس کے سنگین
نتائج برآمد ہوں گے۔ ریاست کو ختم کر دیا جائے گا۔ کوئی دوسرا راستہ نہ ہونے
کی وجہ سے ہم نے راجکوٹ میں مقیم علاقائی کمشنر جو بھارتی حکومت کے نمائندے
ہیں انہیں کہا ہے کہ متعلقہ مسائل کے پر امن حل کے لئے اور نظم و ضبط کے تحفظ
کے لئے اور خونریزی کو روکنے کے لئے ہماری مدد کریں۔" [21]

---

[20] انٹیگریشن صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۴
جوناگڑھ صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۵
[21] جوناگڑھ صفحہ ۲۹۱

بھٹو کی روانگی

نی بھونڈ بھٹو کے دعوت نامے پر ویراول سے جمعیت کے سیکریٹری جناب اختر ایم۔ ایل۔ اے۔ جمعیت کی ویراول شاخ کے صدر بادشاہ میاں حاجی یوسف مکھائی اور جناب عثمان کھانڈ والا ۸ نومبر کو جمعہ کی دوپہر بذریعہ کار جوناگڑھ کی جانب روانہ ہوئے۔ ویراول سے جوناگڑھ ۵۲ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں کیشود ایئرپورٹ کی طرف جانے والی سڑک بڑی شاہراہ سے ملتی تھی وہ ابھی اس سنگم سے کچھ دور تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ جوناگڑھ کی جانب سے ریاست کی ایک کار آ رہی ہے۔۔ جو ایئرپورٹ کی طرف مڑ گئی۔ اس کار میں سر شاہنواز بھٹو سوار تھے۔ جو کیشود سے پاکستان جانے والے آخری پاکستانی جہاز میں کراچی جا رہے تھے۔

اس میٹنگ میں جمعیت کے صرف ویراول شاخ کے نمائندے آئے تھے۔ اس کے علاوہ جمعیت کے جوناگڑھ شہر کے چند رہنما بھی موجود تھے ان میں قاضی اختر، ابا مجید، ترک نور محمد کاپڑیا، سیٹھ محمد نور محمد کھتری اور گابھا (GABBA) کے دربار سید عبداللہ، جناب محمد باڈیلا اور کیشود کے دو معین رہنما بھی شامل تھے۔ کونسل کے سرکاری ممبران میں سے صرف میجر ہاروے جونز کے علاوہ ریاست کی طرف سے جناب اسمٰعیل ابراہانی، وزیر قانون اور پولیس کے سربراہ جناب عبدالمجید خان نقوی اور دو چار انتظامی امور کے افسران حاضر تھے۔ ابراہانی اور نقوی کے سوا تمام اعلیٰ حکام اور افسران اس سے قبل جوناگڑھ چھوڑ کر جا چکے تھے۔ ۲۳

آخری کاروائی

کونسل کی وہ میٹنگ بعد از مغرب شروع ہوئی۔ حالات کا مزید ایک بار تفصیل سے جائزہ لیا گیا۔ لیکن ہتھیار ڈال دینے کے سوا کوئی اور راہ نظر نہیں آئی۔ اسی دوران

---

۲۳ جیل ڈیٹی صفحہ ۲۵، ۲۴/ ۲۶۲

شاہنواز بھٹو کراچی پہنچ گئے اور انہوں نے نواب مہابت خانجی سے ملاقات کرکے انہیں ریاست کے حالات کی سنگینی سے آگاہ کیا۔ نواب صاحب نے ویراول کی بندرگاہ پر لنگر انداز "نرہدا" اور "محمود اوری" کے وائرلیس کی معرفت پیغام بھیجا۔

"میں اپنے عوام کی خونریزی نہیں چاہتا۔ ریاست جوناگڑھ کو احتجاج کیساتھ بھارت کے سپرد کر دیا جائے۔"

یہ پیغام ویراول سے بذریعہ جیپ فوری طور پر جوناگڑھ پہنچایا گیا۔ میٹنگ کے پاس اب صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا۔ وہ کام شاہنواز بھٹو کے کراچی روانہ ہونے سے پہلے نیلم بچ کے نام لکھے گئے خط کو منظوری دینا تھا۔

اس کے بعد مسٹر ہاروے جونز اور جناب عبدالمجید خان تقوی نے ضروری دستاویزات تیار کیں اور اس پر میٹنگ میں موجود تمام شرکاء کے دستخط لئے۔ بعد میں مسٹر ہاروے جونز ان دستاویزات کو لے کر راجکوٹ روانہ ہوگئے۔

اس کے ساتھ ہی والیٔ جوناگڑھ کی آخری میٹنگ ختم ہوئی اور تمام نمائندگان اپنے مستقبل کی فکر و تشویش دلوں میں لئے منتشر ہوگئے۔

۹ نومبر کی شام

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارت کے فوجی دستے ٹینکوں کے ساتھ گرنار دروازے سے جوناگڑھ شہر میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل بھارتی ایئر فورس کے چند طیارے شہر کی فضا میں چکر لگاتے رہے تھے۔ سب سے پہلی ٹینک پر مسٹر ہاروے جونز کے ہمراہ مسٹر نیلم بچ اور کاٹھیاواڑ کے لئے بھارتی فوج کے کمانڈر بریگیڈیئر گرودیال سنگھ سوار تھے۔ فوجی دستوں کے ساتھ شامل داس گاندھی اور ڈھیبر بھی تھے۔ دروازے کے نزدیک ریاست کے پاری سیکرٹری مسٹر ایس پی گل والا نے ریاست جوناگڑھ کو باقاعدہ طور پر مسٹر نیلم بچ کے سپرد کیا۔ (۲)

---

(۲) [illegible] صفحہ ۱۲۵ - جمیل زبیری صفحہ ۱۰۲/۱۰۳۔

اس روز پورے شہر میں تہوار کا سا سماں تھا لیکن مسلمانوں کی دکانیں بند تھیں اور مسلم محلے ویران نظر آتے تھے۔[24]

اس شب اور اگلے روز ریاست کے تمام سپاہیوں سے اسلحہ لے لیا گیا اور ریاست کے توشہ خانہ اور جہاں جہاں قیمتی اشیاء تھیں، ان تمام مقامات کو سیل کر دیا گیا۔[25]

نہرو - لیاقت ٹیلیگرامز

جونا گڑھ پر قبضہ کے ساتھ ہی پنڈت نہرو نے لیاقت علی خان کو یہ تار بھیجا:

"حکومت بھارت نے مکمل بد امنی کو روکنے کے لئے دیوان سرشاہنواز کی درخواست قبول کر لی ہے لیکن حکومت بھارت یہ انتظام جاری رکھنا نہیں چاہتی اور جونا گڑھ کے عوام کی خواہش کے مطابق اس مسئلہ کا فوری حل تلاش کرنا چاہتی ہے ہم جونا گڑھ سے متعلق مسائل کے بارے میں پاکستان کے نمائندوں سے جلد از جلد مذاکرات کرنے کے لئے تیار ہیں۔"[26]

۱۱ نومبر کو لیاقت علی خان نے اس تار کا حسب ذیل جواب بھیجا۔

"جونا گڑھ کے پاکستان سے باقاعدہ الحاق کرنے کی وجہ سے دیوان یا خود نواب بھی بھارت کے ساتھ اس معاملے میں کوئی بھی ہنگامی یا مستقل سمجھوتہ نہیں کر سکتے پاکستان کی منظوری کے بغیر بلکہ اس کو مطلع کئے بغیر ریاست جونا گڑھ میں افواج بھیجی گئیں اور اس کا انتظام سنبھالنے کی کارروائی پاکستانی سرزمین پر بین الاقوامی قوانین کی سرعام خلاف ورزی ہے۔ دونوں حکومتیں کے نمائندگان کی میٹنگ میں پاکستان صرف اسی شرط پر موجود رہ سکتا ہے کہ ریاست سے بھارتی افواج فوراً ہٹا دی

24۔ اگن پاشا صفحہ ۷۳

25۔ ایضی ٹریشن صفحہ ۱۳۵

26۔ ایضی ٹریشن صفحہ ۱۳۳

جائیں۔ نواب کی حکومت کو دوبارہ بحال کیا جائے اور ریاست کے اندر اور باہر حسب معمول حالات دوبارہ قائم کئے جائیں اور عارضی حکومت کی سرگرمیاں بند کرا دی جائیں" [27]

اس دوران مہاتما گاندھی نے دوبارہ اپنی ایک پرارتھنا سبھا میں فرمایا۔

"اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اس میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی یا حکومت بھارت نے جوناگڑھ پر قبضہ کیا۔ اس میں چڑھائی جیسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ مجھے لگتا ہے کہ جوناگڑھ کی رعایا کی جانب کی جانب سے عارضی حکومت کی بھیشہ چال کے بارے میں کوئی غیر قانونی بات نہیں مجھے اس پورے معاملے کے بارے میں کوئی بھی بات غیر قانونی محسوس نہیں ہوتی" [28]

بھارتی مسلمان گنہگار ہیں

جوناگڑھ کے جشن فتح میں شامل ہونے کے لئے ولبھ بھائی پٹیل ۱۳ نومبر کو جوناگڑھ پہنچے۔ اس سے ایک روز قبل انہوں نے راجکوٹ میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت میں ایک پر زور تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بھارت میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں کو تنبیہ کی۔

"ہمیں پاکستان نہ پہنچنے والے ۴ کروڑ مسلمانوں کا خیال کرنا ہے۔ ہاں۔ انہوں نے پاکستان پیدا کرنے کا گناہ کیا ہے۔ لیکن وہ کیسی ابتر حالت میں پہنچ چکے ہیں۔ ہمارے خیال میں ان کی اذیت کو دور کرنے کا صحیح علاج تو پاکستان میں ہے۔ لیکن پاکستان کے حکمران بندر جیسی حرکات کرتے رہیں۔

اب ہند کے مسلمان گر علیحدہ حقوق اور مراعات کا مطالبہ کریں گے تو ایسا مطالبہ ان کی وفاداریوں کو مشکوک ہی کر ڈالے گا اور نتیجتاً ان کو ہی نقصان اٹھانا پڑیگا" [29]

---

[27] اننی کرشن صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶ [28] لوک کرانتی صفحہ ۶۰

[29] اگنی پاترا صفحہ ۹۴ تا ۹۶

سردار پٹیل کی دھمکیاں

۱۳ نومبر کو سردار پٹیل، شامل داس گاندھی، جام دگیگ وجے سنگھ اور دیگر رہنماؤں کی جوناگڑھ آمد ہوئی۔ جوناگڑھ کے ہندو عوام کی جانب سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ بہاء الدین کالج کے وسیع احاطے میں ایک بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔

شامل داس گاندھی نے اس وقت اپنی استقبالیہ تقریر میں کہا۔

جوناگڑھ کی فتح کا تمام تر سہرا صرف سردار پٹیل کے سر ہے۔ انہوں نے ہر قدم پر میری رہنمائی کی ہے اور ہر قسم کی امداد دی ہے۔

شامل داس گاندھی نے وہ تلوار جو انہیں بمبئی میں دی گئی، سردار پٹیل کے قدموں میں رکھ دی اور کہا

"عارضی حکومت کا کام مکمل ہونے کی وجہ سے یہ تلوار آپکے قدموں میں رکھتا ہوں۔"

سردار پٹیل نے اس جلسہ میں کہا کہ ریاست جوناگڑھ کو پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت کے ساتھ یہ طے کرنے کے لئے ہم جلد ہی رائے عامہ کا اہتمام کریں گے انہوں نے مزید کہا۔

جوناگڑھ کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے یا بھارت کے ساتھ اس کا فیصلہ ابھی اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جن کو بھارت کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ اپنے ہاتھ اوپر اٹھائیں۔ (تمام ہاتھ بلند ہو گئے) اب جن کو پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہو وہ ہاتھ اونچے کریں۔ (ایک بھی ہاتھ بلند نہ ہوا) یہ ہے رائے عامہ!

سردار پٹیل نے مزید کہا کہ جوناگڑھ کے مسلمان کو اب بھی پاکستان کی دوستی کا شوق ہو تو وہ نواب کی طرح (پاکستان) چلے جائیں۔ یہاں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں جن کو اب بھی پاکستان کی فکر ہو، ان سے میں کہتا ہوں کہ تم کو تمہارے مال و اسباب کے علاوہ پانچ پانچ روپے (کشنا دخیرات) ابھی دوں گا۔ تم ابھی اور اسی وقت پاکستان چلے جاؤ۔

انہوں نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں میمن برادری کا بالواسطہ ذکر کرتے ہوئے انہیں دھمکی دی۔

"میں جانتا ہوں کہ میمنوں اور خوجوں نے مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی ہے میں ان سے کہوں گا کہ بیتی ہوئی باتیں بھول جاؤ اور تمہارے پاس جو اسلحہ ہے اسے ہمارے سپرد کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اس کے نتائج تمہیں کو بھگتنے پڑیں گے۔

سردار پٹیل نے اسی تقریر میں پاکستان اور بھارت کے مسلمانوں کو یادگار دھمکی دی تھی۔

"ہمیں کسی کے ساتھ لڑنا نہیں ہے۔ ہمیں سب ملکوں کے ساتھ امن و امان سے رہنا ہے۔ پاکستان کو لڑنے کا جوش آتا ہو تو وہ لڑے۔ ہم نے تو اس مسئلے پر مکمل غور و فکر کیا ہے۔ ہند میں ۴ کروڑ مسلمان ہیں۔ ان ۴ کروڑ مسلمانوں کا پاکستان کو خیال رکھنا چاہیے..."[55]

امداد نہ بھیجنے کے اسباب

حکومت پاکستان جونا گڑھ کے معاملے میں کن وجوہات کی بناء پر کوئی امداد بھیجنے سے قاصر رہی تھی؟

پاکستان اس وقت جونا گڑھ کی حفاظت کرنے کے ضروری وسائل نہیں رکھتا تھا۔ اس کی افواج کی ابھی تنظیم نہیں ہوئی تھی، وسیع پیمانے پر مہاجروں کی ہجرت سے افواج کو بیت جیسے مسائل کا سامنا تھا۔ بحریہ اور فضائیہ برائے نام تھے۔

ادھر ریاست جونا گڑھ کے پاس فوج اور پولیس معمولی تعداد میں تھے۔ اس کے مقابلے میں دوسری جانب بھارتی افواج کے سپاہی اور دیگر مسلح افراد کی ۲۰ ہزار تعداد تھی جو تیار تھی، جن میں سے اکثر افراد کو تربیت حاصل کر چکے تھے۔[56]

۵۵ آزادی ہند صفحہ ۹۲، ۹۹، ۹۹، ۱۰۲

۵۶ ایم جانسن صفحہ ۲۰۸

ان کے مقابلے میں پاکستان بڑی تعداد میں اپنی افواج بھیجنے کی حالت میں نہ تھا

ان تمام اسباب کے علاوہ کشمیر میں جنگ اپنے عروج پر تھی۔ اور اس سے کسی بھی وقت پاکستان کی سرزمین تک پہنچ کر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے کا شدید خطرہ تھا۔ اس وجہ سے حکومت کی تمام تر توجہ کشمیر کی طرف لگی ہوئی تھی۔ نیز اس وقت پاکستان کے سامنے اس کے اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنے والے سنگین اقتصادی اور دیگر مسائل بھی حل طلب تھے۔ حکومت پاکستان ان تمام اسباب کی بنا، اس وقت جوناگڑھ کی جانب کافی توجہ نہیں دے سکی تھی۔

اس کے باوجود ریاست جوناگڑھ کی جانب پاکستان کی بے توجہی کا سب سے بڑا سبب پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے فروری ۱۹۴۸ء کے ایک اجلاس میں اپنی تقریر میں اس طرح بتایا تھا۔

" پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی کوئی فوج نہیں بھیجی تھی حالانکہ اس کو ایسا کرنے کا مکمل حق تھا۔ جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا۔ اور الحاق کی شرائط میں دفاع شامل ہے۔ پاکستان ریاست جوناگڑھ کا دفاع کرنے کا پابند ہے۔ کچھ افراد یہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے اس وقت اپنی فوج جوناگڑھ میں نہ بھیج کر غلطی کی ہے دوسری جانب یہ یقینی بات ہے کہ اگر پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی افواج بھیجی ہوتیں تو پاکستان اور بھارت کی افواج کے درمیان براہ راست تصادم ہو جاتا اور دونوں ملکوں کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی۔ "[30]

اور اس طرح ریاست جوناگڑھ پر سوا دو سو سال پر محیط مسلم حکومت کا اور بابی خاندان کی دو سو سالہ حکمرانی کا دور ختم ہو گیا۔

---

[30] " ظفر اللہ خان کی تقریر " جوناگڑھ صفحہ ۳۰۹

باب ھشتم

کیتیانہ اور بانٹوا کی تباہی

عارضی حکومت کا کلنک

جوناگڑھ پر قبضہ کے بعد میمن برادری کے دو بڑے دولتمند شہروں کیتیانہ اور بانٹوا میں وسیع پیمانے پر جو لوٹ مار کی گئی تھی، اس کے بارے میں بھارت کے مؤرخین کی تصانیف میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ پھر بھی حکومت ہند کے وزارت ریاستی امور کے خاص افسر مسٹر وی۔ پی۔ مینن کے قلم سے اتنے الفاظ ضرور نکل گئے ہیں۔

"کتیانہ میں عارضی حکومت کے آدمیوں کا کافی سامنا کیا گیا تھا اور جس کے بدلے میں انہوں نے کچھ لوٹ مار کی تھی اور آگ وغیرہ لگائی تھی۔ عارضی حکومت کے مجموعی طور پر اچھے برتاؤ اور نظم وضبط کے نام پر کیتیانہ میں رضا کاروں کا برتاؤ صرف واحد کلنک ہے"[1]

دوسری جانب ایک بھارتی مصنف نے کچھ اس قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔

---

[1] وی۔ پی مینن، انٹیگریشن صفحہ ۱۴۴

"۱۵ نومبر ۱۹۴۷ء سے ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کے درمیانی پندرہ روز میں بانٹوا شہر کے زیادہ تر میمن افراد پاکستان پہنچ گئے ہے"

کتیانہ کی عارضی حکومت کے نام پر کلنک لگانے والے کون سے واقعات تھے؟ اور بانٹوا کے ہزاروں میمن صرف پندرہ روز میں کیوں اجتماعی ہجرت کر گئے تھے؟

کاٹھیاواڑ کے مسلمان برصغیر کی تقسیم تک اور اس کے بعد کافی عرصہ تک پاکستان میں رہائش پذیر ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ مگر ارض پر ایک نئی اسلامی مملکت کی تخلیق میں انہوں نے جو کچھ تعاون کیا تھا، اس پر انہیں اطمینان تھا۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان نے بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو بھارت کا وفادار شہری بن کر رہنے کی تلقین کی تھی۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بھارت کے جشنِ آزادی میں مسلمان برابر شریک رہے تھے۔ جوناگڈھ پر عارضی حکومت کے قبضہ، میمنوں کو سردار پٹیل کی دھمکی اور کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار تک ان کی سماجی اور فلاحی سرگرمیاں پہلے کی طرح برابر جاری رہی تھیں اور مستقبل کی فلاحی سکیموں کے لیے چندے بھی جمع کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے بھارت کے دوسرے علاقوں سے پاکستان پہنچنے والے مہاجرین کی امداد کے لئے کراچی میں شروع کئے گئے قائداعظم ریلیف فنڈ میں بھی کافی رقومات بھجوائی تھیں۔

بانٹوا میں جھنڈا وندن اور حسینی سربلندی

بانٹوا پر بھارتی یونین کی جانب سے اکتوبر ۱۹۴۷ء کے آخر میں بلا مقابلہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔ بھارتی حکام نے بانٹوا کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر جے سکھ لال بچ (JAISUKH LAL (KOCH)) کا تقرر کیا تھا۔

۲ے مخدوم: "بانٹوا ڈائریکٹری" صفحہ ۴۲

بانٹوا کی اکثریت میمنوں پر مشتمل تھی۔ یہ اکثریت پاکستان کی بڑی حامی تھی۔ اس کے باوجود بانٹوا کی ہندو آبادی کو کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ میمن تاجروں کے صدر دفاتر میں جنرل مینیجر، اور حساب نویس (اکاؤنٹنٹ) ہندو ہی تھے۔ اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حجام (نائی)، لوہار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔

اس کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹوا کی فضا بگڑنے لگی اور کشیدگی بڑھنے لگی۔ ریاست جوناگڑھ میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے حامیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں جھنڈا وندن (پرچم کشائی) کے واقعہ نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔

جوناگڑھ پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹوا میں ہندوؤں کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے اور راستے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو ہراساں کیا گیا۔ جلوس کے بعد جیل کے قریب جو میدان میں "جھنڈا وندن" (پرچم کشائی) کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس موقع پر شہر کے متعدد میمن رہنماؤں کو مدعو کیا گیا اور انہیں بھارتی جھنڈے کو ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔

سفید ریش بزرگ سیٹھ حسین قاسم دادا نے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے بلا خوف کہا "ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر صرف خدائے واحد کے سامنے ہی جھک سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں"

حسین سیٹھ یہ جواب سن کر ایک سکھ سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے اپنی بندوق تان لی۔ لیکن اس کے لبلبی دبانے سے پہلے مسٹر بچ نے مداخلت کر کے اُسے روک دیا۔

حسین سیٹھ کے اس جواب سے تقریب پر سناٹا چھا گیا۔ دیگر مسلمان بھی ثابت قدم رہے کسی نے بھی جھنڈے کو "نمن" (سلام) نہیں کیا اور تقریب ختم ہو گئی ہے

بانٹوا کی لوٹ اور میمنوں کی ہجرت

کچھ دنوں بعد ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عید الاضحیٰ کا موقع آیا۔ اس وقت تک ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹوا کے مسلمان نماز عید ادا کرنے کے لئے عیدگاہ تک بھی نہ سکے اور انہوں نے اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عید ادا کی۔

۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو جوناگڈھ پر بھارتی قبضہ ہونے کے اگلے روز کتیانہ میں خونریزی اور لوٹ مار کی گئی اس کے ساتھ بانٹوا کے اطراف میں واقع گاؤں کے باشندے میمنوں کے اس مشہور دولت شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنانے لگے۔

جوناگڈھ پر قبضہ کے پورے ایک ہفتہ کے بعد یعنی ۱۶ ر نومبر ۱۹۴۷ء کی شب بانٹوا میں اچانک کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اطراف کے گاؤں سے اکٹھے ہونے والے لٹیروں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں اور چند دیگر مقامات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے کھلوائے گئے میمنوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کی محنت اور تجارت کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے خلاصے بڑے حصے کو ایک ہی رات میں لوٹ لیا گیا۔

لٹیرے سونے چاندی اور ہیرے کے جڑاؤ زیورات، نقد رقوم اور قیمتی ملبوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ خوفزدہ میمن اپنے قیمتی اثاثوں کو خاموشی سے لٹتا دیکھتے رہے۔ اپنی حسب خواہش اشیاء بہ آسانی مل جانے کی وجہ

ہے بانٹوا: (میمن سماج خاص شمارہ ۱۹۶۱ء)

مانڈھریا: زاھڑاپے نداکٹر رشعلہ وشبنم) ڈان گجراتی ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۷۴ء

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ریاست جوناگڑھ پر چڑھائی کی تصاویر



[illegible]



[illegible]



عارضی حکومت کے رضاکاروں کو دی جانے والی فوجی تربیت۔



عارضی حکومت کے سپہ سالار رتو بھائی اوانی رضاکاروں کو فوجی تربیت دے رہے ہیں۔



ریاست جوناگڑھ کے ایک گاؤں پر قبضہ کرنے کے لئے عارضی حکومت
کے مسلح رضاکار لاری میں جارہے ہیں۔

مسلمانوں کی دولت لوٹنے کے لئے سینکڑوں دیہاتی ہاتھوں میں لاٹھیاں وغیرہ
لئے عارضی حکومت کی فوج میں بطور رضاکار بھرتی ہو گئے تھے۔



عارضی حکومت کی پشت پناہی کے لئے بھارتی حکومت کی جانب سے کاٹھیاواڑ
کے ساحل پر بھیجا گیا جنگی جہاز

یہ تمام تصاویر عارضی حکومت کے ساتھ رہنے والے صحافی فوٹو گرافر رتو بھائی کوٹھاری کی
اپریل ۱۹۴۸ء میں شائع شدہ گجراتی کتاب ''جوناگڑھ کا عوامی انقلاب'' سے لی گئی ہیں

اسی طرح تجارتی جیل بیل اور گھا گھی کا ساحل شہر بانٹوا ویران ہو گیا۔

اس کے بعد بانٹوا میں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جاہ و جلال جو میمنوں کے دور میں اسے حاصل تھا۔ وہ صرف تاریخی یا روایتی کہانیاں بن کر رہ گیا۔

کتیانہ پر حملہ

جوناگڑھ پر ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی شام بھارتی یونین کی افواج نے قبضہ کر لیا تھا دوسرے دن علی الصبح عارضی حکومت کی لوک سینا کے آدمیوں اور اطراف کے گاؤں سے اکٹھے ہونے والے سینکڑوں دیہاتیوں نے کتیانہ پر حملے کا آغاز کیا۔

شہر میں جگہ جگہ زبردست مقابلہ ہوا۔ کیپٹن غوث محمد کی زیر قیادت انفنٹری کے چھوٹے دستے نے گھنٹوں مقابلہ کیا۔ [۲۶]

بعض مقامات پر زبردست فائرنگ ہوئی۔ جمعیت المسلمین کی کتیانہ شاخ کے صدر قاضی تاج الدین حسین میاں، پولیس فوجدار ہاشم خاں کھوکھر اور کچھ دیگر

رتو بھائی کو ٹھاری نے اپنی کتاب "جوناگڑھ کی لوک کرانتی" میں کتیانہ پر حملہ کی تاریخ ۹ نومبر ۱۹۴۷ء تحریر کی ہے۔ موہن لال پاریکھ نے بھی اپنی کتاب "جوناگڑھ تیرا آگ کا سفر" میں اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں بھارتی مورخین نے کتیانہ یا کسی اور مقام پر لوٹ مار کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسری جانب جناب مانڈویا اور جناب عمر فاضل فاروق نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتیانہ پر حملے اور لوٹ مار کے واقعات ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو رونما ہوئے تھے۔ کراچی میں رہائش پذیر کتیانہ کے تمام افراد بھی ۱۰ نومبر کی ہی تصدیق کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی مورخین نے یہ بتانے کے لیے کہ کتیانہ پر حملہ، جوناگڑھ کی خود سپردگی سے قبل کیا گیا تھا۔ ان واقعات کی تاریخ ایک روز قبل کی تحریر کی ہے۔

[۲۶] جمیل دہلی صفحہ ۱۰۷

اور جاگ ہونے بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ٹ

کھوکھر برادری کے بزرگ نتھو کھوکھر کو ان کے اپنے کھیت میں قتل کر دیا گیا۔

اس کے فوراً بعد کیانہ میں خون آلود لوٹ مار کا آغاز ہوا۔

کیانہ کی پہلی لوٹ

۱۰ نومبر کو کیانہ میں مقابلہ ختم ہوتے ہی یمین اور دیگر مسلم رہنماؤں، کارکنوں اور سرکردہ شہریوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ کیانہ کے عوامی رہنماؤں کو بے تحاشا مارا پیٹا گیا۔ ان میں بہت اسلمیں کی کیانہ شاخ کے اعزازی سیکریٹری حاجی عبدالحق عثمان بھائی، انجمن اسلام کے اعزازی سیکریٹری جناب نور محمد گیا پردیسی، مسلم اسٹوڈنٹس یونین کے صدر جناب محمد حسین پردیسی وغیرہ شامل تھے۔ کیانہ کے متعدد اداروں اور فلاحی سرگرمیوں سے وابستہ جناب عمر فاضل فاروقی کا مکان بوسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ چاروں اطراف سے اونچے مکانات میں گھرا ہونے کی وجہ سے جناب عمر فاضل فاروقی پر کسی کی نظر نہ پڑ سکی۔

رہنماؤں اور کارکنوں کی اجتماعی گرفتاری کے ذریعے لوگوں کے حوصلے پست کرنے کے بعد لوٹ مار کا آغاز کر دیا گیا۔

کیانہ کی لوٹ کے واقعات کی بیشتر تفصیلات کیانہ مسلم ایسوسی ایشن کے دس سالہ جشن کے مجلہ میں شائع شدہ مضمون "کیانہ کی خون آلود لوٹ" میں سے لی گئی ہیں۔ جناب عمر فاضل فاروقی نے اپنے کتابچے "خون آلود لوٹ" میں یہی سب تفصیلات بیان کی ہیں۔ دیگر تفصیلات کے حوالے مناسب جگہ پر دیئے گئے ہیں۔

ٹ ٹوک کراچی صفحہ ۵۰ تا ۵۲

"کیانہ نو لوہیانو لوٹ" (کیانہ کی خون آلود لوٹ)، کیانہ مسلم ایسوسی ایشن کا دس سالہ خصوصی مجلہ صفحہ ۹۴

اس لوٹ مار میں عارضی حکومت کے رضاکاروں کے علاوہ اطراف کے گاؤں کے نچلی ذات کے سینکڑوں ہندوؤں نے جس میں کافی تعداد میں عورتیں شامل تھیں حصہ لیا۔ سب سے پہلے ایک گروہ نے شہر کے بازار کو لوٹنا شروع کیا۔ دکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ دوسرے گروہ کے لوگ ہاتھوں میں لاٹھیاں کلہاڑیاں اور چھرے لے کر تلاشی کے بہانے مکانات کے دروازے کھلوا کر اندر گھس جاتے اور سب سے پہلے تجوریوں اور بکسوں کی چابیوں کے گچھے مانگتے۔ بہت سے مکانات میں وہ دھمکیاں دیتے، مار پیٹ کرتے اور اسلحہ سے گھر والوں کو زخمی بھی کر تے۔ اس طرح کافی تعداد میں عورتیں اور بچے زخمی ہوئے تھے اس لوٹ مار میں چار آدمی ہلاک ہوئے جس میں ایک عورت اور ایک بچہ بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ متعدد افراد زخمی ہوئے تھے۔ گھر کی قیمتی اشیاء لوٹنے کے بعد مردوں کو اٹھالیا جاتا تھا ایک بھارتی مورخ کے مطابق ان ۲۴ گھنٹوں کے دوران تقریباً ایک ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ۸

دوسرے لوگ یہ تعداد ڈیڑھ سے دو ہزار تک بتاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تمام میمن اور دیگر مسلم ادارے، تعلیمی ادارے، فلاحی انجمنوں کے دفاتر اور مساجد میں بھی لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کی گئی، اداروں کا تمام ریکارڈ جلا دیا گیا۔ تمام اداروں میں آویزاں قائد اعظم کی تصاویر کی بے حرمتی کی گئی۔

دوسرے روز یعنی بکرمی سال کے پہلے دن لوک سینا نے ایک عدالت تشکیل دی۔ تمام قیدیوں کو اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ اور چالیس (۴۰) کے سوا تمام افراد کو رہا کر دیا گیا۔ ۹

---

۸ لوک کراچی صفحہ ۵۴ تا ۵۵

۹ لوک کراچی صفحہ ۵۶

مزید دو لاکھ روپے کا مطالبہ

دو چار روز بعد بھارتی یونین کے فوجی دستوں نے عارضی حکومت سے کتیانہ کا انتظام سنبھال لیا۔ بھارتی حکومت نے کتیانہ کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ڈولر رائے اور پولیس کے سربراہ کے دولت سنگھ کا تقرر کیا اس کے دو تین روز بعد شہر کے مشہور ڈاکٹر ناناوتی (NANAVATI) نے تمام مسلم رہنماؤں کو مسجد کے چوک میں اکٹھا کیا۔

ڈاکٹر ناناوتی نے ان کو کہا کہ شہر کے نئے حکام ڈولر رائے اور دولت سنگھ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس لوٹ مار میں ہمارے حصے میں کچھ نہیں آیا۔ سارا مال دوسرے ہی آدمی ہضم کر گئے ہیں اس لئے اب آپ ہمیں دو لاکھ روپے جمع کر کے دیں۔ ساتھ ہی ڈاکٹر ناناوتی نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر دو دن کے اندر مطلوبہ رقم جمع کر کے نہ دی گئی تو شہر میں پھر لوٹ مار برپا کی جائے گی اور رہنماؤں کو اسلحہ رکھنے کے جرم میں پھانسی کی سزا انک دو[2] لاکھ روپے جمع کر کے انہیں دے دیئے اس رقم کو ڈولر رائے، دولت سنگھ اور ناناوتی نے آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ کے تین یا چار ہفتوں کے بعد شامڑداس گاندھی کو کتیانہ کے نئے حکام نے مدعو کیا۔ مقامی حکام نے ان کو پرس (تھیلی) دینے کے لئے میمنوں سے پھر تیس ہزار روپے کا چندہ اکٹھا کیا۔ مدرسہ اسلامیہ کے گراؤنڈ میں شامڑداس گاندھی کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور کتیانہ کے شہریوں کی جانب سے ان کو اکیس ہزار کی تھیلی دی گئی۔

کتیانہ میں، ۱۱ نومبر کی لوٹ مار کے فوراً بعد میمنوں کے اکا دکا خاندانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن بعد میں حالات کے مجموعی طور پر معمولی پہ آنے سے ہجرت کا سلسلہ رک گیا تھا۔ کتیانہ پر قبضہ کرنے والی سکھ رجمنٹ واپس

چلی گئی تھی اور اُن کی جگہ گوالیار کے راجپوت سپاہیوں کے ایک دستے نے سنبھال لی تھی یہ سپاہی کسی قسم کی جانبداری نہیں ہونے دیتے تھے۔ کیتانہ کے مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہونے لگا تھا کہ اب شہر میں کسی قسم کی مزید لوٹ مار نہیں ہوگی۔

کیتانہ میں دوسری لوٹ

لیکن اسی دوران کیتانہ میں دوبارہ لوٹ مار کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ اس میں زیادہ تر کیتانہ شہر کے اور اس کے اطراف کے گاؤں کے وہ ہندو شامل تھے، جو پہلی لوٹ مار میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے ۲۵، ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کی نصف شب کے بعد مسجد چوک میں تین راجپوت سپاہیوں کو قتل کر دیا اور یہ شور مچایا کہ یہ قتل مسلمانوں نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر میں پہلے ہی سے اکٹھے ہونے والے لٹیرے اور پولیس کے آدمی متعدد محلوں پر لوٹ پڑے۔

اس بار لوٹ مار کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ شاید ہی کسی مسلمان کا مکان اس لوٹ مار سے بچ سکا ہو۔ اس لوٹ مار میں رہی سہی۔ قیمتی اشیاء کے علاوہ فرنیچر اور روزمرہ استعمال کی اشیاء بھی لوٹ لی گئیں۔ بچوں کے پالنے، لوہے کے چولہے، چارپائیاں یہاں تک کہ باورچی خانے کے چھوٹے بڑے ڈبے بھی اس لوٹ مار سے نہ بچ سکے۔

یہ لوٹ مار بھی پہلی لوٹ مار کی طرح شام تک متواتر جاری رہی۔ کولمبو سے اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے آئے ہوئے ایک تاجر عبداللطیف عمر محمد بھیا اور ان کے لڑکے احمد کو چھرے گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا۔

رات ہوتے ہی حکام نے کرفیو نافذ کر دیا جو صرف مسلمانوں کے لئے تھا اور کرفیو بغیر کسی وقفے کے مسلسل تین دن اور تین رات جاری رہا جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان خاندان فاقہ کشی کا شکار ہوئے۔

اس دوسری لوٹ کے بعد کتیانہ کے میمنوں اور دیگر مسلمانوں کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس معاشی وسائل تو کجا روزمرہ استعمال کی اشیاء تک نہ تھیں۔ ان کے پاس اب صرف ہجرت کا واحد راستہ باقی رہ گیا تھا۔ چند میمن رہنماؤں نے پڑوسی ریاست پوربندر جاکر وہاں کے حکمران رانا نٹور سنگھ جی (RANA NATVAR SINGHJI) سے رابطہ قائم کیا۔ رانا نے کتیانہ کے مسلمانوں کو ہجرت کے دوران پوربندر میں پناہ دینے پر آمادگی ظاہر کی۔

کتیانہ کے مسلمانوں کے پاس اب اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بہت کم اشیاء بچی تھیں۔ وہاں لوگ کپڑوں کے دو تین جوڑوں اور چند ایسی ہی اشیاء کے ساتھ کتیانہ کے بس اسٹینڈ تک پہنچے گئے یہ جاننے کے بعد کہ رانا نے انہیں پناہ دی ہے کتیانہ چھوڑتے وقت کسی نے انہیں پریشان نہیں کیا۔

اس وقت کتیانہ میں میمن برادری کے دس سے بارہ ہزار افراد رہتے تھے وہ سب کے سب ہجرت کر گئے دیگر مسلمانوں کی تعداد کا بیشتر حصہ بھی ان کے ساتھ ہجرت میں شامل ہوگیا۔ بعد میں کتیانہ میں دوسری قومیں آباد ہوئیں لیکن اس کی سابقہ رونق صرف ماضی کی یاد بن کر رہ گئی۔

بانٹوا۔ کتیانہ کی لوٹ مار کا گجراتی ناول میں تذکرہ

بانٹوا اور کتیانہ کی لوٹ مار کے بارے میں شروع ہی میں میمن کے کسی جریدے کے شمارے میں تمام مضمون نے کسی قسم کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ لیکن ان واقعات کے کئی سال بعد شائع ہونے والے گجراتی زبان کے ایک سماجی ناول میں ان واقعات کا کچھ تذکرہ ملتا ہے۔

گجراتی کے معروف ادیب چونی لال وردھمان شاہ (CHUNI LAL VARDHAMAN SHAH) نے کا [illegible]

سیاسی ماحول پر مبنی ایک سماجی ناول "وشنو چکر" (VISHNU CHAKRA)
یعنی "زہریلا چکر" کے نام سے لکھا۔ اس میں بہت سے تاریخی واقعات کے علاوہ کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار کی بھی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہ شاید پہلی اور واحد گجراتی کتاب ہے جس میں اس لوٹ مار کا اقرار کیا گیا ہے۔ اس لوٹ مار کا ذکر مذکورہ کتاب میں حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"کتیانہ کے مضبوط قلعہ کو سر کرنے کے بعد (عارضی حکومت کے) رضاکار فتح کی خوشیاں منانے لگے۔ انہوں نے مکانات میں داخل ہو کر ریوالور، تلواریں اور خنجر وغیرہ ضبط کر لئے، جن مکانات میں اسلحہ ہونے کا شبہ ہوتا ان کو کھولنے پر انکار پر زبردستی تالے توڑ کر اندر داخل ہو جاتے۔ ایسی تلاشی کے دوران زیادتی ہونا ناگزیر تھا.....

" امیر اور متوسط درجے کے مکانات تلاشی کی زد میں آجاتے۔ رضاکاروں کے دستے "جے ہند" کے نعرے لگا کر دروازے کھلواتے یا ان کو توڑ کر اندر داخل ہو جاتے، وہ لوگ تلاشی کے نام پر پیٹیاں، پٹارے، الماریاں توڑ دیتے اور جن کو لوٹ مار کہا جاسکے ایسے واقعات رونما ہونے لگے۔ پولیس والے یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ان واقعات سے چشم پوشی کرنے لگے۔

خوفزدہ لوگ پوشیدہ دولت برآمد کرتے اور جان بچانے کے لئے بذات خود ان کو یہ دولت دے دیتے۔ کبھی کبھی مار پیٹ اور جسمانی ایذا رسانی کے واقعات بھی ہونے لگے۔ کتیانہ کے اطراف کے دیہاتی علاقے کے کسان بڑی تعداد میں ان میں شامل تھے جو لاٹھی یا درانتی ہاتھ میں لے کر بطور رضاکار بھرتی ہو جاتے تھے۔ زیادہ تر گزشتہ دنگے واقعات ایسے دیہاتیوں کے ہاتھوں ہوئے۔ کئی دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ غریب زیادہ غریب ہو گئے امیروں کو بھی لوٹا گیا لیکن ان میں فرقہ واری ذہنیت پسندی تعصب کا عنصر تھا۔

۱۱۔ چونی لال ویدیہ، "وشنو چکر" صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۶

دوسرے روز پانچ سو دیہاتیوں کو لوٹے ہوئے مال کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنے دفاع میں کہا کہ ہم نے یہ مال لوٹا نہیں بلکہ گھر والوں نے بخوشی ہمیں دیا ہے۔ ان سب کو بذریعہ اسپیشل ٹرین راجکوٹ کی جیل میں بھیج دیا گیا۔ ؎

کچھ روز بعد راجکوٹ میں کتیانہ سے ٹیلی گرام آیا کہ وہاں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے مقرر کیے گئے پولیس دستے کے پانچ افراد کو مسلمانوں نے لڑائی کے موقع میں ہلاک کر دیا ہے۔ اس ٹیلی گرام کے موصول ہونے پر یہ محسوس ہونے لگا کہ کتیانہ کے مسلمانوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اس وجہ سے راجکوٹ سے ایک بڑی فوج میں دستہ کتیانہ روانہ کر دیا گیا۔

"پولیس کے دستے کو اطراف کے گاؤں کے رہنے والے مسلمانوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا تھا۔ مشکوک افراد کی گرفتاریاں ہونے لگیں۔ تب ہی اطراف کے گاؤں کے رہنے والے لوگ مسلمانوں پر اچانک مشتعل ہو گئے اور ان کے گھیرے سے گروہوں نے کتیانہ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔

"قصور وار مسلمانوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ دونوں شہروں یا نواحی کتیانہ اور بیرونی مقامات کی طرف سے پیش قدمی کرنے والے دیہاتیوں کو روکنے کی غرض سے بھی پولیس پر آگئی۔ راجکوٹ سے مزید پولیس کمک طلب کر لی گئی۔

"جونا گڑھ دیہاتیوں کے (اور ان دونوں ریاستوں) حد شمار کیے جانے والے شہروں کا دوسرا پہلو سامنے آگیا۔ چند روز قبل عارضی حکومت کی سپاہ کے موقع پر جو چڑھائی ہوئی تھی اس میں جو آدمی رضا کار بن کر عوامی ثابت کا نعرہ اٹھا چکے تھے وہ جیلوں میں گئے تھے۔ پھر وہ عدالت سے رہا ہو کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے تھے اور ان کی دکانیں ان کو ملنے والی چیزیں ان کے گھروں کو پہنچ چکی تھیں۔ وہ لوگ مسلمان

؎ — ورق ایک جھلک، صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۵

کے ساتھ امن و امان سے محروم ہو جانے والے لوگ دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے تھے اور بری نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ امن کے دنوں میں ایسے واقعات پیدا ہونے لگے
دو لوگ بھاگ گئے اور بچھڑ گئے۔ انہیں تھوڑا سا پیار اور ہمدردی ملی تو ان میں پیار کی
پوشیدہ نظر آنے لگی۔ جیسے کسی نے ان کی ملاقات کے لیے راہ بنائی ہو۔ جو دل والے تھے
ان میں کہ ایسا نہیں ہوا تھا اور وہ جیسے اپنے ٹھکانے ڈھونڈ رہے تھے
وہ اس کی راہ میں نکل پڑے۔

" وہ لوگ کہاں رکے، کہاں ٹھہرے؟ یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم تھا جو بہت سے لوگوں کے لیے
اذیت ناک واقعات ہونے لگے۔ کئی لوگ مر گئے اور کئی ایسے تھے جو کسی کے ہاتھ
بھی نہ آ سکے۔ مگر ان کا درد دنیا نے دیکھ لیا تھا۔

" ان کی تعلیم، ان کا علم، ان کی زندگیاں اور ان کا ظلم و ستم، یہ سب ان کے سامنے تھا اور انہیں
کو یاد آنے لگا کہ کس طرح ان کے ساتھ یہ ہوا۔ ایسے واقعات جگہ جگہ نظر آ رہے
تھے۔ کچھ لوگوں کو دنیا بھر میں یہ احساس ہوا کہ اپنا اور ان کا فرق کیا ہے۔

" سارے اسی تعلیم کے حصے، بچوں سے اور ان کی زندگی، نظر آتی تھیں۔ وہ شہر کی مختلف بستیاں
بیگ اور چیزیں اٹھا کر نکلے، گھر کی ساری قیمتی چیزیں لے کر بھاگے۔ بچوں نے ان سے بڑی
اور بچے اپنے ساتھ لیے۔ دنیا میں ان کی کہانی: دو لوگ گھر کے دروازے کھولتے
کی امید پر سب کچھ چھوڑ کر اور خود بھی بہت سے لوگوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ان کو
بچانے والوں کے جسم جلتے رہے۔ جو لوگ ان کے گھر کا حصہ بن گئے، ان کی
قریب سب کچھ اتار دیا تھا۔ چھپا ہوا کا سلسلہ نہیں تھا۔ ایسی اشیاء کو گھر میں چھپا
کر جینے والے لوگ بھی افراد کے ساتھ سے وہاں آ جاتے تھے۔

" لوٹنے والے لوٹ کر اور گھر لوٹنے والے جو کچھ باقی بچا تھا اس پر بھی
ہاتھ صاف کر گئے۔ مظلوم لوگ آنسو بہا کر خاموش ہو گئے۔ پولیس نے
کارروائی کی، یہ اعلیٰ افسران کو بھیج کر اپنا فرض پورا کیا۔ اخبارات وغیرہ

[illegible]

میمنوں کی ہجرت کے بعد بانٹوا کی بدحالی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صفحہ [illegible]

[illegible] بانٹوا [illegible] صفحہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

مزید تفصیلات

سنہ ۱۹۷۲ء میں کتیانہ سے ہجرت کر کے یہاں کراچی آنے والے ایک باشندے نے ۱۹۷۶ء میں کاٹھیاواڑ کے مختصر دورے کے دوران باٹوا کی کیا حالت دیکھی؟

" باٹوا میں ماضی کے شاندار و دلکش علاقے ٹوٹ پھوٹ کر بالکل ویران ہو چکے ہیں۔ حسین قاسم دادا، حاجی حبیب حاجی بشیر محمد، حاجی آدم پیر محمد، جناب احمد داؤد وغیرہ کے عالیشان محلات نما بنگلے کے بجائے وقت کی بربادی سے کھنڈرات رہ گئے۔

۱۵۱ باٹوا کی ڈائریکٹری صفحہ ۵۶ تا ۵۷

بانٹوا میں لوٹ مار کے وقت متعدد امیروں کی رہائش گاہوں کے پکے فرش کے ٹائلز بھی اس خیال سے اکھیڑ دیئے گئے تھے کہ ان کے نیچے سونا چاندی چھپا ہوا ہوگا۔ بانٹوا میں جتنی بھی پرانی رہائش گاہیں تھیں وہ سب ٹوٹ پھوٹ کر معدوم اور غائب ہو رہی ہیں ماضی میں شہر کے بازار میں اتنی بھیڑ تھی کہ ایک دوسرے کے کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ وہ اب کباڑی بازار سے بھی زیادہ ویران معلوم ہوتا ہے۔

" اس وقت بانٹوا میں صرف ڈیڑھ سو مسلمان رہتے ہیں۔ میمنوں کے بمشکل تین چار خاندان ہیں۔ سابقہ ۱۹ مساجد میں سے اب صرف جامع مسجد میں نماز ہوتی ہے۔ عام دنوں میں صرف دو چار اور نماز جمعہ میں دس پندرہ آدمی جمع ہوتے ہیں عید کی نماز ہوتی ہی نہیں ہے اس کے لئے قریبی شہر مانا ودر جانا پڑتا ہے۔

" دیگر مساجد میں سے سیٹھ احمد تعلی کی تعمیر کرائی گئی "تعلی والی مسجد" بالکل غائب ہوگئی ہے دیگر دو چار مساجد شہید کر دی گئی ہیں۔ باقی ماندہ مساجد بند اور ویران پڑی ہیں۔ حاجی حبیب، حاجی پیر محمد کا تعمیر کرایا گیا اسپتال جس کا افتتاح ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے کیا تھا۔ اس کے آدھے حصے میں بانٹوا انجمن کے دفتر میں مندر قائم کر دیئے گئے ہیں۔ بخاری پیر کی درگاہ سلامت ہے لیکن اس کے اردگرد کے پورے قبرستان کو ہموار کر کے وہاں بس اڈا بنا دیا گیا ہے" (۱۵)

میمنوں کی ہجرت کے بعد کتیانہ کی بدحالی

میمنوں کی اجتماعی ہجرت کے بعد کتیانہ شہر کا انجام بھی بانٹوا جیسا ہی ہوا۔

---

(۱۵) عبداللہ ورلڈ شمی "روزی کا سفرنامہ"
روزنامہ وطن ۸ نومبر ۱۹۷۶ء
۱۵ " "
۲۲ " "
۱۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

کتیانہ ایک سابق باشندے کو ۱۹۸۶ء میں شہر کیسا نظر آیا؟

"جہاں بڑی بڑی عمارات کھڑی تھیں۔ اور ہر وقت آدمیوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی وہاں اس وقت کوّے اڑ رہے تھے۔ تمام عمارتیں غائب ہو چکی تھیں۔ دور دور تک سب کچھ سپاٹ میدان کی طرح پڑا تھا۔ بہت ساری چھوٹی چھوٹی گلیاں ویران میدانوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ جو مکانات کھڑے تھے۔ وہ بالکل بوسیدہ نظر آ رہے تھے۔ نگر سیٹھ حاجی ستار ڈھیڈی اور حاجی کریم ڈھیڈی کے بنگلوں کی عظمت محسوس کی جاتی تھی۔ ستار سیٹھ کی شاندار رہائش گاہ کو جیسے پریاں اٹھا کر اپنے ملک لے گئی ہوں اور اس کے جانے کے موقع پر صرف ایک خالی ہموار میدان نظر آ رہا تھا۔ صرف بڑے گیٹ کے قریب کچھ کھنڈرات ابھی تک کھڑے تھے۔ اس میں کوئی سرکاری دفتر قائم تھا کریم سیٹھ کے "حاجی محل" کی شاندار عمارت بھی پوری غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ بس کا اڈا ہے۔

"باشوا کی طرح کتیانہ کے بھی مکانات کے لوہے، لکڑی، پتھر اور ملبہ طویل عرصہ تک فروخت ہوتے رہے۔ اس میں سے زیادہ تر اشیاء مانا وادر، جونا گڑھ اور دھوراجی پہنچی تھیں۔ جبکہ بڑے بڑے ثابت وسلم، دروازے" اوپلیٹا" میں پہنچ چکے تھے۔

"اس وقت کتیانہ میں صرف ۲۰۰ مسلم خاندان آباد ہیں جس میں زیادہ تر خاندان کھوکھر برادری کے ہیں۔ میمنوں کے بمشکل تین یا چار خاندان ہیں۔ ۱۲۰

کتیانہ کی لوٹ مار کے ۳۵ سال بعد وہاں کے مختصر دورے پر جانے والے ایک سماجی رہنما مزید تفصیلات بتاتے ہیں۔

۱۲۰: "روزی کا سفرنامہ" روزنامہ وطن" ۲۳ اگست ۱۹۸۶ء

۳۰ ,, اگست ۱۹۸۶ء

۲۰ ,, اکتوبر ۱۹۸۶ء

کئی دیگر مساجد جن میں سے چند گرجا گھر بنا دی گئی ہیں ان کی حالت نا گفتہ بہ ہو گئی ہے۔ جو مساجد ہیں وہ سال با سال تک مرمت کے بغیر مختلف حضرات کے تحت سے وہ عمارات اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہی ہیں اس سے متعلق دکانوں پر جو بعد میں بنائی گئی ہے ان میں سے کئی ایک ہیں کہ ان مساجد کو کوئی امداد نہیں دیتی۔ قبرستان کی تمام قبریں جو اسلامی دور کی تھیں ان کے ساتھ ان کی عمارات بھی خستہ حالت میں ہیں۔ قبرستان سے جو باقی رہ گئی ہیں ان کی حالت ایسی ہے کہ ان کا بھی کوئی نشان باقی نہیں۔ فرنیچر اور سکیٹ کو لوٹ کر ان کے قیمتی ٹکڑوں کو بیچ دیا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمارتیں مختلف کاموں کے لئے استعمال ہو رہی ہیں۔ بعض جماعت خانے کی وسیع عمارت کو جانوروں کے گھاس چارہ اور دیگر اشیاء کے گودام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔۱

۱۔ عمر فاضل فاروقی "۲۵ سال بعد" صفحہ ۲۰، ۱۳ مئی

باب نہم

دیگر واقعات

مانڈویا کی گرفتاری

جس وقت کتیانہ پر عارضی حکومت نے قبضہ کیا اس وقت نو افراد کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ ان میں سے قاضی تاج الدین، ہاشم لکھو کم وغیرہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس فہرست میں نمایاں نام "مجاہد" کے مدیر مانڈویا کا بھی تھا۔ عارضی حکومت کے سپاہی ان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ان مشکل حالات میں حاجی موسیٰ بھو جانے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مانڈویا کو ایسی جگہ چھپا رکھا کہ تین دن تک کسی کو ان کا پتہ نہ چل سکا۔ بعد میں جب انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت بھارتی حکومت کی جانب سے ڈولرائے نے عارضی حکومت سے کتیانہ کا انتظام سنبھال لیا تھا۔ اور خونریزی بند ہو چکی تھی۔

مانڈویا کا مکان پہلے ہی روز لوٹ لیا گیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان کے "اقبال پریس" کی بھی باقاعدہ ہولی جلائی گئی۔ مقامی ہندو رہنماؤں نے فرداً فرداً کر پریس پر پیٹرول کا چھڑکاؤ کیا اور پوسٹ ماسٹر نے ماچس سے آگ جلائی۔ ؎۱

؎۱ جمیل ورتی صفحہ ۱۰۸

اس ہولی میں دیگر اشیاء کے علاوہ مانڈویا کی اس وقت تک کی شاندار ادبی کارکردگی کا بیشتر ریکارڈ بھی جل کر خاک ہو گیا۔

لیکن ابھی مانڈویا کی مشکلات کا خاتمہ نہیں تھا۔ ان کی گرفتاری کے بعد انہیں جوناگڑھ کی جیل میں بند کر دیا گیا۔ ڈھائی تین ماہ تک باہر کے لوگوں کو یہ علم نہ ہو سکا کہ مانڈویا کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟

مسلم ملکیت کے حامل گجراتی جریدے ان کی خیریت کے بارے میں تشویش کا اظہار کرنے لگے ۔[1]

ان پر مقدمہ چلایا گیا اور طویل قید کی سزا سنائی گئی۔ اس دوران کراچی کے گجراتی روزنامہ "وطن" کے مدیر جناب عثمان طیب "شبنم" اور جناب اے ڈی کریم نے مانڈویا کی رہائی کے لئے جد وجہد شروع کی۔ جناب رفیق نیدانی کے گجراتی جریدے "آواز" نے بھی اس جد وجہد میں بھرپور ساتھ دیا۔ سندھ کے وزیر اطلاعات پیر علی محمد راشدی کی معرفت بھارت کے متعلقہ حکام سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اس تمام جد وجہد کے نتیجے میں مانڈویا تین سال کی قید بھگتنے کے بعد سنہ ۱۹۵۱ء میں رہا ہوئے۔

لیکن قید و بند کے آخری مہینوں کے دوران مانڈویا کو متعدد کاری صدمات جھیلنے پڑے۔ سب سے پہلے ان کی بہن اس کے بعد والد، پھر ان کا بیٹا اور آخر میں ان کی رہائی سے صرف چند روز قبل ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ۔[2]

رہائی کے بعد مانڈویا نہایت خستہ حالت میں کراچی پہنچے۔ اس وقت ان کی کفالت کے لئے خصوصاً جناب عمر فاضل فاروقی کی کوشش سے کتیانہ کی میمن برادری سے ۱۵۰۰ روپے کی رقم اکٹھی کی گئی اور میٹھادر میں واقع غنی ماسٹر کے اسکول میں جناب محمد ولی محمد چنوئی کی زیر صدارت ایک چھوٹی سی تقریب منعقد کر کے مانڈویا کو وہ رقم

---

[1] مسلم گجرات ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۴۹ء

[2] جیل ویتی صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۱

پریس کی رقم صورت میں پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی مانڈویا کا ایک پرنٹر، مدیر اور ادیب کی حیثیت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

ابراہانی کی ثابت قدمی

پاکستان کے ساتھ جوناگڑھ کے الحاق میں نمایاں کردار ادا کرنے والے جناب اسمٰعیل ابراہانی کو بھی جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کئی بار توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود ابراہانی پہلے ہی کی طرح پاکستان کے زبردست حامی تھے۔

دسمبر ۱۹۴۷ء میں شامڑداس گاندھی جوناگڑھ کی جیل کے دورے کے لئے آئے تب انہوں نے ابراہانی کی کوٹھری پر جاکر طنزاً کہا "کیوں ابراہانی پاکستان یاد آتا ہے؟ جانا ہے پاکستان؟"

ابراہانی فوراً جواب دیا "کون کہتا ہے یہ پاکستان نہیں ہے؟ جوناگڑھ قانونی طور پر پاکستان کے ساتھ شامل ہے۔ آج اور اس وقت بھی یہ پاکستان ہی ہے جان لیناکہ اس جسم میں جان ہے تب تک ابراہانی جوناگڑھ کا پاکستان ہرگز چھوڑنے والا نہیں ہے۔[۴]

ابراہانی کو دو سال بعد رہا کر دیا گیا لیکن انہوں نے جوناگڑھ نہیں چھوڑا۔ ان کے لئے جوناگڑھ ہمیشہ کے لئے پاکستان بن چکا تھا۔

ریاست جوناگڑھ پر بھارت کا قبضہ ہونے کے بعد ریاست کے دیگر متعدد سرکردہ مسلمان رہنماؤں، انتظامیہ پولیس افسران وغیرہ کو جوناگڑھ جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔[۵]

عارضی حکومت کی ناکہ بندی کے دوران ریاست کے باہر سے لائے جانے والے مسلم روزنامے اور جرائد "وطن"، "مسلم ٹائمز"، "مسلم گجرات"، "دین" وغیرہ کی

---

[۴] جیل ورتی صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰

[۵] " " " ۲۰۱

کو یہاں ریاست کی سرحد پر غیر قانونی طور پر ضبط کرلی جاتی تھیں۔ راجکوٹ کمشنر کے حکام نے بھارتی قبضے کے بعد ان اخبارات وجرائد پر ایک فرمان کے ذریعے قانونی پابندی عائد کردی تھی۔

ویراول میں کشیدگی

ریاست جوناگڑھ میں ویراول، قیام پاکستان کی جدوجہد کا ایک اہم مرکز تھا۔ جہاں قائد اعظم کا یوم پیدائش اور مسلم لیگ کے اعلان شدہ مختلف ایام بڑے جوش و خروش سے منائے جاتے تھے۔ شہر کے چوک میں پاکستان کا نقشہ بھی بنایا گیا تھا۔

جوناگڑھ پر عارضی حکومت کی چڑھائی سے قبل راجستھان کے الور (ALWAR) بھرت پور اور دیگر ریاستوں کے ہزاروں خستہ حال مسلمان مہاجر بچو رے شمالی گجرات اور کاٹھیاواڑ کو عبور کرکے ویراول پہنچے تھے چونکہ اس وقت جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرچکا تھا۔ ان مہاجرین کو میمن جماعت خانہ، پٹنی جماعت خانہ اور دیگر مقامات پر پناہ دی گئی تھی۔ ان کو خوراک اور دیگر سہولیات میمنوں اور دیگر مسلمانوں کی جانب سے فراہم کی گئی تھیں۔ اور مناسب مالی امداد دے کر انہیں بذریعہ چھوٹے بحری جہاز کراچی بھیج دیا جاتا تھا۔ جوناگڑھ پر حکومت بھارت کا قبضہ ہونے تک ویراول سے کراچی تک کی یہ کاروائی جاری رہی۔

جوناگڑھ پر قبضے کے اگلے روز یعنی ۱۰ نومبر کو بھارتی فوج نے ویراول کا قبضہ سنبھال لیا۔ ۱۳ نومبر کو شامل داس گاندھی، سردار پٹیل اور جام صاحب سومناتھ کے درشن کرنے آئے۔ اس وقت ویراول کے تمام مسلم رہنماؤں کو ابراہیم وکیل کے دفتر میں اور پربھاس پاٹن کے مسلم رہنماؤں کو "ادریس شاہ" کے کمپاؤنڈ میں بند کردیا گیا۔

نئے مسلم گجرات ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء

سومناتھ کے مندر کی خستہ حالی دیکھ کر سردار پٹیل نے اسے حکومت بھارت کی جانب سے بہت جلد از سر نو تعمیر کرانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس مہم کی ابتداء کے لئے جام صاحب نے اپنی طرف سے ایک لاکھ روپے اور شاملداس گاندھی نے عوام کی طرف سے پچاس ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔

ریاست جوناگڑھ پر بھارتی حکومت کے قبضہ کے بعد ویراول میں کافی کشیدگی پھیل گئی۔ ایک روز مسلمانوں کی چار پانچ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ اس ماحول سے خوفزدہ ہو کر وہاں کی میمن برادری کے آدھے سے زیادہ لوگ اور دیگر ہزاروں مسلمان پاکستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ نئی انتظامیہ نے ویراول سے خصوصاً کراچی کی سروس بند کر دی اس کے باوجود بھی ویراول سے مسلمانوں کی ہجرت بدستور جاری رہی۔ زیادہ تر مسلمان بذریعہ ٹرین اوکھا پھر دور دراز بمبئی پہنچتے تھے جہاں سے وہ بذریعہ جہاز کراچی پہنچ جاتے ریاست جوناگڑھ کے بیشتر سیاسی کارکنوں نے ریاست بڑودہ کے قریبی علاقے امریلی (AMRELI) اور کوڈی نار (KORINAR) میں پناہ لی تھی۔ وہاں پر امریلی کے کانگریسی رہنما راجیہ رتن جوسف (یوسف، ابراہیم موتی والا اور دیگر حضرات نے مہاجرین کی کافی مدد کی۔ مہاجرین گائیکواڑ کے علاقے میں چھ ماہ قیام کرنے کے بعد کراچی پہنچ پائے۔ قاضی احمد میاں اختر اور دیگر چند کارکن کوڈی نار کے کنارے سے کچھ فاصلے پر واقع چھوٹے سے جزیرے "دیو" جو پرتگیزی علاقہ تھا وہاں پناہ گزین تھے۔ وہاں طویل عرصہ تک مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد وہ ایک لانچ کے ذریعے کراچی پہنچ گئے۔

مانگرول سے ہجرت

مانگرول میں بھارتی قبضہ کے بعد مسلم زمینداروں کی زمینیں ضبط کر لی گئیں اور سرکاری ملازمتوں سے مسلمانوں کو الگ کر دیا گیا۔ لہٰذا مسلمانوں کی اقتصادی حالت

بگڑنے لگی اور پاکستان کی طرف ان کی ہجرت شروع ہوئی سوائے کسانوں کے باشندوں کے بیشتر مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے

ونتھلی کے امی جی

ونتھلی ریاست جونا گڑھ سے ۹ میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی پندرہ (۱۵) ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اس میں سے نصف آبادی مسلمان تھی جن میں ڈھائی ہزار کے قریب تعداد میمنوں کی تھی۔

جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ شامل ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ونتھلی کے اوپر خطرے کے بادل چھانے لگے۔ اس وقت حاجی عثمان "آگ" نے شہر کی چوکیداری کے لئے دو سو رضا کاروں پر مشتمل ایک ہوم گارڈ تشکیل دی جس کے کمانڈر وہ خود تھے۔

کاٹھیاواڑ پر قبضہ کے بعد لوک سینا کا ارادہ اب ونتھلی، ویراول وغیرہ کی جانب رخ کرنے کا تھا۔ لیکن اسی دوران ۹ نومبر کو حکومت بھارت نے ریاست کا نظم و ضبط سنبھال لیا۔

ونتھلی کے ایک سرکردہ مسلم رہنما سیٹھ ای جی ولی جی پٹیل جو خلافت تحریک کے حامی رہے سر پر ترکی ٹوپی پہنتے تھے، پاکستان کی تخلیق کے خلاف نہیں تھے لیکن پاکستان کے ساتھ الحاق جونا گڑھ کو حقائق کے خلاف اور ناقابل عمل سمجھتے تھے لیکن ان کے ان خیالات کی کانگریسی اخبارات نے خوب نمایاں تشہیر کی۔

جونا گڑھ پر قبضہ کے بعد شاملداس گاندھی ونتھلی آئے۔ اسی وقت انہوں نے جلسہ عام میں ای جی پٹیل کو چیلنج کیا۔ جواب میں انہیں ان الفاظ میں مبارکباد دی کہ تمہیں سب تھے استقبال میں انسان کو ضبط شدہ اسلحہ انہیں

واپس کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے مقامی ہندو امی جی پٹیل کو ٹھٹی انتظامیہ کا ایک باثر رہنما شمار کرنے لگے تھے۔ شاید اسی وجہ سے ٹھٹھی میں مکمل امن وامان رہا تھا۔

اس کے دو تین ماہ بعد اس قسم کی اطلاع موصول ہوئی کہ ٹھٹھی کے اطراف میں آ کر بسنے والے ہندو پناہ گزین نے ٹھٹھی میں لوٹ مار کا منصوبہ بنایا ہے اطلاع ملتے ہی کتیانہ کی لوٹ مار میں ملوث میر (MER) برادری کے بے شمار لوگ اپنے "خونی رشتے کے بھائی" امی جی پٹیل کے پاس پہنچ گئے اور ٹھٹھی کی حفاظت کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کی پیشکش کی تھی۔

میر برادری اور امی جی پٹیل کی کہانی کافی دلچسپ ہے۔ روایت ہے کہ بہت عرصہ قبل "سانگھڑ جی" نام کے ایک ہندوؤں کے میر ذات کے ایک شخص سے جو گڈھ کا حاکم وقت کسی بات پر خفا ہو گیا وہ جونا گڈھ سے فرار ہو گیا۔ نواب کے فوجی دستے نے اس کا پیچھا کیا۔ راستے میں ٹھٹھی شہر آیا جس کے دروازے کے باہر ناگوری برادری کی چند بارات میں شہر سے اپنے استقبال کے لئے آنے والے لوگوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہوں نے سانگھڑ جی کو پناہ دی۔ اسی دوران جونا گڈھ کے سپاہی وہاں پہنچ گئے۔ دونوں میں تصادم ہوا جس کے نتیجے میں سانگھڑ جی کے علاوہ ناگوری برادری کے تمام دولہے اور متعدد براتی مارے گئے۔ سانگھڑ جی کی کھانبی (جنگ میں مارے جانے والے ہندو بہادروں کی یاد میں کھڑا کیا جانے والا لمبا پتھر) اور ناگوریوں کی قبریں آج بھی ٹھٹھی شہر کے دروازے کے نزدیک موجود ہیں مسلمان ناگوریوں نے ہندو میر کی حفاظت کے لئے اپنا خون بہایا اس وجہ سے میر برادری کے لوگ آج تک مسلم ناگوریوں کو اپنے "خونی رشتے کے بھائی" سمجھتے ہیں اور ان کا بہت ادب واحترام کرتے ہیں۔

ٹھٹھی میں اس وقت راجندر سنگھ نامی ایک راجپوت فوجدار کا تقرر ہوا

تھا۔ وہ بہت فرض شناس اور قومی تعصب سے پاک شخص تھا۔ اس نے بھی دنگل میں قومی امن برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے کسی بھی شرپسند عناصر کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کی ناکام کوشش بھی کی گئی۔

اتفاقاً اسی دوران ایک محلے میں رہنے والے چند ہندو نوجوانوں نے ایک مسلمان پڑوسی کے مکان کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک شب وہ اس پڑوسی کے مکان میں دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے لیکن اسی دوران وہاں خوابیدہ سلیمان نامی ایک جوان کی آنکھ کھل گئی اور اس نے لٹیروں کو پہچان لیا چنانچہ لٹیرے اسے قتل کر کے فرار ہو گئے۔

دنگل سے چند میل دور واقع راترانا نامی گاؤں میں صرف ایک ہی مسلم خاندان رہتا تھا اس خاندان کے دو جوان بھائیوں ہاشم کارا اور غفار کارا اگھانچ کو ان کے اپنے کھیت میں ابھی کے گاؤں کے چند ہندوؤں نے ہلاک کر ڈالا۔

ان کی لاشیں پوسٹ مارٹم اور کفن دفن کے لئے دنگل لائی گئیں۔ مسلمان پہلے ہی سے کاٹھیاواڑ کے حالات کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس دوران ان دونوں واقعات نے ان کو مزید افسردہ کر دیا۔ اور وہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو زیادہ محفوظ سمجھنے لگے۔ ابھی تک صرف اکا دکا خاندانوں نے ہجرت کی تھی لیکن مذکورہ دونوں بھائیوں کی لاشوں کو سپرد خاک کرنے کے چند ہی گھنٹے کے اندر سینکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں کے بیسیوں خاندان اجتماعی ہجرت کر گئے اور اس کے بعد بھی یہ ہجرت جاری رہی۔

کیشود میں فائرنگ

کیشود گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر ریاست جوناگڑھ کا واحد ایئر پورٹ

واقع تھا۔ اس وجہ سے وہاں پر بھارتی افواج کے سپاہی بڑی تعداد میں تعینات کیے گئے تھے۔ ایک رات کیشود کے اطراف کے گاؤں کے میر، آہیر، رباری وغیرہ کی برادری کے لوگوں نے کیشود پر حملہ کر دیا۔ گرڈ بازار اور امیرا چوک میں واقع مسلمانوں کی دکانیں لوٹ لیں۔ کسی مسلمان نے ان کی مخالفت نہیں کی نہ ہی کسی سپاہی نے انہیں روکا۔

وہ لوگ لوٹا ہوا مال لے کر اپنے گاؤں پہنچے تو دوسرے لوگ اس لوٹ مار میں شریک نہ ہونے کا افسوس کرنے لگے اور ان لوگوں پر مشتمل ایک بڑا گروہ دوبارہ لوٹ مار کرنے کے لیے کیشود کی جانب بڑھا۔ اتفاقاً پہلی لوٹ مار کے بعد چند مسلمان ایک مکان کی پہلی منزل پر موجودہ حالات کے بارے میں تبادلۂ خیال کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے لٹیروں کے ایک بڑے گروہ کو گاؤں کی جانب بڑھتا دیکھ کر زور سے "اللہ اکبر" کے نعرے لگائے۔

وہاں مقیم بھارتی فوج کے سپاہی "اللہ اکبر" کے نعرے سن کر یہ سمجھے کہ کیشود کی جانب بڑھنے والا گروہ مسلمانوں کا ہے اس وجہ سے انہوں نے اندھیرے میں اس گروہ پر مشین گنوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ بہت سے افراد مارے گئے باقی فرار ہو گئے۔ فوج نے احتیاطاً کرفیو نافذ کر دیا جو مسلسل دو روز جاری رہا۔ اس واقعہ کے بعد صبح کے وقت سپاہیوں نے ان لاشوں کو فوجی ٹرکوں میں بھر کر انہیں ٹھکانے لگا دیا۔

جوناگڑھ میں فساد

ریاست جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق سے پہلے، بعد میں اور ریاست پر بھارتی افواج کے قبضہ کے بعد بھی مکمل امن وامان رہا تھا۔ لیکن قبضہ کے ایک ماہ بعد وہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ شہر کے "اوپر کوٹ" کے قلعہ

کی جانب جانے والا ڈھلانی راستہ "ڈھال روڈ" کے نام سے مشہور ہے اُس وقت وہاں مسلمانوں کی کافی دکانیں آباد تھیں۔ کچھ ہندوؤں نے ان دکانوں کو لوٹنے کا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی اطلاع ملتے ہی مسلمان دکاندار بھی مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روز متعدد ہندوؤں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر لیا۔ یہ تصادم بہت دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد بہت سے مسلمان انتقام کے خوف سے رات ہی میں جوناگڈھ چھوڑ گئے۔ اس واقعہ کے بعد جوناگڈھ شہر سے مسلمانوں کی اکا دکا ہجرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

یہ واحد واقعہ تھا کہ ریاست جوناگڈھ پر بھارتی افواج کے قبضے کے دوران پورے کاٹھیاواڑ میں مسلمانوں نے ہندوؤں کا براہ راست مقابلہ کیا ہو۔

راجکوٹ کے حالات

راجکوٹ شہر میں ۱۹۳۷ء میں گاندھی جی اور کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے میمن رہنماؤں میں ایک یادگار سیاسی مقابلہ ہو چکا تھا۔ جس کے دوران وہاں مکمل قومی امن وامان رہا تھا۔ وہی راجکوٹ شہر ۱۹۴۷ء میں وہاں عارضی حکومت کا صدر دفتر ہونے کے باوجود پُرسکون رہا تھا۔ صرف چند ہندو نوجوانوں کی شرارتیں ماحول میں کچھ کشیدگی کا باعث بنتی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر میمن رہنماؤں نے وہاں کے حاکم ٹھاکر پردیومن سنگھ (PRADUMAN SINGH) کو باقاعدہ عرضی کی کہ انہیں جوناگڈھ (پاکستان) جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ٹھاکر صاحب نے انہیں اطمینان دلایا کہ ہم آپ کی پوری حفاظت کریں گے۔ میمنوں نے دلیل پیش کی کہ ریاست میں تمام افسران اور پولیس والے ہندو ہیں۔ ایسی حالت میں کس وقت کہاں حالات بگڑ جائیں تو ہمارا کیا ہوگا؟ پھر بھی ٹھاکر صاحب اپنی مصالحتی کوششوں میں کامیاب رہے اور میمنوں نے جوناگڈھ

(پاکستان) جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن چند روز بعد ایک بزرگ کانگریسی رہنما نے ایک میمن رہنما کو مطلع کر دیا کہ کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے تمام رہنماؤں کو قتل کرنے کی سازش تیار ہو رہی ہے۔ اسی شب راجکوٹ میمن بورڈنگ میں واقع کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے دفتر میں تمام رہنماؤں اور دیگر سرکردہ افراد کی ایک فوری میٹنگ ہوئی۔ اور دوسرے ہی روز تمام رہنما اور ہفت روزہ "مسلم بلیٹن" کے مدیر جناب "نور" کراچی روانہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ۔ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ اور "مسلم بلیٹن" دونوں کی تخریبی کارکردگی ختم ہو گئی۔

لیکن جوناگڈھ پر بھارتی قبضہ کے بعد ٹھاکر پردیومن سنگھ جی جیسے کانگریسی رہنماؤں کے فرقہ ورانہ تعصب سے متاثر ہونے لگے اور انہوں نے ایک جلسۂ عام میں کہہ دیا کہ مسلمان بھارت کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ پاکستان کی طرف لگاؤ رکھنے والے افراد فوراً راجکوٹ چھوڑ دیں۔ ؎

ان واقعات سے راجکوٹ کے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ بے حد مایوس ہو گئے۔ اس کے بعد راجکوٹ سے بھی مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان کی یہ ہجرت پُرامن رہی۔

دھوراجی میں ہنگامہ

دھوراجی، ریاست گونڈل کا ایک اہم شہر اور میمنوں کی آبادی کا ایک بڑا مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی جس میں تقریباً آدھی آبادی مسلمانوں کی تھی۔ اس نصف آبادی میں تقریباً اٹھارہ ہزار میمن شامل تھے

کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں کی طرح دھوراجی کے مسلمان بھی بھارت کا جشن آزادی منانے میں ہندوؤں کے برابر شریک رہے تھے۔ اتفاقاً پولیس کے

؎ "مسلم ٹائمز" ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء

سربراہ نے زبانی طور پر گوشت بندی کا حکم جاری کیا اور مسلم رہنماؤں کے سمجھانے بجھانے پر اس حکم کو واپس لے لیا۔ لیکن اس سے ماحول میں اشتعال پھیل گیا آمنے سامنے شور بازی ہوئی ۔[8]

ایسے حالات میں ایک فقیر قاسم میاں کو جوش آگیا اور انہوں نے مانڈوی بازار، پسوسی ایشن کی اس عمارت پر پاکستانی پرچم لہرانے کی کوشش کی جس کے مالک تو مسلمان تھے، لیکن اس کے کرایہ دار ہندو تھے۔ اس عمارت کے چوکیدار نے قاسم میاں پر گولی چلا کر انہیں ہلاک کر دیا۔ دوسرے روز ایک ہندو پوسٹ مین ہرکارام کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد کبنی برادری کے پانچ سو افراد نے چند مسلمانوں کے مکانات پر حملہ کیا، جس میں مزید دو آدمی مارے گئے۔ متعدد افراد زخمی ہوئے، توڑ پھوڑ کی گئی۔ ایسی حالت میں دھوراجی میمن جماعت نے مسلمانوں کو عید کی صبح نماز عید کے لئے عیدگاہ نہ جانے کی تلقین کی اور نماز عید شہر کے اندر مختلف مقامات پر ادا کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے مسلمانوں کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کر دیا ۔[9]

بعد میں ریاست گونڈل کے حاکم کی دانشمندانہ پالیسی کی وجہ سے حالات بہت جلدی معمول پر آگئے۔ کشیدگی اور اِکا دُکا لوٹ مار کے واقعات سے دھوراجی میں کسی قسم کا کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ اس کے باوجود اپنے مستقبل کے لئے فکر مند ہو کر میمنوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان ہجرت کر گئی ان کی یہ ہجرت پُر امن رہی۔

اس وقت دھوراجی میں میمنوں کی آبادی بیس ہزار سے زیادہ ہے یہ بمبئی کے بعد بھارت میں میمنوں کی آبادی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور سخاوت میں بھی سرفہرست ہے۔

---

[8] مسلم بلیٹن ۲۹ ، اگست ۱۹۴۷ء

[9] مسلم بلیٹن ۲۹ ، اگست ۱۹۴۷ء

جیت پور اور دیگر شہر

جیت پور کی آبادی ۱۹۴۷ء میں تیس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جس میں نصف حصہ مسلمانوں کا تھا۔ ان میں میمنوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جیت پور میمنوں کا ایک اہم مرکز تھا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے دوران جیت پور میں امن و امان رہا۔ ہندو مسلم اتحاد ماضی کی طرح مستحکم رہا اس کے باوجود بھی ریاست جوناگڑھ کے واقعات کے رد عمل کے طور پر یہاں کی آدھی سے زیادہ میمن برادری اور دیگر مسلمان ہجرت کر گئے۔ ٹرینوں میں سکھ سپاہیوں کی چیرہ دستیوں کے سوا ان کی ہجرت تقریباً پُر امن رہی۔

کاٹھیاواڑ کے دیگر شہروں اور گاؤں سے بھی میمن خاندان بڑی تعداد میں پاکستان کی جانب ہجرت کر گئے۔ راستے میں انہیں کہیں کہیں پریشان کیا گیا۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر ان کی ہجرت پُر امن رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر دیگر مسلمانوں کے ہزاروں خاندان بھی اپنی جائیدادیں سستے داموں فروخت کر کے پاکستان پہنچنے لگے۔ گجرات کے علاقے اور بمبئی شہر سے بھی میمنوں اور دیگر مسلمانوں نے کافی تعداد میں ہجرت کی۔ ان سب کی غیر منقولہ جائیدادیں کسٹوڈین کی معرفت ضبط کر لی گئیں۔ ہجرت کا یہ سلسلہ قیام پاکستان کے بعد تقریباً پانچ برس تک جاری رہا۔

عارضی حکومت کا خاتمہ

ریاست جوناگڑھ کا انتظام سنبھالنے کے بعد حکومت بھارت نے اس کا نظم و نسق چلانے کے لئے ایک ایڈمنسٹریٹر کی تقرری کی۔ اور مسٹر شامڑداس گاندھی، مسٹر دیا شنکر دوبے اور شریمتی پُشپا بہن مہتا پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی۔

اس کونسل کے زیر اہتمام فروری ۱۹۴۸ء میں استصواب رائے کرایا گیا اس میں ریاست جوناگڑھ کے بھارت کے ساتھ الحاق کی حمایت میں ایک لاکھ نوے ہزار آٹھ سو اکہتر (۱،۹۰،۸۷۱) ووٹ ڈالے گئے جبکہ پاکستان کی حمایت میں

صرف اکیانوے (۹۱) ووٹ نکلے ۔ ۱۰

اسی ماہ کاٹھیاواڑ کی تقریباً تمام (۲۰۰) دو سو سے زائد ریاستوں کو ختم کر کے سوراشٹر صوبے کی تشکیل کی گئی۔ اس موقع پر جام نگر میں سردار پٹیل کی زیر صدارت ایک شاندار تقریب منعقد کی گئی۔ جام صاحب دگوجے سنگھ جی کا نئے صوبے کے پہلے راج پر مکھ (گورنر) کی حیثیت سے تقرر کیا گیا اور جناب اُچھرنگ رائے ڈھیبر کو وزیر اعلیٰ بنا کر سوراشٹر کی پہلی کابینہ تشکیل دی گئی۔ ۱۱

اس طرح ریاست جوناگڈھ کے علاوہ بھارت کے ساتھ الحاق شدہ کاٹھیاواڑ کی تمام ریاستوں کے وجود کا آزادی کے صرف چھ ماہ کے عرصہ میں ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

عارضی حکومت کا ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء کے روز بغیر کسی قسم کی تقریب، تقریر یا رسم کے خاموشی سے خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ حقیقت کافی دلچسپ ہے کہ حکومت بھارت نے جوناگڈھ کی عارضی حکومت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا تھا حکومتِ بھارت نے اپنے سرکاری اعلانات میں بھی عارضی حکومت کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔

اقوام متحدہ میں بھارت کے نمائندے مسٹر ویلبری نے ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا کہ عارضی حکومت نے بھارت سے درخواست کی تھی کہ اسے تسلیم کر لیا جائے جسے مسترد کر دیا گیا تھا۔ ۱۲

---

۱۰ ۔ اگن پتھرا صفحہ ۹۰ - ۹۱

۱۱ ۔ مسلم گجرات : ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء

۱۲ ۔ اسمٰعیل بیگ "جوناگڈھ" صفحہ ۳۱۸

باب دھم

کاٹھیاواڑ سے ہجرت

پوربندر میں پناہ

کاٹھیاواڑ کی بیشتر ریاستوں اور شہروں میں حالات کشیدہ ہوتے ہوئے بھی پُرامن تھے۔ لیکن جوناگڑھ پر بھارت کے قبضہ اور بانٹوا وکتیانہ کی خونریز لوٹ مار کی وجہ سے وہاں کے مسلمان خوفزدہ ہوکر پاکستان کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ اس وقت کاٹھیاواڑ سے باہر جانے کے لئے صرف دو محفوظ راستے تھے۔ ان میں سے ایک راستہ نزدیکی ریاست پوربندر سے تھا۔ اور دوسرا راستہ کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست گائیکواڑ کے ماتحت اوکھا کے علاقے کا تھا۔

پوربندر کے رانا نٹور سنگھ (NATWAR SINGH) اور پولیس کمشنر پرتھوی سنگھ جی PRITHVI SINGHJI نے ریاست جوناگڑھ کے خصوصاً کتیانہ کے مہاجرین کو ان کی ہجرت کے دوران اپنی ریاست سے گذرنے اور ہر قسم کی سہولتیں حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

جناب حبیب حاجی شکور بھاڈیلیا (BADELYA) کی زیرِ صدارت پوربندر سوریاواڈ (SURIYAWAD) میمن جماعت اور والنٹیئر کور نے ان

مہاجرین کے قیام و طعام اور دیگر تمام سہولیات کی فراہمی کا مکمل انتظام کیا تھا یہاں تک کہ مہاجرین کے شیر خوار بچوں کے لئے پالنے تک انہوں نے اپنے گھروں سے مہیا کئے تھے۔ جہاں ہندو بھائیوں نے بھی ان مسلم مہاجرین کی اچھی خاصی امداد کی تھی۔[1]

فرض شناس پرتھوی سنگھ

پور بندر پہنچنے والے کتیانہ کے تمام میمن خاندان جب کراچی روانہ ہو چکے تب کتیانہ کے چند میمن رہنما وہاں کے پولیس کمشنر شری پرتھوی سنگھ جی کا شکریہ ادا کرنے گئے۔ پرتھوی سنگھ جی نے مہاجرین کے ساتھ جس اعلیٰ قسم کی انسانیت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا اس سے متاثر ہو کر ان میں سے ایک رہنما نے جذباتی انداز میں اپنا ایک ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے پرتھوی سنگھ جی وہ ہاتھ دیکھ کر چونک رہے تھے۔ ان کے چہرے کی لکیریں یکایک سخت ہو گئیں۔ اس بڑھے ہوئے ہاتھ میں نوٹوں کی ایک گڈی تھی جس میں تقریباً پانچ ہزار روپے تھے۔ انہوں نے کتیانہ کے مسلمانوں سے جو حسن سلوک کیا تھا، اس کے اظہار تشکر کے طور پر کتیانہ کے رہنما یہ رقم ان کو بطور عطیہ پیش کرنا چاہتے تھے۔

لیکن پرتھوی سنگھ جی نے پانچ ہزار روپے کی خطیر رقم کی طرف ایک نظر دیکھے بھی انکار کرتے ہوئے نہایت سادگی سے کہا

"میں نے اپنے فرض سے بڑھ کر کچھ نہیں کیا۔"

کتیانہ میں جس سے وہ ہلاکت انسانیت کی موت دیکھنے کے بعد انسانیت کے اس خوبصورت و دلکش منظر کو دیکھ کر کتیانہ کے ان رہنماؤں کی آنکھیں بھر آئیں۔

کتیانہ کے ان رہنماؤں نے بھی آخر کار اپنے وطن کی ہجرت کی "تلخ یادوں" [illegible]

۱۔ حبیب حاجی شکور، باڈی والا، "کتیانہ سے پور بندر"، کتیانہ میمن ایسوسی ایشن "دس سالہ خصوصی مجلہ"، صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

اس ایک خوشگوار یاد کو ہمراہ لے کر اس سرزمین کو شاید ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا ہے۔

ریاست بڑودہ کی کاروائی

گجرات اور کاٹھیاواڑ دونوں میں اپنا علاقہ رکھنے والی بڑودہ (BARODA) کی گائیکواڑی ریاست اس وقت پورے برصغیر میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مثالی ریاست سمجھی جاتی تھی۔ اپنی خصوصی تعلیمی سہولتوں اور ان گنت چھوٹی بڑی لائبریریوں [illegible] اور مفت پرائمری تعلیم اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے وہ بہت مشہور تھی اس کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ راؤ گائیکواڑ نے بھارت کے ساتھ الحاق کرنے میں پہل کی تھی لیکن اس کی اپنی ریاست کے مسلمانوں کے لئے اس کی فراخدلانہ پالیسی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

ریاست بڑودہ کے کاٹھیاواڑ میں واقع امریلی (AMRELI) اور کوڈینار (KODINAR) کے علاقے کافی عرصہ تک مہاجرین کی جائے پناہ بنے رہے تھے۔

اور ریاست جونا گڑھ کے مہاجرین کے علاوہ راجستھان، یوپی اور بہار کے کئی مہاجر خاندان بھی کافی عرصہ تک یہاں پناہ گزین رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس کی بندرگاہ اوکھا کاٹھیاواڑ سے کراچی پہنچنے کے لئے ایک اہم گزرگاہ بن گئی تھی۔

گودھرا میں فساد

اپریل ۱۹۴۸ء میں صوبہ گجرات کے شہر گودھرا میں خوفناک ہندو مسلم فساد ہوا جس کے نتیجے میں وہاں کے [illegible] مسلمان [illegible] لاوارث ہو گئے [illegible] بڑودہ [illegible] وہاں ان کی امداد کے لئے

[illegible] ۱۰۳

ایک ریلیف کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے چیئرمین بڑودہ اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب رسول خان پٹھان اور اعزازی سیکریٹری بڑودہ میں بورڈنگ کے نوجوان سپرنٹنڈنٹ جناب سلیمان عبدالغنی پنجوانی تھے۔ انہوں نے ان مہاجرین کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کیں۔ اور ان کو اوکھا اور بمبئی کے راستے بذریعہ سمندری جہاز کراچی پہنچانے کا انتظام کردیا۔ ان تمام اخراجات کا نصف حصہ حکومت بڑودہ اور بقیہ نصف میمن حضرات نے فراہم کیا تھا۔

گودھرا کے مہاجرین ریاست بڑودہ کا یہ احسان کبھی فراموش نہ کرسکے۔ اس وقت کے ریاست بڑودہ کے حکمراں پرتاپ سنگھ راؤ کے صاحبزادے فتح سنگھ راؤ گائیکواڑ کچھ عرصہ پہلے بھارتی کرکٹ ٹیم کے منیجر کی حیثیت سے پاکستان آئے تو اس وقت گودھرا کے مسلمانوں نے کراچی میں ایک تقریب منعقد کرکے اُس احسان کا سرعام شکریہ ادا کیا جو ریاست بڑودہ نے ماضی میں ان پر کیا تھا۔

ہندو ریاستوں کا تعاون

پاکستان ہجرت کرنے والے مسلمان خاندانوں کو پوربندر اور بڑودہ کے علاوہ بھاؤنگر، گونڈل اور دیگر ہندو ریاستوں نے تمام سہولیات فراہم کی تھیں اور انہیں کسی طرح بھی پریشان نہیں کیا تھا۔ کچھ ریاستوں اور ان کے متعدد ہندو رہنماؤں نے ان مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑ کر نہ جانے کے لئے پرجوش اصرار کیا تھا۔

اوکھا کا راستہ

کاٹھیاواڑ کے متعدد مہاجرین نے کراچی پہنچنے کے لئے اوکھا منتخب کیا تھا جن میں دوسرے صوبوں سے آنے والے مہاجرین بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔

اوکھا میں ان مہاجرین کے لئے امدادی کارروائی اوکھائی میمن جماعت نے سنبھال

لی۔ ان کو مختلف مقامات پر پناہ دی گئی اور بحری جہازوں میں جگہ ملنے پر انہیں کراچی روانہ کر دیا گیا۔ یہ جہاز کراچی سے واپسی سفر میں سندھ کے ہندو مہاجرین کو اوکھا پہنچاتے تھے۔ وہ ہندو مہاجرین اپنی تمام قیمتی گھریلو اشیاء کے علاوہ ظاہر جو استعمال کی بےشمار اشیاء حتی کہ طوطے کے پنجرے تک اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ بھارتی حکومت کی طرف سے ان ہندو مہاجرین کے لئے رہائش کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں اور بعد میں وہ جہاں جاتے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچا دیا جاتا۔

سندھی مہاجرین

پاکستان کے حصے میں آنے والے صوبوں میں سے پنجاب کے علاوہ کہیں بھی کوئی فسادات نہیں ہوئے تھے۔ اس کے باوجود بھی کانگریسی رہنماؤں کے اشتعال دلانے پر سندھ کے سینکڑوں ہندو خاندان کراچی سے بذریعہ بحری راستہ کاٹھیاواڑ اور بمبئی ہجرت کرنے لگے تھے۔ ان کی یہ ہجرت مکمل طور پر پُرامن رہی تھی۔ وہ اپنے ساتھ جو کچھ بھی لے سکتے تھے۔ لے گئے۔

کاٹھیاواڑ میں اُن کو مسلمانوں کے خالی کئے ہوئے بانٹوا، کتیانہ، ونتھلی اور دیگر مقامات پر آباد کیا گیا جہاں سے وہ دھیرے کاٹھیاواڑ، گجرات اور کچھ میں پھیل گئے۔

بمبئی کی کاروائی

اوکھا اور پوربندر سے ملنے والی سمندری سفر کی سہولیات مہاجرین کی اتنی بڑی تعداد کے لئے ناکافی تھیں۔ اس وجہ سے کاٹھیاواڑ اور گجرات کے ہزاروں مہاجرین بذریعہ ٹرین بمبئی بھی پہنچنے لگے تھے۔ دیگر صوبوں سے بھی ہزاروں مہاجرین بمبئی آ رہے تھے۔ بمبئی میں حاجی ہاشم موسیٰ اسمٰعیل پال والا کے زیر انتظام میمن چیمبرز آف کامرس میں لاکھوں روپے کا فنڈ اکٹھا کیا گیا۔ جس سے گجرات، کاٹھیاواڑ اور دیگر صوبوں سے آنے والے مہاجرین

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی پیشکش

[illegible]

[illegible]

[illegible] تو حاجی صاحب نے [illegible] کے [illegible] سے [illegible] بیان کیا گیا۔ لیکن
جہاز میں کلکتے سے [illegible] نہیں [illegible] ایک جہاز میں تقریباً [illegible]
ہزار [illegible] حاجی صاحب نے [illegible] ہزار سے زیادہ [illegible]
مسافر جہاز میں [illegible] کسی قسم کی [illegible] مدد کی جائے [illegible] تمام [illegible] کے
[illegible] سے [illegible] جائے [illegible] بعد [illegible] نے
حاجی صاحب کے نام [illegible] حاجی صاحب نے اس [illegible]
[illegible] کلکتہ میں اپنے مرکز [illegible] کے سب
[illegible] میں سے ایک [illegible] یعنی حاجی صاحب [illegible] کے [illegible]
[illegible] کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس دوران [illegible] کی کثرت کی وجہ سے [illegible]
[illegible] پیدا ہو گئی۔ اس وقت [illegible] سے [illegible] والے [illegible] کے [illegible]
[illegible] اسپیشل [illegible] کے [illegible]

پاکستان میں میمنوں کا پہلا جلسۂ عام

[illegible] کرتے ہوئے [illegible] کی آخری منزل کراچی
[illegible] میں [illegible] اس وقت کراچی میمن [illegible] کمیٹی کے ممبر
جناب [illegible] (VAYANI) نے [illegible] میں جماعت [illegible] اس
[illegible] کی [illegible] آنے والے میمن [illegible] اور [illegible] کے
[illegible] کے سلسلے میں [illegible] کے وزیر اعلیٰ جناب محمد
[illegible] کرتے تھے۔
[illegible] میں ان سے [illegible]
[illegible] میں [illegible] کی [illegible] صورت میں [illegible] گا۔

(۱) [illegible] کے [illegible]
(۲) [illegible] ۱۹۶۱ء

کراچی کی بندرگاہ کے علاوہ سندھ اور راجستھان کی سرحد پر واقع کھوکھراپار کے راستے سے بھی مختلف صوبوں کے ہزاروں مہاجرین آنے لگے۔ ان حالات پر غور و فکر کرنے کے لئے جناب کاسم سلیمان کے قائم کردہ ریلیف کمیٹی کے ماتحت جوڑیا بازار کے کھتری گلی میں حیدر ٹریڈنگ کمپنی کے دفتر میں اس وقت کراچی میں موجود میمن رہنماؤں اور ممتاز تاجروں کی ایک میٹنگ طلب کی گئی حاجی ولی محمد کاسم دادا کی زیر صدارت اس میٹنگ میں مہاجرین کی بہتر منصوبہ بندی اور وسیع پیمانے پر امدادی کارروائی کرنے کے میمن برادری کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے ایک جلسۂ عام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پاکستان کی سرزمین پر منعقد کئے جانے والے میمنوں کے اس پہلے جلسۂ عام کو جو مظلوم انسانیت کی خدمت کے جذبے کے تحت منعقد کیا گیا تھا۔ کامیاب بنانے کے لئے چند سماجی کارکنوں اور خصوصاً میسور اسٹیٹ مسلم لیگ کے نائب صدر جناب عبدالغنی ندولا نے بہت زحمت اٹھائی تھی۔

یہ جلسۂ عام نومبر ۱۹۴۷ء کے وسط میں بھاؤنگر اسٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جناب عبدالقادر موسیٰ لاکھانی کے زیر صدارت بمبئی بازار کے بڑے چوک میں منعقد ہوا تھا۔

میمنوں کے جلسۂ عام میں خصوصاً قوم کے عظیم رہنما آدمجی حاجی داؤد نے بحری اور بری راستوں سے آتے ہوئے مہاجرین کے سیلاب سے پیدا شدہ سنگین حالات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے میمن برادری میں مظلوم انسانیت کے لئے انجام دی گئی سابقہ خدمات اور خصوصاً بہار اور کوئٹہ کے زلزلوں کے دوران میمن ریلیف کمیٹی کلکتہ کی تاریخی خدمات یاد دلائیں۔ آخر میں انہوں نے پاکستان جیسے نوزائیدہ ملک کے سامنے پیش آنے والے ان سنگین حالات سے ملک کو نکالنے کے لئے ایک ایسی ہی میمن ریلیف کمیٹی قائم کرنے کی پُرزور اپیل کی۔

جلسہ کے دیگر مقررین نے ان کی اس تجویز کی تائید کی اور اسی وقت ایک میمن ریلیف کمیٹی تشکیل دی گئی۔

حاجی ولی محمد قاسم دادا کو اس کمیٹی کا صدر، کاٹھیاواڑ کے سرکردہ سیاسی رہنما اور کچھ کاٹھیاواڑ مسلم لیگ کے صدر جناب عثمان عیسیٰ بھائی میمن اور جناب عبداللطیف تھری موتی والا کو نائب صدر اور حاجی عبداللطیف ابراہیم باوانی کو خزانچی مقرر کیا گیا۔ اعزازی سیکریٹری کی ذمہ داریاں جناب عبدالقادر لاکھانی کے سپرد کی گئیں۔ جوائنٹ سیکریٹری کے عہدے کے لئے جناب عبدالغفار چھوٹانی اور جناب سلیمان آدم کا انتخاب کیا گیا۔ اس ریلیف کمیٹی کی میٹنگ میں اس وقت کے تقریباً تمام میمن رہنماؤں کو شامل کیا گیا۔

اس کمیٹی کی سات سالہ کارکردگی میں حاجی ولی محمد دادا نے شروع کے پانچ سال اور جناب احمد ای۔ ایچ۔ جعفر نے آخری دو سال صدر کے فرائض انجام دیئے۔ اعزازی سیکریٹری کی حیثیت سے جناب عبدالقادر لاکھانی نے چار سال، جناب ایم آئی مرچنٹ نے ایک سال اور جناب عبدالعزیز دانہ والا نے آخری دو سال خدمات انجام دی تھیں۔

کھوکھراپار میں امدادی کاروائی

میمن ریلیف کمیٹی نے تشکیل کے بعد فوراً کھوکھراپار اسٹیشن پر امدادی کاروائی شروع کر دی۔ کھوکھراپار سندھ، راجستھان کی سرحد پر پاکستان کے علاقے میں میمن میل کے فاصلے پر واقع پہلا ریلوے اسٹیشن تھا۔ اس کے اطراف میں ریگستان پھیلا ہوا ہے۔ بھارتی ٹرینیں سرحد تک آتی تھیں اور وہاں سے مہاجرین کو اپنے سامان اور بال بچوں کے ساتھ چلچلاتی دھوپ میں پیدل چل کر اسٹیشن تک پہنچنا ہوتا تھا۔ وہاں کوئی سواری یا جانور تو در کنار پانی تک میسر نہیں تھا۔ اس وقت حیدرآباد

سے ایک ٹرین دو چار روز کے بعد مہاجرین کو لے جاتی تھی۔ ایسے بے یار و مددگار ریگستانی علاقہ، ریتیلے حشرات الارض سے بھرپور کھوکھراپار میں مہاجرین کو شدید مشکلات کا سامنا تھا۔

سب سے پہلے میمن ریلیف کمیٹی نے مہاجرین کو شدید دھوپ سے بچانے کے لئے کھوکھراپار اسٹیشن پر ایک وسیع و عریض سائبان تعمیر کروایا۔ روزانہ تقریباً ایک ہزار مہاجرین کو پکا پکایا کھانا فراہم کرنے کے انتظامات کئے۔ کمیٹی نے کھوکھراپار سے اگلے اسٹیشن چھور (CHHOR) سے بذریعہ ریلوے ٹینکر پانی منگوانے کا بھی بندوبست کیا۔ کمیٹی ہی کی کوششوں سے ٹرین اب روزانہ کھوکھراپار آنے لگی تھی اس کے علاوہ ٹرین کی آمد میں تاخیر کی صورت میں پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے مٹی کی بڑی بڑی ٹنکیاں لگائی گئی تھیں۔ کسی ناگہانی حادثے کے پیش نظر ابتدائی طبی امداد کے سامان کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

کیمپ سپروائزر کے طور پر سب سے پہلے جناب سلیمان نوجی نے اور بعد میں جناب عبدالغفار پچھوٹی اور جناب قاسم سلیمان نے خدمات انجام دی تھیں۔ کیمپ انچارج جناب ستار راجوانی تھے۔

کھوکھراپار پہنچنے والے مہاجرین میں گرچہ میمنوں کی تعداد بہت کم تھی زیادہ تر مہاجرین راجستھان، یوپی، بہار اور بھارت کے دیگر صوبوں اور ریاستوں سے تعلق رکھتے تھے۔ میمنوں نے انہیں اپنی روایت کے مطابق کسی قسم کے امتیاز کے بغیر ہر طرح کی سہولتیں مہیا کیں۔

کراچی کی کارگزاری

میمن ریلیف کمیٹی کا کام مہاجرین کو کھوکھراپار سے روانہ کرنے پر ہی محدود نہ تھا۔ کمیٹی نے کراچی میں مختلف مقامات پر گیارہ کیمپ قائم کئے تھے۔ کھوکھراپار

سے آنے والے مہاجرین کو ان کیمپوں میں پہنچایا جاتا تھا۔ اور ان کو غذا اور رہائش کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ مہاجرین کے اس سیلاب میں کراچی کی بندرگاہ سے آنے والے مہاجرین بھی شامل ہو جاتے تھے۔ میمن ریلیف کمیٹی نے موجودہ مدرسۂ اسلامیہ نمبر ۱، مدرسۂ اسلامیہ نمبر ۲، اوکھائی میمن مدرسہ، آغا خان اسکول کھارادر (جو اس وقت ایگزر مدرسہ اسکول کے نام سے مشہور تھا) عید گاہ کے علاقہ میں واقع سیتارام بلڈنگ بمکہ واڑہ کی کچھ عمارتوں وغیرہ میں اپنے ریلیف کیمپ قائم کئے تھے۔ ان تمام کیمپوں میں بیک وقت پندرہ ۱۵ سے بیس ۲۰ ہزار مہاجرین کو سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ان تمام کیمپوں کا انتظام سنبھالنے کے لئے ایک والنٹیئر کور تشکیل دیا گیا تھا۔ جس کے کیپٹن گجراتی کے معروف شاعر جناب رفیق حمید اللہ تھے۔ کارکردگی کے پہلے سال میمن ریلیف کمیٹی نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کئے تھے۔ بعد میں اس خرچ میں اضافہ ہوتے ہوتے آخری سالوں میں یہ خرچ سالانہ چار سے چھ لاکھ روپے تک پہنچ گیا تھا۔ کمیٹی کے پاس رقم کی کوئی کمی نہ تھی۔ تمام تر اخراجات کمیٹی کے ممبران ہی پورے کرتے تھے کچھ امداد بغیر مانگے بھی مل جاتی تھی۔ چنانچہ کمیٹی کو کبھی بھی دیگر افراد سے امداد طلب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

سرکاری سہولتیں

میمن ریلیف کمیٹی کو حکام بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کمیٹی کے صدر، نائب صدر، سیکریٹری اور جوائنٹ سیکریٹری وفد کی صورت میں کام کا جائزہ لینے کے لئے کھوکھراپار تشریف لے گئے۔ اس وقت حکومت نے میر پور خاص کی دو بوگی پر مشتمل اسپیشل ٹرین انہیں مہیا کی تھی۔

کھوکھراپار کے مہاجرین کے لئے تمام تر امدادی سامان کراچی سے بذریعہ ٹرین کھوکھراپار پہنچایا جاتا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں کراچی سے ٹرینوں کی آمد و رفت میں بہت بدنظمی

پیدا ہو گئی تھی۔ کھوکھراپار میں امدادی سامان کی بروقت رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے بہت مشکلات پیدا ہو گئیں۔ حکومت کو بہت گزارشات کرنے کے باوجود بدنظمی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور آخرکار کمیٹی نے کھوکھراپار میں اپنا ریلیف کیمپ بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اخبارات میں شائع ہوتے ہی مہاجر کمشنر جناب عزیز اللہ، ریلیف کمیٹی کے سیکریٹری جناب عبدالعزیز دانہ والا کی رہائش گاہ زینب منزل واقع گاڑی کھاتہ رات کے گیارہ بجے پہنچے اور کہا کہ گورنر جنرل غلام محمد نے پیغام بھجوایا ہے کہ کھوکھراپار کا ریلیف کیمپ بند نہ کیا جائے اور بذریعہ ٹیلیگرام وہاں امدادی کارروائی جاری رکھنے کی ہدایات دی جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اگلے روز ہی سے کھوکھراپار کے لئے وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ ریلوے سروس بحال ہو گئی۔ امدادی سامان اور پانی کی رسد باقاعدہ ملنے لگی۔ اس کے علاوہ حکومت نے کمیٹی کو پچاس ہزار من گندم بھی دی۔

خوشگوار یادیں

کراچی اور کھوکھراپار میں میمن ریلیف کمیٹی کی مہاجرین کے لئے امدادی خدمات ۱۹۵۵ء تک جاری رہی تھیں اس دوران بیس سے پچیس لاکھ مہاجرین ان کی خدمات سے فیضیاب ہوئے تھے مہاجر کمشنر عزیز اللہ کبھی کبھار کھوکھراپار کے مہاجر کیمپ کا دورہ کرنے آتے تھے کراچی کے ایڈمنسٹریٹر جناب ہاشم رضا بھی وقتاً فوقتاً کراچی کے مختلف مہاجر کیمپوں کا معائنہ کرتے رہتے تھے۔ ان دو صاحبان کے سوا کوئی اور قدآور سیاسی رہنما یا مذہبی عالم ان مہاجر کیمپوں کو دیکھنے تک نہیں آئے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے ریلیف کمیٹی کو ایک تعریفی خط ارسال کیا تھا اس کے سوا کسی بھی سیاسی یا عوامی رہنما نے ریلیف کمیٹی کی کارکردگی کا کبھی ذکر تک نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ لاکھوں مہاجرین جو بھارت سے بے سروسامانی کی حالت میں یہاں آئے تھے آج تک میمن ریلیف کمیٹی کو تشکر کے ساتھ یاد کرتے ہیں کہ انہیں پاکستان کی سرزمین میں ہر قدم رکھتے ہی بڑی خوش اخلاقی اور ضروری امداد کی فراہمی کے ساتھ اس نئے وطن میں خوش آمدید کہا تھا۔

باب گیارھواں

اقوام متحدہ میں

چار ماہ بعد

جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ کے بعد تین ماہ سے زائد عرصے تک حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ میں جوناگڑھ پر بھارتی قبضے سے متعلق بھارت کے خلاف کوئی فریاد نہ کی تھی۔ یا اس معاملے کی اطلاع تک نہ دی تھی۔ اقوام متحدہ کا صدر دفتر اس وقت نیویارک کے نزدیک لیک سکسیس (LAKE SUCCESS) کے مقام پر واقع تھا۔ وہاں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں مسئلہ کشمیر پر مسلسل بحث ہوتی رہتی تھی۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں بھارت نے پاکستان کے خلاف فریاد داخل کی تھی کہ بھارت کے ساتھ ملحق ریاست کشمیر پر پاکستان نے قبائلیوں کے ذریعے چڑھائی کر دی ہے۔ پاکستان نے اس معاملے میں بھارت کے خلاف جوابی فریاد داخل کر دی۔ اس جوابی فریاد کے ضمن میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے روز چند دستاویزات کے ساتھ ایک خط سلامتی کونسل کو پہنچایا۔ اس خط میں جوناگڑھ اور دیگر کاٹھیاواڑی مسلم ریاستوں پر بھارتی حملے اور غیر قانونی قبضے کے بارے میں چند حقائق پیش کئے گئے تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے ۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کے روز سلامتی کونسل

کے ۲۲۳ ویں اجلاس میں پہلی مرتبہ اس خطہ کا ذکر کیا تھا۔ اسی طرح سقوطِ جوناگڑھ کے پورے چار ماہ بعد اقوامِ متحدہ میں پہلی بار جوناگڑھ کا نام سنا گیا۔

جوناگڑھ اور کشمیر

۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کے روز چوہدری ظفر اللہ خان نے سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر پر بحث کرتے ہوئے کہا۔

"جوناگڑھ کا معاملہ کشمیر کے برعکس ہے جوناگڑھ کا حکمران مسلمان ہے اور عوام کی اکثریت غیر مسلم۔ ایک خاص بات قابلِ غور ہے کہ جوناگڑھ میں ۱۵ ستمبر تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ ریاست کا الحاق پُرامن طریقے سے ہوا اور کسی بھی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔

انہوں نے مزید کہا

جب اس بات کا اعلان کیا گیا کہ جوناگڑھ پاکستان سے الحاق کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حکومتِ ہند نے کئی اعتراضات کئے۔ ہم [illegible] بھی یہ اعتراضات پہنچائے گئے کہ ریاست جوناگڑھ پاکستان سے متصل نہیں ہے اس کی آبادی کی اکثریت غیر مسلم ہے اور اس الحاق سے یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے [illegible] ہندوستان [illegible] کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ [illegible] ہندوستان کی خود مختاری اور سرحدوں میں [illegible] دونوں ڈومینینز کے درمیان دوستانہ تعلقات [illegible] کہا گیا کہ [illegible] الحاق [illegible] تو ہندوستان اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

چوہدری ظفر اللہ خان نے مزید کہا

[illegible] ہندوستان کی افواج نے ریاست جوناگڑھ پر قبضہ کر لیا ہے [illegible] پاکستان [illegible]
[illegible]

[illegible] ۱۵۸

حکومت ہند کی فوجوں کو مار بھگانے کی غرض سے اپنی فوجیں روانہ کرنے میں ضبط سے کام نہ لیتی تو دونوں ڈومینیوں کے درمیان باہمی جنگ شروع ہو جاتی۔ ہم نے اپنا ہاتھ تھام رکھا ہے لیکن یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہے جتنا کشمیر کا مسئلہ"۔ ؎۳

بعد ازاں چوہدری ظفر اللہ خان نے درخواست کی کہ ہندوستانی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آئنگر مسئلہ کشمیر کی بحث کے سلسلے میں اپنی حکومت سے مشورہ کرنے کے لئے بھارت جا رہے ہیں۔ اس دوران میں اگر ایجنڈا کا دوسرا مضمون لیا جائے تو سلامتی کونسل کے وقت کی بچت کے ساتھ ساتھ ایک نازک اور سنجیدہ مسئلہ کے حل کی طرف کچھ ترقی ہوگی۔ سلامتی کونسل کے صدر نے اس درخواست سے اتفاق کیا۔

ان کے فیصلے کے مطابق سلامتی کونسل کا ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کے روز منعقدہ ۲۵۰واں اجلاس میں مسئلہ جوناگڑھ پر بحث کی گئی۔

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر

چوہدری ظفر اللہ خان نے اس اجلاس میں ایک طویل تقریر کی جس میں انہوں نے جوناگڑھ اور دیگر استیاسی کاٹھیاواڑ کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ انہوں نے برصغیر کی آزادی، دیسی ریاستوں کے حکمرانوں کے اختیارات جوناگڑھ وغیرہ کا پاکستان سے الحاق، بھارتی افواج کا محاصرہ اور غیر قانونی قبضہ اور اس کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے اپنی تقریر کی ابتداء یوں کی:

"اگر سلامتی کونسل کے اراکین بجائے مرسلہ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء کے خط کے ساتھ منسلکہ دستاویز نمبر ۲ سیکشن بی کی طرف توجہ فرمائیں گے تو مسئلہ جوناگڑھ

؎۳ مختصر احوال صفحہ ۳۔

؎۴ اسٹینڈرڈ بک "جوناگڑھ" صفحہ ۲۶۲

اس دستاویز کے آخیر میں جو نیچے صفحے کے متعلق پیراگراف ۱۲ (سی) اور (ڈی) میں سلامتی کونسل سے گزارش ہے کہ وہ کمیشن پاکستانوں کے ذریعے۔

(سی) جوناگڑھ، ماناودر اور دیگر ریاستہائے کاٹھیاواڑ جو پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں ان میں سے ہندوستانی فوجوں اور سول حکام کو ہٹا کر یہ ریاستیں قانونی حکمرانوں کے حوالے کر دی جائیں۔

(ڈی) یہ ریاستیں جن کا تذکرہ (سی) میں کیا گیا ہے ان کے باشندوں کو جو ان ریاستوں سے جبراً نکال دیئے گئے یا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ انہیں دوبارہ اپنے مکانات، زمینیں اور جائیداد واپس دلوانے میں امداد بہم پہنچائی جائے اور ہندوستانی فوجیوں، سول حکام اور شہریوں کی غیر قانونی کاروائی اور کارناموں کی وجہ سے جو نقصانات ہوئے ہیں ان کا معاوضہ دلوایا جائے۔ جوناگڑھ کے مسئلے کی تفصیل دستاویز کے پیراگراف ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ میں درج کی گئی ہے ؎

"جوناگڑھ میں ستمبر کے وسط تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو کسی کے لئے بھی ریاست کی مسلم رعایا کے لئے یا غیر مسلم رعایا کے لئے باعث شکایت ہو۔ جوناگڑھ نے قانونی اور آئینی طریقے سے پاکستان سے الحاق کیا۔

"وزیراعظم جوناگڑھ نے پاکستان سے بار بار اپیل کی۔ حکومت پاکستان نے یہ سوال حکومت ہند کے ساتھ اٹھایا اور وزیراعظم جوناگڑھ کو یہ ہدایت کرتے رہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے بدنظمی یا خونریزی کا امکان ہو۔

"پاکستان نے اپنی کوئی فوج جوناگڑھ نہیں بھیجی حالانکہ نہ صرف اس کو یہ حق حاصل تھا جوناگڑھ نے پاکستان سے الحاق کیا تھا اور دفاع الحاق کی شرائط میں سے ایک ہے۔ بلکہ وہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس قدر ضبط کرنے میں اور جوناگڑھ میں اپنی

؎ "جوناگڑھ" صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴

فوجیں نہ بھیجتا۔ پاکستان نے نقل کیا ہے دوسری طرف یہ امر یقینی ہے کہ اگر پاکستان نے جوناگڑھ میں اپنی فوجیں روانہ کی ہوتیں جس کا اسے حق تھا۔ اور جس کا میں ابھی تذکرہ کر چکا ہوں وہ ایسا کرنے کے لئے پابند تھا، تو حکومت ہند اور حکومت پاکستان کی مسلح فوجوں کے درمیان براہ راست ٹکر ہوتی اور دونوں ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی۔

"جوناگڑھ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس معاملے میں حکومت پاکستان نے نامناسب ضبط کیا۔ یہ ہے موجودہ صورت حال"[1]

اس کے بعد چوہدری ظفر اللہ خان نے اس معاملے کے ایک اور اہم نکتے کی طرف سلامتی کونسل کے اراکین کی توجہ دلائی۔

انہوں نے کہا

"بھارت اس وقت جوناگڑھ میں استصواب رائے کی تیاری کر رہا ہے۔ جوناگڑھ کا معاملہ اس وقت سلامتی کونسل میں زیر بحث ہے۔ ریاست میں موجودہ حالات استصواب رائے کے لئے موافق نہیں ہیں۔

"جب ہمیں بھارت کے اس ارادے کا علم ہوا تب ہم نے سلامتی کونسل کے صدر کی معرفت بھارتی وفد کے لیڈر کے ذریعے حکومت بھارت کو فی الحال ان کا یہ ارادہ ملتوی کرنے کی درخواست کی تھی۔ بھارتی وفد کے لیڈر نے کونسل کی ۲۲۵ویں اجلاس میں مطلع کیا تھا کہ انہوں نے یہ درخواست اپنی حکومت کو پہنچا دی ہے۔ لیکن آج بھارتی وفد کے ایک رکن مسٹر ویلوری نے اپنی حکومت کی طرف سے اطلاع دی ہے کہ استصواب رائے کی تیاریاں اتنی آگے بڑھ چکی ہیں کہ اسے اب ملتوی نہیں کیا جا سکتا"[2]

چوہدری ظفر اللہ خان نے اپنی طویل تقریر کے آخر میں کہا۔

---

[1] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳

[2] جوناگڑھ صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۴

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حکومت ہند کو کون سی ایسی معقول وجہ تھی جس کی بناء پر اس نے ریاست جوناگڈھ میں اپنی فوجیں داخل کیں۔ اور ریاست پر اب تک اپنا قبضہ جاری رکھا۔

کوئی بھی شخص جوناگڈھ کے حالات اور کشمیر کے حالات کی مشابہت کا مقابلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور مجھے یقین ہے کہ سلامتی کونسل کے اراکین یہ مقابلہ کریں گے۔

جوناگڈھ کے متعلق جو مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ حکومت ہند اپنے طور پر یا سلامتی کونسل کی کسی تجویز یا سفارش کے ذریعے جوناگڈھ پر قابض اپنی فوجیں ہٹالے اور جوناگڈھ و مانا ودر ریاستیں ان کے حکمرانوں کے حوالے کر دے تاکہ نظم و ضبط حسب معمول ہو جائے۔ اس کے بعد اگر یہ اصرار کیا جائے کہ مسئلہ الحاق پر جوناگڈھ کے عوام کی خواہشات بذریعہ رائے شماری معلوم کی جائیں تو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرائی جائے۔

سلامتی کونسل نے کشمیر کے مسئلہ پر تفصیلی بحث سنی ہے اور وہ اس وقت تک اصول الحاق، بمع رائے شماری وغیرہ کے، بجز [illegible] کا جواب [illegible] میں [illegible] دخل دینا نہیں چاہتا۔ موجودہ حالات میں یہ ہماری کم سے کم درخواست ہے۔

رائے شماری یا مذاق؟

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"لیکن بعد میں جوناگڑھ میں رائے شماری کرا لی گئی میں نے ۲۴۰ ویں اجلاس میں سلامتی کونسل کو یہ گذارش کی کہ میرے سوال پر مسٹر ویلوڈی نے یہ اطلاع دی کہ انہیں اپنی حکومت کی طرف سے ایک مراسلہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ استصواب رائے کے انتظامات اس قدر مکمل ہو گئے ہیں کہ اب اس کو ملتوی کرنا ممکن نہیں لیکن اگر ضرورت پیش آئے تو بعد میں دوبارہ رائے شماری کرائی جا سکتی ہے اس کے متعلق میں سلامتی کونسل کو یہ عرض کروں گا کہ ہماری درخواست قبل ۶ فروری کو کی گئی تھی اور جوناگڑھ میں رائے شماری کا کام یقیناً دو ہفتوں سے بھی بعد میں ہوا ہے۔"

انہوں نے مزید کہا

"ہم رائے شماری کی صحت کو یقیناً تسلیم نہیں کرتے۔ حکومت ہند کی مسلح فوجیں جوناگڑھ پر قابض ہیں۔ ریاست کا نظام خود حکومت ہند کی براہ راست نگرانی میں ان کی ہدایات کے تحت ہے۔ جہاں تک ریاست کے مسلم عوام کا تعلق ہے۔ ان کے خلاف بھارت کی مسلح افواج کا دباؤ ہو گا جو خوف و ہراس کی مہم کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔

ان حالات میں استصواب رائے مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔"

ویلوڈی کا جواب

اس کے بعد بھارتی نمائندے مسٹر ویلوڈی نے ایک طویل تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جوناگڑھ اور دیگر ریاستوں کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی مخالفت اور بھارت کے ساتھ الحاق کی حمایت میں [illegible] حکومت بھارت کی [illegible] کی [illegible] تقریر کے بعد [illegible] ملتوی ہو گیا۔

۵۔ [illegible] صفحہ ۳۴۷ [illegible]

۶۔ [illegible] صفحہ ۳۴۷ [illegible]

"یہ غیر ضروری اور در اصل غیر مناسب سمجھا گیا کہ ہندی ریاستوں کو اس بات کی آزادی دے کر یا اس قسم کی کوئی گنجائش رکھ کر کہ وہ بلا قیاس کسی بھی ڈومینین سے الحاق کر سکتی ہیں بصورت حال کو مزید پیچیدہ کیا جائے۔

کشمیر سے الحاق کے متعلق پاکستان کی شکایت میں تذکرہ ہے کہ

"یہ الحاق عوام کی بھاری اکثریت کی مرضی کے خلاف ہے اور کسی بھی اخلاق، آئینی جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجہ سے غیر مناسب ہے"

اسی کسوٹی پر جونا گڈھ کو پرکھنا چاہیئے۔ کیا پاکستان یہ کہہ سکتا ہے کہ جونا گڈھ کا پاکستان سے الحاق اکثریت کی خواہشات کے عین مطابق ہے؟ کیا پاکستان یہ صریحاً کہہ سکتا ہے کہ جونا گڈھ اور ماناودر کا الحاق، اخلاقی، جغرافیائی، اقتصادی، ثقافتی یا مذہبی وجوہات سے مناسب ہے؟ [۹]

ریاست جونا گڈھ میں کرائی گئی رائے شماری کے بارے میں مسٹر ویلوری نے کہا کہ رائے شماری کا پروگرام جنوری کے وسط میں ہی ترتیب دے دیا گیا تھا۔ اور اس کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"تاہم حکومت ہند نے یہ ذمہ لیا ہے کہ اگر مستقبل میں حالات کا یہ تقاضا ہو کہ از سر نو رائے شماری کرائی جائے۔ اور نمائندہ پاکستان نے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو بلاشبہ مناسب نگرانی میں اس کا اہتمام کیا جائے گا [۱۰]

مزید تقاریر

مسٹر ویلوری کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کے بعض نکات پر چوہدری ظفر اللہ خان نے بحث کی۔

---

[۹] "جونا گڈھ" صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷

[۱۰] "جونا گڈھ" صفحہ ۳۱۰

" جب جوناگڑھ کا سوال آیا تو حکومت ہند نے پہلی بار رائے عامہ کا سوال اٹھایا۔ ہم نے اس کو مسترد نہیں کیا۔ ہم نے جو کچھ کہا کہ وہ یہ ہے کہ نہ صرف جوناگڑھ بلکہ ان تمام ریاستوں کا جن کے متعلق اختلاف ہو اس اصول کے تحت فیصلہ کیا جائے۔ اور اس پر ہم اب بھی قائم ہیں۔

ہماری یہ درخواست ہے کہ کشمیر اور جوناگڑھ سے حکومت ہند اپنی فوجیں واپس بلالے۔ دونوں میں سے کسی بھی ریاست میں پاکستان کی فوج موجود نہیں ہے۔[11]

اس کے بعد بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی آئینگر نے مسئلہ جوناگڑھ پر اپنی حکومت کی پالیسی کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ

" میں نے اپنی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ممکن ہو تو استصواب رائے کو ملتوی کر دیا جائے اور حکومت ہند اس نتیجہ پر پہنچی کہ استصواب رائے کے انعقاد کے انتظامات اس حد تک مکمل ہو چکے تھے کہ اگر یہ کام معطل کر دیا جاتا ہے تو اس بات کا خدشہ تھا کہ اس سے انتظامی انتشار پیدا ہو۔"[12]

آخری تقریر

مسٹر آئینگر کی طویل تقریر کے بعد چوہدری ظفر اللہ خان نے بعض نکات کی مزید وضاحت کی انہوں نے خصوصاً کہا کہ

" کراچی کے ڈان اخبار میں دو برطانوی نامہ نگاروں کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ووٹ ڈالنے میں رازداری سے قطعی کام نہیں لیا گیا۔ اور جو بیلٹ پیپر رائے دہندگان کو دیئے گئے تھے ان پر نمبر چھپے ہوئے تھے جس سے رائے دینے والے کی پہچان بہ آسانی ہو سکتی تھی یہ نامہ نگار اس وقت جوناگڑھ میں

---

[11] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۸

[12] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۵۲ تا ۳۵۳

موجود تھے۔ اور استصواب رائے کا انعقاد انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے م۱۳

انہوں نے مزید کہا کہ

"کیا وزیر اعظم کو یہ اختیار تھا کہ وہ ریاست کا نظام حکومت ریجنل کمشنر کے سپرد کر دے؟ یہ ہے پہلی بات۔ قانونی بحث کے ماسوا، وہ صورت حالات جس کی وجہ سے ریجنل کمشنر کو یہ درخواست کی گئی وہ حکومت ہند کے ان اقدامات کا نتیجہ تھی جو وسط ستمبر اور اس کے بعد اقتصادی رکاوٹ خشکی کی راہ ریاست پر حملے اور عارضی حکومت کی ہمت افزائی کی شکل میں رونما ہوئے۔ میری یہ مکرر دلیل ہے کہ چونکہ یہ حالات حکومت ہند کے پیدا کردہ تھے اس لئے ۹ نومبر کی شام کو ریاست میں ہندوستانی افواج کے داخلے کا کوئی جواز نہیں م۱۴

"کشمیر میں عوام نے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے ان کی فوج شکست خوردہ ہو کر منتشر ہو گئی ہے اور مہاراجہ کی حکومت ریاست کشمیر کے صرف ایک حصہ پر قائم ہے وہ لوگ جو مہاراجہ کے خلاف کھلی بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ وہ مہاراجہ کی واپسی کو ناپسند کرتے ہیں اور ان علاقوں میں مہاراجہ کو کوئی اختیار نہیں۔ اگر مسٹر آئینگر کے کہنے کے مطابق ان سوالات کا مجموعی طور پر فیصلہ ہونا چاہیئے تو کشمیر میں بھی ایسا ہی کیا جائے ایک طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر ہندوستان سے الحاق اور مہاراجہ کو برقرار رکھنا چاہتا ہے؟ اور دوسری طرف یہ سوال رکھا جائے کہ آیا کشمیر پاکستان سے الحاق اور مہاراجہ سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے؟ اگر جونا گڈھ کے متعلق بھی اس تجویز پر عمل کیا جائے۔ م۱۵

م۱۳ "جونا گڈھ" صفحہ ۳۸۴

م۱۴ "جونا گڈھ" صفحہ ۳۸۶

م۱۵ "جونا گڈھ" صفحہ ۳۸۹

"میری گذارش ہے کہ سلامتی کونسل کا اصول کے سوال سے تعلق ہے اگر اس معاملے کی تاریخی ماضی کو چھوڑ کر دونوں ڈومینین اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں ریاستوں کے الحاق کا مسئلہ بذریعہ استصواب رائے حل کیا جائے تو حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں معاملات میں استصواب رائے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہو۔ کوئی شک و شبہ کی گنجائش بھی نہ رہے کہ استصواب رائے میں ایک یا دوسرے فریق کی طرفداری کی گئی ہے یا ایک قوم کو دوسری قوم کے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہے۔ یہ ہے کشمیر اور جوناگڑھ کے معاملات کا لب لباب"۔ [16]

بحث کا خاتمہ

چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کے بعد سلامتی کونسل کے صدر نے مسئلہ جوناگڑھ کی بحث کے خاتمہ کا حسب ذیل الفاظ میں اعلان کیا۔

"سلامتی کونسل کے ممبران کو یاد ہوگا کہ مسٹر گوپال سوامی آئینگر کی اپنی حکومت سے مشورے کے لئے روانگی سے قبل سلامتی کونسل مسئلہ کشمیر کے حل کی شرائط پر غور کر رہی تھی۔ گذشتہ دو اجلاس میں ہندوستانی وفد کی سہولت کی خاطر مسئلہ جوناگڑھ پر بحث ہوئی۔

میری رائے میں مسئلہ کشمیر کے حل کی جدوجہد کا وقت آگیا ہے اور اس کے بعد بلاشبہ مسئلہ جوناگڑھ کا۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ آج کا اجلاس ملتوی کیا جائے اور مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس ۱۰ مارچ بروز بدھ رکھا جائے [17]

اس طرح سلامتی کونسل میں مسئلہ جوناگڑھ کی بحث دو روز میں ختم کر دی گئی۔
اس کے دو ماہ بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں بھارت نے اپنے علاقے سے پاکستان کی

---

[16] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۲
[17] "جوناگڑھ" صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳

طرف بھارت نے دریاؤں کا پانی روک دیا اور خطرناک قسم کی فوجی نقل و حرکت شروع کی گئیں۔ نتیجتاً پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ چھڑ گئی جو کشمیر کے علاقے تک محدود رہی۔ آخر کار ۱۹۴۸ء کے آخر میں اقوام متحدہ کی کوشش سے فائر بندی عمل میں آئی۔

تخلیق پاکستان کے ابتدائی چند سال تک اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر طویل بحث ہوتی رہی۔ ریاست کشمیر کی طرح ریاست حیدرآباد اور ریاست جوناگڑھ بھی بھارتی حملے کا شکار ہوئے کی وجہ سے مسئلہ کشمیر کی بحث کے دوران ان دونوں ریاستوں کا بھی کئی بار ذکر ہوتا رہا۔ لیکن جوناگڑھ کو ایک جداگانہ مسئلے کے طور پر پیش کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔

اُمید کا خاتمہ

اس کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں دو بڑی جنگیں ہوئیں۔ ان دونوں جنگوں میں کشمیر ایک اہم مورچہ رہا تھا ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد دونوں فریقین کے درمیان شملہ معاہدے پر دستخط کئے گئے۔ اس معاہدے میں دیگر معاملات کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ آئندہ سے دونوں فریقین پاک بھارت معاملات صرف باہمی طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تک حکومت پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کو زیر بحث لانے کی کوششیں ہوتی رہی تھیں لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور چونکہ فروری ۱۹۷۱ء میں مسئلہ جوناگڑھ کو مسئلہ کشمیر کے ساتھ منسلک کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے ۱۹۷۱ء کے بعد اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں دوبارہ پیش کرنے کی توقع بھی تقریباً ختم ہو گئی ہے۔

باب بارہواں

چالیس سالوں کے دوران

مایوسی کا سفر:

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلہ جوناگڈھ پر فروری ۱۹۴۸ء میں صرف ۲ روز مکمل طور پر بحث ہوئی اور بعد میں مسئلہ کشمیر کی بحث کے دوران اس مسئلہ کا وقتاً فوقتاً مختصر ذکر ہوتا رہا۔ اس عرصہ کے دوران پاکستان پہنچنے والے جوناگڈھ مانا ودر، مانگرول، سردار گڈھ اور بانٹوا کے مسلمان اقوام متحدہ میں ہونے والی بحث کی خبریں ریڈیو پر بڑی دلچسپی اور اُمید کے ساتھ سنتے تھے۔ بین الاقوامی الجھنوں سے بے خبر یہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کسی بھی وقت جوناگڈھ واپس مل جانے کا اعلان کریں گے۔ اور وہ لوگ جلد ہی شاداں و فرحاں اپنے آبائی وطن واپس پہنچ جائیں گے۔

لیکن وقت گذرتا گیا۔ اقوام متحدہ میں بحث کے دوران جوناگڈھ کا ذکر کم سے کم ہوتا گیا اور ان لوگوں کی اُمیدیں آہستہ آہستہ مایوسی میں تبدیل ہونے لگیں۔ اس کے بعد جوناگڈھ کا نام بین الاقوامی سطح پر تو کجا قومی سطح پر بھی شاید کہیں سننے میں آتا ہے۔

اقوام متحدہ کو عرضداشت

سلامتی کونسل نے مسئلہ جوناگڑھ کی بحث ختم ہوجانے کے چھ ماہ بعد اقوام متحدہ کے پاک بھارت کمیشن کے چیئرمین مسٹر اعزیڈ لوزانو ۱۹۴۹ء کی ابتداء میں کراچی آئے۔ اس وقت ریاست جوناگڑھ کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں ایک عرضداشت پیش کی گئی۔ جس میں بھارت کا بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ریاست جوناگڑھ پر قبضہ اور نتیجتاً ریاست کے مسلمان باشندوں کو جن مصائب سے گزرنا پڑا، ان کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اس درخواست میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ حکومت پاکستان الحاق جوناگڑھ کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتی اور غیر فعال رہی ہے اور جوناگڑھ کے مسئلہ کو کشمیر کی آڑ میں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

ابتدائی چند برسوں میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں گجراتی ممبران کی طرف سے کبھی کبھار مسئلہ جوناگڑھ اٹھانے کی کوششیں کی جاتی رہیں جو کہ ناکام رہیں۔

آج کا جوناگڑھ

برصغیر کی آزادی کے آٹھ ماہ بعد جوناگڑھ سمیت کاٹھیاواڑ کی تمام ریاستوں پر مشتمل ایک صوبہ سوراشٹر تشکیل دیا گیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں سوراشٹر کو عظیم تر صوبہ بمبئی کے ساتھ شامل کرکے اس کے علیحدہ وجود کو بھی ختم کردیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں صوبہ مہاراشٹر نے صوبہ بمبئی سے بمبئی شہر چھین لیا اور بقیہ تمام علاقے کو صوبہ گجرات کے نام سے موسوم کردیا گیا۔ اس تمام عرصہ میں جوناگڑھ کو ایک ضلع کا مقام دیا گیا تھا جس کی سرحدیں تبدیل ہوتی رہتی تھیں موجودہ ضلع جوناگڑھ بہ نسبت سابقہ ریاست جوناگڑھ کے کوئی وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ ریاست پر بھارتی قبضہ کے بعد مسلمانوں خصوصاً میمن برادری کی بڑے

پیمانے پر ہجرت کے بعد اس پورے علاقے کی معیشت متزلزل ہو گئی تھی کیونکہ یہ لوگ ہی ریاست کے سب سے بڑے صارف (CONSUMER) تھے بہت سی چھوٹی چھوٹی صنعتیں بند ہو گئیں اور اتنے ہی کاریگر اور مختلف اشیاء کے چھوٹے چھوٹے دکاندار بیکار ہو گئے تھے۔ مقامی ہندوؤں اور سندھ سے آنے والے ہندو مہاجرین کی کوششوں کے نتیجے پانچ سات سال بعد حالات پھر معمول پر آنے شروع ہو گئے تھے۔

اس کے باوجود حکومت بھارت سابقہ ریاست جوناگڑھ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے دانستہ طور پر کوئی سکیمیں نافذ نہیں کرتی تھی۔ حکومت ہند کی یہ دانستہ لاپرواہی ۱۹۷۱ء تک جاری رہی۔ شملہ معاہدے کے بعد حکومت بھارت کو شاید یہ یقین ہو گیا کہ حکومت پاکستان اب ریاستِ جوناگڑھ کے لئے کوئی دعویٰ نہیں کرے گی چنانچہ اس کے بعد جوناگڑھ کے متعلقہ علاقے کی ترقی کے لئے بڑے پیمانے پر کوششوں کی ابتداء ہوئی یہ علاقہ پہلے ہی قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال تھا۔ اب جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ متعدد صنعتیں قائم ہوئیں جس کی وجہ سے یہ علاقہ بڑی تیزی کے ساتھ اقتصادی ترقی کے مراحل طے کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی تاریخی یادگاروں کے سبب وہاں سیاحت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں آج تک سیاحت کے علاوہ کسی بھی بڑی صنعت کی بنیاد نہیں ڈالی۔

اس صنعتی ترقی کا تقریباً تمام تر مفاد ان ہندوؤں [illegible] جو بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ تعلیمیافتہ ہیں۔ مسلمانوں میں سے [illegible] کے مالکان کچھ آسودہ حال ہیں ان کے سوا تمام مسلمان یا تو غریب ہیں یا نچلے متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ڈرائیور، کنڈکٹر، پھیری والے، مزدور اور چھوٹے چھوٹے دکاندار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

زندگی کی نصف صدی عبور کرنے والے لوگ جن میں ہندو اور مسلمان

دونوں شامل ہیں آج بھی نوابی دور حکومت کو بہت ہی محبت اور وارفتگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اس دور میں انہیں جو تعلیمی، عدالتی، سماجی اور مذہبی ہر وقتی حوصلہ افزائی اور آسائشیں مہیا تھیں۔ وہ ان کے ماضی کی یاد کا خوشگوار عنصر بن گئی ہیں جو ناگڑھ کے ہندو مصنفین نے سابقہ ریاست کے بارے میں جو کتابیں شائع کی ہیں اس میں صرف نواب مہابت خانجی کے پاکستان سے الحاق کے فیصلے پر تنقید کی گئی ہے اس کے سوا نوابی دور حکومت کے خلاف کوئی شکایت یا الزام تراشی نہیں ملتی۔

تاریخی یادگاریں

نوابی خاندان کے تقریباً تمام محلات کو اس وقت سرکاری دفاتر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

موتی باغ، جہاں متعدد اقسام کے درخت، پودے اور نباتات کا ذخیرہ اکٹھا کیا گیا تھا، وہاں اس وقت ایک ایگریکلچرل کالج قائم کیا گیا ہے۔ کاٹھیاواڑ کی سب سے پہلی پبلک لائبریری ہونے کا خصوصی اعزاز رکھنے والی بہادر خانجی لائبریری آج بھی اسی نام سے موجود ہے اور ہر سال لاکھوں قارئین، طلباء، دانشور اور محققین مستفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح جمیل شاہ داتار کی یاد میں قائم کی گئی لیپروسی ہاسپٹل آج بھی ہزاروں مریضوں کی خدمت کر رہی ہے۔ داتار کی پہاڑی پر واقع جمیل شاہ داتار کے تکیہ کی رونق آج بھی پہلے کی طرح قائم و دائم ہے گرنار پر واقع ہندو اور جینی مذاہب کے متعدد مقدس مقامات کی اہمیت میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

جوناگڑھ تک پبلک میٹنگ کے بعد سردار پٹیل اور دیگر ہندو رہنماؤں نے سومناتھ کے بوسیدہ کھنڈرات کا دورہ کیا تھا، اور اس کی فوری از سر نو تعمیر کا اعلان کیا تھا۔ اس کام کے لئے جام صاحب نے اپنی جانب سے ایک لاکھ روپے

اور شامرڈ داس گاندھی نے عوام کی جانب سے اکیاون ہزار روپے کا اعلان کیا تھا۔ ؎۲

مندر از سر نو تعمیر ہو جانے کے بعد بھارت کے صدر راجندر پرشاد نے اس کا افتتاح کیا۔ لیکن یہ نئی تعمیر ماضی کی عمارت کے مقابلے میں کوئی خاص بڑی یا شاندار نہیں ہے۔ ماضی میں روزانہ ہزاروں عقیدت مند سومنا تھ کے درشن کے لئے آتے تھے۔ اس کے مقابلے میں فی الحال روزانہ صرف چند سیاح اس کو دیکھنے آتے ہیں۔

۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کے روز بہاء الدین کالج کے وسیع احاطے میں سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ایک تقریر کی تھی جس کے دوران کچھ حاضرین نے بہاء الدین کالج کا نام بدلنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں سردار پٹیل نے شیخ بہاء الدین کو ایک عظیم محب علم قرار دیتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا تھا اور ان کی یاد میں قائم کئے گئے اس کالج کا نام بدلنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ کالج آج بھی موجود ہے اور چند ہی سال بعد اپنے صد سالہ جشن کا انعقاد کرنے والی ہے۔

مہابت خانجی کا انتقال

نواب مہابت خانجی کراچی آنے کے بعد اپنے اہل خاندان کے ہمراہ صدر کے علاقے میں بونس روڈ کے ایک بنگلے میں رہائش پذیر ہوئے۔ اس بنگلے کو "جونا گڑھ ہاؤس" کا نام دیا گیا۔ نواب صاحب اپنی کراچی رہائش کے دوران بہت ہی کم باہر نکلتے تھے۔

جوناگڑھ اسٹیٹ کونسل نے نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست کو بھارت کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے ۱۳ سال بعد اسی تاریخ یعنی نومبر ۱۹۶۰ء کو نواب مہابت خانجی کا ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ان کو مکمل سرکاری اعزاز

؎۲ - "لوک کراچی" صفحہ ۶۴

کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا۔

نواب مہابت خانجی کی یاد میں کراچی کی ایک مشہور سڑک امبنک منٹ روڈ (EMBANKMENT ROAD) کو "نواب مہابت خانجی روڈ" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ تین فرلانگ طویل اس سڑک کے ایک سرے پر اسمٰعیلی جماعت خانے کی شاندار عمارت کھڑی ہے جبکہ دوسرے سرے پر لیمارکیٹ واقع ہے۔ سڑک کے ایک طرف کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی بلند و بالا رہائشی عمارتیں اور دوسری جانب ایک قدیم ہاسپٹل جو سیمنٹ ہاسپٹل کے نام سے مشہور ہے کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا ایجوکیشنل اینڈ ٹیکنیکل سینٹر، آغا خان گرلز اسکول، بانٹوا کی ایک اہل علم و مخیر خاتون حاجیانی خدیجہ بائی کی قائم کردہ رونق اسلام گرلز کالج، انجمن ایرانیاں ہال، کتیانہ میمن ایسوسی ایشن کا پبلک ہال، اسی ادارے کا سیکنڈری اسکول اور کراچی کا ایک وسیع کھیل کا میدان لکری گراؤنڈ واقع ہیں۔ لکری گراؤنڈ کے سامنے ہی بانٹوا میمن خدمت کمیٹی کی پانچ منزلہ وسیع ہاسپٹل بھی واقع ہے۔

دلاور خانجی کی دستار بندی

۲۱ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء کو کراچی میں صدر ایوب خان نے ولیعہد شہزادہ دلاور خانجی کی بطور نواب جوناگڑھ دستار بندی کی۔ دستار بندی کے بعد "جوناگڑھ ہاؤس" میں ایک دربار منعقد کیا گیا جس میں درباری شاعر جناب کامل جوناگڑھی نے مرحوم نواب کو خراج تحسین اور نواب دلاور خانجی کو مبارکباد دیتے ہوئے کچھ اشعار پیش کئے تھے ریاست کے وفادار رہنماؤں اور کارکنوں نے تہنیتی پیش کئے۔ موقع کی مناسبت سے چند تقاریر کی گئیں۔

نواب دلاور خانجی بھی اپنے والد کی طرح سیاست اور عوامی زندگی سے کنارہ کشی کرتے آئے ہیں۔ پھر بھی ریاست جوناگڑھ کے باشندوں کے قائم کردہ سماجی اور تعلیمی اداروں کی طرف سے منعقدہ اجلاسوں میں کبھی کبھار شریک ہوتے ہیں۔

شہرت سے دور رہنے کے باوجود بھی نواب صاحب کا ۱۹۷۶ء میں بطور گورنر سندھ تقرر کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ۱۹۷۷ء تک اس عہدے کے فرائض انجام دیے تھے

نواب دلاور خانجی بہت مذہب پرست آدمی ہیں مطالعہ کے بہت شوقین ہیں وہ بے حد ملنسار، حلیم الطبع اور خوش مزاج طبیعت کے مالک ہیں ریاست جوناگڑھ میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر رہتے ہیں۔ اور وہاں کے عوام کے کسی بھی قسم کی آفت میں مبتلا ہونے کی صورت میں وہ اس کا شدید اثر لیتے ہیں۔

دیگر کردار

سر شاہنواز بھٹو نے الحاق جوناگڑھ کے سلسلے میں تاریخ ساز کردار ادا کرنے کے بعد ریاست سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور سانحہ جوناگڑھ کے ٹھیک دس سال بعد نومبر ۱۹۵۷ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ریاست پر بھارت کے قبضے کے بعد مانا ودر کے شیخ غلام محی الدین کو کچھ عرصہ کے لیے بھاؤنگر کے مہاراجہ کے پاس اور مانگرول کے شیخ نصیر الدین کو پوربندر کے رانا کے پاس بطور "سرکاری مہمان" رکھا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آزادی ملتے ہی وہ دونوں کراچی آگئے۔ بعد میں شیخ غلام محی الدین کو اقوام متحدہ کے پاکستانی وفد میں بطور ایک رکن شامل کیا گیا۔ اس وقت مانا ودر اور مانگرول کے شیخ صاحبان کراچی میں بقید حیات ہیں۔

سردار پٹیل نے ہندوستان کے نقشے میں دیسی ریاستوں کی نشاندہی کرنے والے زرد رنگ کو ختم کردینے کی جو قسم لی تھی اپنے اس اہم مقصد حیات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے کچھ عرصہ بعد وہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں انتقال کر گئے۔

جوناگڑھ کی عارضی حکومت کے صدر شامل داس گاندھی بعد ازاں اسمبلی کے الیکشن منعقدہ ۱۹۵۲ء میں جوناگڑھ کی نشست کے لیے لڑے لیکن ایک مقامی امیدوار کے مقابلے میں انہیں شکست ہوئی۔ دو تین سال بعد ان کو بھی انتقال ہوگیا۔

بھارتی صوبوں کے ساتھ منسلک کی گئیں بعض دیسی ریاستوں کے عوام میں نئے حکام کی بدانتظامی کے خلاف انتشار پیدا ہونے لگا۔ مغربی بھارت کے بعض سابق حکمرانوں نے اپنی ریاستوں سے بدانتظامی ختم کرانے کے لئے بھارت سے کئے گئے الحاق سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے ۱۹۵۱ء کی ابتدا میں بمبئی میں اپنی ایک علیحدہ یونین تشکیل دی۔ بڑودہ کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ راؤ اس یونین کے صدر تھے۔ وہ مختلف ریاستوں میں جا کر الحاق کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگے چنانچہ ان کو اپریل ۱۹۵۱ء میں معزول کر کے ولیعہد فتح سنگھ راؤ کو مہاراجہ بنا دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی الحاق کے خلاف تحریک کا خاتمہ ہو گیا ۔؎۲

باشندگانِ جوناگڑھ کے مطالبات

چند ماہ پیشتر جوناگڑھ اسٹیٹ مسلم فیڈریشن کے موجودہ کنوینر جناب کے ایس مجاہد خان بلوچ کی جانب سے اردو میں ایک مجلہ "جوناگڑھ ایک المیہ" کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ اس مجلہ میں مسئلہ جوناگڑھ سے متعلق کافی تفصیلات شائع کی گئی تھیں۔ اس مجلہ میں ایک میمورنڈم بھی شامل تھا جو کچھ عرصہ پہلے فیڈریشن کی جانب سے پاکستان کے صدر اور وزیراعظم، دیگر وزراء، قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبران کو ارسال کیا گیا تھا۔ اس میمورنڈم میں مسئلہ جوناگڑھ بیان کرنے کے بعد حسب ذیل مطالبات پیش کئے گئے تھے۔

(الف) جوناگڑھ، مانا ودر، مانگرول وغیرہ کو پاکستان کے پانچویں صوبہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے اور آئین میں اس کا ذکر کیا جائے۔

(ب) قومی اسمبلی میں ریاست کے باشندوں کے لئے محفوظ نشستیں رکھی جائیں۔

(ج) اس بات کی تشریح کی جائے کہ شملہ معاہدہ یا کسی دوسرے معاہدے کے ذریعے پاکستان اور بھارت کے درمیان جوناگڑھ کے بارے میں کوئی ایسا فیصلہ تو نہیں

؎۲ "اے نیشن اِن میکنگ" صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۲

کیا گیا جس میں جوناگڈھ کے باشندوں کی منظوری نہ لی گئی ہو یا ان کو مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(د) ریاست جوناگڈھ سے متعلق ہر ایک معاملے کو حل کرنے کے لئے ایک خاص ڈپارٹمنٹ تشکیل دیا جائے۔

(ھ) ریاست جوناگڈھ کے بیشتر باشندے اپنی کوششوں سے آباد ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے غریب خاندانوں کی آبادکاری کے لئے مناسب اراضی الاٹ کی جائے۔

(و) ماضی میں ریاست جوناگڈھ کے طلباء کے لئے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجوں میں نشستیں مخصوص تھیں ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

(ز) ۱۹۷۱ء سے قبل نواب صاحب کو بعض خصوصی مراعات اور سہولیات حاصل تھیں جو بغیر کسی وجہ کے ختم کر دی گئی تھیں۔ ان کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

(ح) سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں باشندگان جوناگڈھ کے لئے کوٹہ مخصوص کیا جائے۔

(ط) ریاست جوناگڈھ کے شہری جو پاکستان میں آکر آباد ہونا چاہتے ہیں ان کو پاکستانی شہریت حاصل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے اس کارروائی کو آسان بنانے کے لئے وزارتِ داخلہ میں فیڈریشن کے تعاون سے ایک خصوصی ڈپارٹمنٹ قائم کیا جائے۔

(ی) حکومت پاکستان کے اعلیٰ حکام مسئلہ جوناگڈھ کو بالکل فراموش کر چکے ہیں اور کوئی اس کا نام تک نہیں لیتا۔ ہم اس کا سبب نہیں سمجھ سکتے۔ ہم یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کرنے کے بعد سو گئے ہیں۔ مسئلہ جوناگڈھ کے سلسلے میں یہ بے توجہی ختم ہونی چاہئے۔

کیا وہ غلطی تھی؟

اسی سلسلے میں ریاست جوناگڈھ کے ایک معروف گجراتی دانشور جناب مدہوش

زندگی نے "آئینہ سامنے رکھ دو تو برا مانو گے" کے عنوان کے تحت ایک مضمون میں باشندگان جوناگڑھ کے خیالات کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے۔

• ہمارے افسران کا طرز عمل اور جوناگڑھ کے سوال پر مکمل خاموشی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ یا تو یہ چاہتے ہیں کہ طویل مدت مسئلہ جوناگڑھ کو خود بھلا دے گی (جو فی الحال بھارت کے سوچ کے مترادف ہے)، یا واقعی وہ اس مسئلہ کے کسی بھی پہلو سے صحیح طور پر واقف نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ہمارے لئے بڑی بدنصیبی اور ان کے لئے بڑی ہی شرم کی بات ہے۔ کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم جوناگڑھ کے لوگ یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ریاست کو پاکستان کے ساتھ شامل کر کے ہم نے کہیں غلطی تو نہیں کی اور کیا وہاں کے نواب اور رعایا کی قربانیاں تمام بے سود اور فضول تھیں؟"

باب تیرہواں

کیا کھویا کیا پایا؟

منفرد ریاست

تاریخ کے صفحات سلطنتوں اور ریاستوں کے عروج و زوال کے حقائق سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان سلطنتوں اور ریاستوں کی اکثریت اپنے زوال کے بعد بہت کم یادگاریں اور تاثرات نقش کر جاتی ہیں اور وہ بھی ان کے اپنے متعلقہ علاقے تک محدود رہتی ہیں لیکن چند منفرد سلطنتیں اور ریاستیں اپنے زوال کے بعد ایسے تاثرات نقش کر جاتی ہیں، جو ان کے متعلقہ علاقے کی حدود سے باہر کے لوگوں پر بھی گہرے اور دور رس اثرات مرتب کر جاتے ہیں۔

سقوط حیدرآباد اور خصوصاً [illegible] کے بعد کاٹھیاواڑ کے علاوہ [illegible] کی جانب [illegible] اپنے جان و مال کی سلامتی کے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ [illegible] کی اکثریت کے ساتھ ساتھ کاٹھیاواڑ کے دیگر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی پاکستان گئی۔ گجرات کے علاقے سے بھی کافی تعداد میں مسلمان پاکستان آنے لگے۔ [illegible] بھارت سے [illegible] ایک نیا قانون نافذ کر دیا [illegible] [illegible] پاکستان کی جانب ہجرت کا ارادہ رکھنے والا [illegible]

(INTENDING REFUGEE) قرار دے کر اس کی جائیداد ضبط
کر لی جاتی تھی اس قانون پر نہایت بے دردی سے عمل کیا گیا جس کی وجہ سے
کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مسلمانوں کی ہجرت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو ۱۹۵۵ء
تک جاری رہا۔

گجراتی مسلمان

کاٹھیاواڑ، گجرات، کچھ اور بمبئی کے علاقوں سے آکر پاکستان میں سکونت
اختیار کرنے والے بر میمن اور دیگر برادری کے مسلمانوں کو "گجراتی مسلمان" کے
نام سے پہچانا جاتا ہے چونکہ اُن کے آبائی وطن میں گجراتی اور اس کی ذیلی زبانیں ان
کی روزمرہ بول چال اور کاروبار میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے یہاں پاکستان میں
بھی ان کی بہت بڑی اکثریت یہی زبانیں اپنے باہمی بول چال اور کاروبار میں استعمال
کرتی ہے۔

ان گجراتی مسلمانوں نے پاکستان آکر کبھی بھی مہاجر ہونے کا دعویٰ کر کے
اپنی آبادکاری کے لئے حکومت سے کوئی امداد طلب نہیں کی۔ بلکہ دیگر صوبوں کے
لاکھوں مہاجرین کو خود اپنی جانب سے امداد دی ہیں۔ قومی زندگی کے مختلف
شعبوں میں انہوں نے حکومت سے کبھی کسی قسم کی کوئی مالی امداد طلب نہیں کی۔
اور صرف نجی وسائل، ذاتی محنت اور حکمت و مہارت کے ساتھ ان گنت فخریہ
کارنامے انجام دیئے ہیں۔

نواب مہابت خانجی کے الحاق جوناگڑھ کے اٹل فیصلے کے نتیجے میں پاکستان
آنے والے ان گجراتی مسلمانوں اور خصوصاً میمنوں نے بھارت میں بھاری نقصان
اٹھانے کے باوجود پاکستان کی اس وقت کی بیمار و کمزور معیشت کو استحکام
بخشنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

میمنوں کا کردار

کاٹھیاواڑ کے میمن مسلم لیگ کے پُرجوش حامی تھے جس کے نتیجے میں بانٹوا اور کتیانہ کے میمنوں کو مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں میمنوں کو اپنے گھر بار، کاروبار اور کروڑوں روپے کی املاک چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے میمنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ نقصان چند ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے۔ میمن برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو بھارت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا۔ اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانٹوا کے حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد تھی۔ ان میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر مقاصد کے لیے حسینی فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کی جائیداد حسین قاسم گرانٹ اینڈ چیریٹیبل وقف فنڈ کے نام تھی۔ ان کے اس تمام متروکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پینتیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ آزادی کے وقت برصغیر میں ان کی ۱۰۲ کاروباری شاخیں موجود تھیں۔ جن میں سے صرف دس کے سوا باقی تمام بھارت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو متروکہ جائیداد قرار دے کر ضبط کر لی تھی۔ ان تمام شاخوں میں کروڑہا روپے کا تجارتی سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی ذاتی عمارتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بنکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پچاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے انہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر تاجروں نے بھی کروڑہا روپے بنک کی نقدی، حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثے گنوا دیئے۔

اس کے باوجود بھی میمن برادری نے دو چیزیں نہیں کھوئی تھیں، کاٹھیاواڑ کے باہر ان کا جو وسیع تجارتی سلسلہ پھیلا ہوا تھا اس کا بیشتر حصہ شروع کر جانے کو ترک دیگر تجارتی کشتوں نے سنبھال لیا تھا۔ پھر بھی بعض تاجر وہاں سے بھی خاصی نقد رقومات اپنے ساتھ لانے میں کامیاب رہے تھے۔۔ جس نے پاکستان کی ابتدائی معیشت کو سہارا دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

دوسری چیز جو شرفِ میمنوں سے نہ لوٹ سکے تھے وہ ان کی تجارتی سوجھ بوجھ، حوصلہ اور جسارت تھی، جو ان کو کسی بھی نئے مشکل اور پیچیدہ حالات میں بھی نہایت مختصر عرصہ میں صفِ اول تک پہنچانے کی طاقت رکھتی تھی۔

بانٹوا کی بربادی۔ پاکستان کی خوشحالی

پورے کاٹھیاواڑ سے تو بجا لیکن صرف بانٹوا کے میمنوں کی ہجرت سے پاکستان کو کتنے بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ اس کا ذکر معروف مصنف جناب رئیس احمد جعفری نے حسب ذیل الفاظ میں کہا ہے۔

سردار گڑھ اور بانٹوا پر ہندوستانی فوجوں نے قبضہ نہ کیا ہوتا۔ اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑے ہوتے تو پاکستان کو اتنا بڑا نقصان پہنچتا کہ اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کاٹھیاواڑ کے سردار گڑھ اور بانٹوا کے میمنوں میں کوئی کروڑ پتی اور کوئی ارب پتی نہ تھے پر لکھ پتی تو نہ جانے کتنے تھے ان کا کاروبار وسیع تھا اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا تقسیم ہند کے بعد ان کا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا کہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے جائیں جو ان کی کب سے ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ نہایت منظم طور پہ سندھ کے ہندو ساہوکار، تاجر و صنعتکار اپنا سارا سرمایہ لے کر ہندوستان آ گئے تھے سندھ میں کوئی ہندوستان آ گئے تھے سندھ میں کوئی ہندو کی نکسیر تک نہیں پھوٹی تھی۔ لیکن سرمایہ داروں نے صرف اس لئے ترک وطن کیا تھا۔ کہ پاکستان کی معیشت کو دھکا لگے اس طرح وہ اپنا وجود

ام نہیں رکھ سکے گا کیونکہ دراصل کے پاس سرمایہ دار ہیں اور نہ تاجر، صنعتکار۔ اس کا
جواب یہ ہوا کہ ایک غلطی اور یقینی امر ہے لیکن کاٹھیاواڑ اور سردار گڑھ کے میمن جب وہ اگر
ہے تو اپنی مہارت اور سرمایہ لیکر پاکستان آگئے اور یہاں آتے ہی انہوں نے ہندوؤں
کا چھوڑا ہوا کاروبار اس طرح سے سنبھال لیا جیسے کہ ہمیشہ سے وہ تجارت کرتے اور
کام کرتے چلے آتے تھے۔ ؎

اس موضوع پر مدبر سیاستدان نواب صدیق علی خان اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

" اقتصادیات کے ہندو ماہرین نے بھی نو مملکت پاکستان کے قیام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ ہندو بھائی کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ نیا ملک ایک دن سے زیادہ قائم نہیں رہ سکے گا اور یہ ثابت کرنے کے لئے اعداد و شمار پیش کئے، تحقیقات کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ الحاصل ہر وہ چیز پیش کی گئی جس سے اس امر کو تقویت پہنچے کہ پاکستان ایک مٹی کا گھروندہ ہے جو خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ یا جس وقت چاہیں گے اس کو پیروں سے رگڑ دیں گے۔ دوسرا یہ بھی گھمنڈ تھا کہ تجارت کی منڈیوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا اب بھی بہت کچھ قبضہ ہے اور بعد میں تو پورا پورا قبضہ ہو جائے گا پھر مسلمان کیسے پنپ سکیں گے۔ تیسرے وہ اس غرور میں بھی سرشار تھے کہ مسلم علاقوں سے ہندوؤں اور تاجروں کا فوراً انخلا کر کے پاکستان کو مفلوج کر دیں گے وہ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ کچھی اور میمن بھائی جنہوں نے ہندوستان میں کروڑہا روپیہ کا سرمایہ تجارت اور املاک میں لگا دیا ہے، ہندوستان کو کبھی چھوڑ کر پاکستان نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ قیاس بالکل درست تھا کیونکہ ہمارے تاجر بھائی اپنا کاروبار اور مال و متاع ہندوستان میں چھوڑ کر آ گئے۔ لیکن اللہ بھلا کرے سردار ولبھ بھائی پٹیل کا جنہوں نے دھوراجی میں مسلم

؎ وی۔ پی۔ مینن کی کتاب "ہندوستانی ریاستوں کے الحاق کی کہانی" سے ماخوذ
"کشمیر اور جوناگڑھ کی کہانی" صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۸

تاجروں کو دھمکی دی اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس موقعہ پر سابق صدر کانگریس اچاریہ کرپلانی کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلا وجہ ہمارے صوفی منش سندھی ہندو بھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراؤنے خواب دکھلا کر راجہ داہر کے ملک کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس خلا کو جنوبی وسط ہند اور راجستھان سے آنے والے مسلمانوں نے پر کیا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی روک ٹوک کے پاکستان سے دھن دولت یہاں تک کہ طوطے کا پنجرا اور سیل بٹہ تک لے کر بھارت ماتا کے چرنوں میں بیٹھنے کے لئے چلے گئے وہ تو بغیر کسی روک ٹوک کے اس طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں منتقل ہو جائے۔ قائد اعظم کی سخت تاکید تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی مکمل آزادی ہو اور اس لئے ہی روزانہ گدھے اور اونٹ گاڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو ورغلائے اور گمراہ کئے گئے تھے حسرت و یاس سے اپنے وطن عزیز کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کے لئے رخ طور پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ زندہ دل، جفاکش لیکن عیش پرست تھے۔ ان جانے سے ہمارے ملک میں ایک عرصہ تک بے رونقی رہی اور اقتصادی ن بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہو گئی۔ میمن بھائیوں، دہلی کے سوداگر دل دیگر مسلم تاجروں نے بجلی کی سرعت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام کو ایسا سنبھالا کہ عقل حیران رہ گئی۔ لہ

متعدد کارنامے

میمنوں اور دیگر گجراتی مسلمانوں نے پاکستان میں تجارت، صنعت سخاوت اور فلاح و بہبود کے شعبہ ہائے زندگی میں جو اہم خدمات انجا

لہ نواب صدیق علی خان: "بے تیغ سپاہی" صفحہ نمبر ۳۲۱ تا ۳۲۲

ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یا پھر اتنا کہنا کافی ہو گا کہ پاکستان کی دس کروڑ کی آبادی میں گجراتی مسلمان صرف تین فیصد ہونے کے باوجود مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں ان کا حصہ ان کی آبادی کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ رہا ہے۔ اسٹاک ایکسچینج، چیمبرز اور دیگر تجارتی اداروں میں وہ اہم مقام کے حامل ہیں۔ نیز اس برادری کے صلح پسند، پُرامن اور پُرخلوص ہونے کی وجہ سے لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیگر اقوام کے مقابلے میں گجراتیوں کے پڑوس میں رہائش اختیار کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

نظم وضبط اور اتحاد

یہ سب گجراتی مسلمان اعلیٰ قسم کا سماجی نظام رکھتے ہیں۔ ان کی ہر ایک برادری کے متعدد سماجی ادارے ہیں جو جماعت کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ جماعتیں سماجی معاملات میں نظم وضبط نافذ کرتی ہیں۔ فرسودہ رسم ورواج کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور اپنے مستحق ارکان کو مختلف طریقوں سے امداد دیتی رہتی ہیں ان میں سے کئی سماجی اداروں نے متعدد کلینک، ہاسپٹلز، زچہ خانے، اسکولز، مدرسے، کالجز وغیرہ قائم کئے ہیں جن سے ہر پاکستانی بلا امتیاز قوم ونسل مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ادارے ہر سال اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ شائع کرتے ہیں اور ان کے عہدیداران کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند بڑی برادریوں کے اپنے مرکزی ادارے بھی ہیں۔ گجراتی مسلمانوں میں تعلیم کا اوسط بہ نسبت دوسری اقوام کے زیادہ ہے۔

یہ تمام گجراتی خدمتی ادارے ہر سال خدمت خلق کے لئے کل کتنی رقومات خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ کئی کروڑوں تک جا پہنچتا ہے۔

سیاست کے میدان میں

گجراتی مسلمان مکمل آزادئ اظہار و خیال رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مختلف سیاسی اور مذہبی اداروں اور گروہوں میں بٹے ہوئے رہتے ہیں۔ نتیجتاً وہ گجراتیوں کی اکثریت کے حامل علاقوں سے بھی وہ منتخب نہیں ہو پاتے۔ باوجود اس کے وہ بلدیاتی ارکان سے لے کر گورنر کے عہدے تک منتخب و نامزد ہوتے رہتے ہیں صرف سابقہ ریاست جوناگڑھ کے باشندوں کا ذکر کیا جائے تو نواب دلاور خانجی ایک عشرہ پہلے گورنر سندھ کے عہدے پر رونق افروز ہو چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں قاسم حاجی عباس پٹیل (جوناگڑھ) اور سنہ ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں جناب کے۔ایم۔ مجاہد خان بلوچ (کھڈی) سندھ کے صوبائی وزیر اور اسی عشرے میں حاجی حنیف طیب وفاقی وزیر کے طور پر فرائض انجام دے چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء کے عشرے میں جناب صدیق داؤد (بانٹوا) اور جناب اے۔کے۔ سومار (ویراول) قومی اسمبلی میں اور سنہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جناب عبدالعزیز رنگیلا (کتیانہ) سندھ کی صوبائی اسمبلی میں منتخب ہو چکے تھے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل مولانا عبدالستار ایدھی (بانٹوا) بھی اسی عشرہ میں مجلس شوریٰ کے رکن نامزد ہو چکے تھے۔

بڑا نقصان

اس آگ کے نتیجے میں لاکھوں گجراتی مسلمانوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ کروڑوں روپیے کی املاک گنوانی پڑی اور اپنے متعدد اہل خاندان کو چھوڑنا پڑا۔ پاکستان میں نئے حالات کے دباؤ کے تحت ان کی زبان تک چھن گئی اور وہ اپنے ادبی ورثے اور سابقہ تاریخ بھی بڑی حد تک کھو بیٹھے۔ ان کی امداد سے چلنے والی متعدد تعلیم گاہوں میں ان کی اپنی زبان کی تعلیم کے لئے کوئی بھی مقام نہ رہا۔ پاکستان آنے والے گجراتی مسلمانوں کو پہنچنے والا یہ سب سے بڑا لیکن مخفی نقصان تھا۔

اس کے باوجود بھی ۳ گجراتی اخبارات اور ایک درجن جرائد اور ان کے قارئین کی بہت بڑی تعداد نے اشاعت کے شعبے میں گجراتی کو پاکستان کی اولین صوبائی زبان کا درجہ دے رکھا ہے۔ تقریباً تین چار درجن مصنفین انتہائی جانفشانی سے اس زبان کے احیاء کی کوششوں میں مصروف رہے ہیں۔ پاکستان میں گجراتی زبان حکومت کی اور خود گجراتیوں کی بے توجہی اور تغافل کے باوجود زندہ ہے اور گجراتی ثقافت کی خوشبو چہار اطراف پھیل رہی ہے۔

حرف آخر

تاریخ کا بہاؤ مسلسل جاری رہتا ہے اس کو روکا یا واپس موڑا نہیں جا سکتا
بیسویں صدی کے وسط میں تاریخ کے زبردست سیلاب میں دنیا کے تقریباً تمام
ملوک اور بادشاہتیں بہہ گئیں۔ اس کے ساتھ ریاست جوناگڑھ بھی تاریخ پارینہ بن
گئی لیکن دو سو سال قدیم اس ریاست کی یہ بربادی ایک خوش آئندہ وسیع ملک کی خوشحالی
کا سبب بن گئی۔

نواب مہابت خانجی نے اپنی ریاست کے الحاق کا فیصلہ کیا اس وقت شاید
ہی کسی کے وہم و گمان میں یہ بات ہو گی کہ صرف ۳ ماہ کے بعد بھارتی افواج کے
قبضے اور لوٹ مار کے ساتھ ریاست کے بیشتر مسلمان کو اور ان کے ساتھ کاٹھیاواڑ
اور گجرات کے لاکھوں مسلمان کو اپنا تجارتی سوجھ بوجھ، مہارت اور حوصلے کی دولت
کے ساتھ پاکستان پہنچ جائیں گے اور پاکستان کی متزلزل معیشت جس کے بارے میں یہ
پیشین گوئیاں کی جا رہی تھیں کہ یہ صرف چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی، اس کو مضبوط اور
مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیں گے اور اس کے بعد بھی
ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتے رہیں گے۔

نواب مہابت خانجی کے فیصلے کے نتیجے میں گجراتی مسلمانوں کے طاقتور بہاؤ
نے پاکستان کی کمزور معیشت کو طاقتور بنا دیا۔ ریاست جوناگڑھ خود ختم ہو گئی، باشندے
در بدر اور بے گھر ہو گئے لیکن ان کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔ الحاق جوناگڑھ اور
اس کے نتائج کی کہانی کا یہ آخری باب ہے۔

ختم شد

حوالہ جات

کتابیں

گجراتی

۱۔ چھوٹی لال وردھمان شاہ، "وشانو چکر" (زہریلا چکر)، گانڈیو ساہتیہ مندر، سورت۔ ۱۹۶۳ء

۲۔ حبیب لاکھانی، "پاکستان اور چین" (۱۹۸۲ء)

۳۔ رتو بھائی کوٹھاری، "جوناگڑھ فی لوک کرانتی" (جوناگڑھ کا عوامی انقلاب) گورا اینڈ سنز، بمبئی، ۱۹۳۶ء

۴۔ رنچھوڑ جی دیوان، "تاریخ سورٹھ و ہالار" مترجم شمبھو پرشاد دیسائی، غیر مطبوعہ فارسی مسودہ، ۱۸۳۰ء تازہ ترین گجراتی ترجمہ ۱۸۸۲ء۔ پربھاس پرکاش، جوناگڑھ

۵۔ شمبھو پرشاد دیسائی، "سوراشٹر نو اتہاس" (تاریخ سوراشٹر) سوراشٹر سنشودھن سنسکرتی سنگھ، جوناگڑھ۔ ۱۹۶۸ء

۶۔ عمر فاضل فاروقی، "لوہیار لوٹ" (خون آلود لوٹ)، ۱۹۷۰ء

۷۔ عمر فاضل فاروقی، پاکستان سوری پچی پچیس سال بعد

۸۔ نکوم، "بانٹوا نو اتہاس"۔ بانٹوا ۱۹۸۳ء

۹۔ ماہنامہ: "[illegible]" شاہین پبلیکیشنز، کراچی [illegible]
۱۰۔ [illegible]: "جوناگڑھ، [illegible]" [illegible]
[illegible]، بمبئی [illegible]

اردو

۱۔ ڈاکٹر [illegible]: "جوناگڑھ" [illegible] پبلیکیشنز
[illegible]، حیدرآباد [illegible]
۲۔ [illegible]: "[illegible] جوناگڑھ کی کہانی"
[illegible] (INTEGRATION OF INDIAN STATES)
"[illegible]" [illegible]
۳۔ [illegible]: "[illegible]"
[illegible]
۴۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]

ڈان گجراتی

۳۔ [illegible]

کتابچہ میمن ایسوسی ایشن کا دس سالہ مجلہ ۱۹۷۱ء

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

۶۔ حبیب حاجی [illegible]

۷۔ عبداللطیف [illegible]

میمن [illegible] کراچی

۸۔ [illegible]

میمن سماج

۹۔ [illegible]

۱۰۔ [illegible]

میمن عالم

۱۱۔ [illegible]

وطن

۱۲۔ [illegible]

۱۳۔ [illegible]

گجراتی روزنامے اور جرائد

۱۔ "مسلم ٹائمز" (روزنامہ۔ بمبئی) مدیر: "صادق"
۲۔ "مسلم بلیٹن" (ہفتہ وار۔ راجکوٹ) مدیر: "نور"
۳۔ "مسلم گجرات" (ہفتہ وار۔ سورت) مدیر: "صادق"
۴۔ "پاکستان" (ہفتہ وار۔ بمبئی) مدیر: "حسین خان بجرو"

انگریزی کتابیں

1. Chaudhri Mohammad Ali: "EMERGENCE OF PAKISTAN" University of Puujab Lahore- 1973.

2. Hudson, H.V. "THE GREAT DIVIDE" Oxford University Press, Karachi- 1970.

3. Jones, Alen Campbell "MISSION WITH MOUNTBATTEN" Robert Bell & Company, London- 1951.

4. Menon, V.P. "STORY OF THE INTEGRATION OF INDIAN STATES" Oriental Longman, Calcutta. 1956.

5. "TIMES OF INDIA DIRECTORY". 1939.

ملاقاتیں

مندرجہ ذیل فہرست میں تحریر کئے گئے تمام افراد سوائے ایک کے اس وقت پاکستان آ چکے ہیں۔

قوسین میں ان افراد کے آبائی مقامات کے نام تحریر کئے گئے ہیں۔

۱۔ جناب اختر ایل۔ ایل۔ بی (ویراول)

۲۔ جناب اسمٰعیل ابراہیم کاروات (جوناگڈھ)

۳۔ جناب اسحٰق جمعہ امریلیا (ونتھلی)

۴۔ جناب اسمٰعیل جمعہ امریلیا (ونتھلی)

۵۔ جناب سید اکبر علی محمد میاں (امریلی)

۶۔ جناب حاجی رزاق جانو (دھوراجی)

۷۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین محمد میاں مولوی (مانگرول)

۸۔ جناب زین العابدین "مدہوش" ترمذی (جوناگڈھ)

۹۔ جناب عبدالعزیز یوسف داناوالا (دھوراجی)

۱۰۔ عبدالقادر موسیٰ لاکھانی مرحوم (بھاؤنگر)

۱۱۔ جناب عمر فاضل فاروقی (کتیانہ)

۱۲۔ جناب غنی ڈولا (ترسائی)

۱۳۔ جناب محمد علی حماد ترمذی (جوناگڈھ)

۱۴۔ جناب شیخ نور محمد عمر (جوناگڈھ)

۱۵۔ جناب ولی محمد امی جی پٹیل (ونتھلی)

۱۶۔ جناب ہارون "آگ" (ونتھلی)

۱۷۔ جناب یوسف حسین قاسم دادا (بانٹوا)

اشاریہ

"الحاق جوناگڑھ" میں جن شخصیات، مقامات اور اداروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کو مندرجہ ذیل اشاریہ میں اُردو کے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جوناگڑھ ریاست، جوناگڑھ شہر، کاٹھیاواڑ، گجرات پاکستان اور ہندوستان کا اس کثرت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے کہ ان سے متعلق صفحات کے نمبر اس اشاریہ میں ضروری نہیں سمجھے گئے تاہم جوناگڑھ ریاست اور جوناگڑھ شہر سے متعلق اہم موضوعات کا بیان جن صفحات پر ہے ان کے نمبر اس اشاریہ میں شامل کئے گئے ہیں

میمنولوجی سے متعلق میری سابقہ چار کتابوں کے مطابق اس کتاب میں بھی جن میمن شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے اس اشاریہ میں ان کا نام بمع ان کی ولدیت خاندانی نام اور ان کے آبائی وطن کے نام کے مذکور ہے اکثر میمنوں کے نام میں یکسانیت ہونے کی وجہ سے ان کی صحیح شناخت کے لئے ان کا خاندانی نام اور ان کے آبائی گاؤں کا ذکر کرنا لازمی رہتا ہے۔

مصنّف کی دیگر تصانیف

میمن برادری کی تاریخ پر تحقیقاتی کتب

۱۔ پاکستان اور میمن برادری (گجراتی) (1982)

۲۔ میمن تاریخ کا خاکہ (گجراتی) 1983

ADAMJEE:
Story of a great Patriot (1984)

Memorable Memons (1986)

گجراتی تراجم

۵۔ بائبل، قرآن اور سائنس

(Maurice Bucaille: Bible, Quran & Science)

۶۔ حضرت محمدؐ

(1985) K.L. GAUBA: Prophet of the desert).

۷۔ علی آئے (اشاعت ثانی (1989))

(D.F.KARAKA: Then came Hazrat Ali)

۸۔ انیس (1987)

(Khalifa Rashad: Quran the visual presentation of the Miracle)

۹۔ ارتقائے انسان

(Maurice Bucaille: Origiom of Man)

۱۰۔ عالمی مندی کا زہریلا چکر (1989)

(Ravi Batra: Great depression of 1990s)

ان کتابوں کا اسٹاک ختم ہو چکا ہے۔

مصنّف کا تعارف

گجراتی زبان کے مشہور محقق و مصنّف حبیب لاکھانی ۱۹۲۵ء میں کاٹھیاواڑ کے شہر امریلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ۱۹۴۲ء میں بمبئی یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیابی حاصل کی۔ آزادی کے فوراً بعد وہ کراچی آگئے۔ ۱۹۵۱ء میں روزنامہ "ڈان" (گجراتی) سے اپنی صحافت اور ادبی کارکردگی کی ابتداء کی۔ اس دوران انہوں نے ایک مخلص سماجی کارکن کے طور پر بھی شہرت پائی۔ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کی بیماری کی وجہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس وقت تمام گجراتی مدیروں نے ایک شاندار جلسہ میں خراج تحسین کے طور پہ ایک طلائی تمغہ کے ساتھ جذباتی ماحول میں انہیں الوداع کہا۔

چند آپریشنوں کے بعد آنکھوں کی کچھ بینائی پلٹتے ہی وہ پھر سے میدانِ ادب میں دگنے جوش و ولولے کے ساتھ کود پڑے اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۹ء تک کے آٹھ سالوں کے دوران ان گنت مضامین کے علاوہ گیارہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے تراجم کی کچھ کتابیں مختلف مذہبی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی ماندہ کتابیں میمن برادری کی تاریخ سے متعلق ہیں۔ ان میں دو انگریزی تصانیف بھی شامل ہیں۔ موجودہ کتاب ان کی پہلی اردو تصنیف ہے۔ اس وقت ان کی قوت بصارت نہایت محدود ہونے کے باوجود بھی اللہ کی مہربانی سے ان کا قلم پہلے کی طرح رواں دواں ہے۔

تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

اِلحاقِ جوناگڑھ

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جوناگڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی

بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامل داس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاست جوناگڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں ریاست جوناگڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند میمنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی۔ اور اس طرح جوناگڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کر گئی۔

جوناگڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔